بانگِ درا

اقبالؒ

فہرست

حصہ اوّل

(......۱۹۰۵ء تک)

غزلیات

حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

غزلیات

دیباچہ

شیخ عبدالقادر بیرسٹرایٹ لاء سابق مدیرِ "مخزن"

کسے خبر تھی کہ غالبؔ مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو اُردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دے گا اور جس کی بدولت غالبؔ کا بے نظیر تخیل اور نرالا اندازِ بیان پھر وجود میں آئیں گے اور ادبِ اُردو کے فروغ کا باعث ہوں گے؛ مگر زبانِ اُردو کی خوش اقبالی دیکھیے کہ اس زمانے میں اقبالؔ سا شاعر اسے نصیب ہوا جس کے کلام کا سکّہ ہندوستان بھر کی اُردو داں دُنیا کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔

غالبؔ اور اقبالؔ میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسداللہ خاں غالبؔ کو اُردو اور فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اُس نے اُن کی روح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جسدِ خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چمن کی آبیاری کرے؛ اور اُس نے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں، دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا۔

جب شیخ محمد اقبال کے والد بزرگوار اور ان کی پیاری ماں ان کا نام تجویز کر رہے ہوں گے تو قبولِ دُعا کا وقت ہوگا کہ اُن کا دیا ہوا نام اپنے پورے معنوں میں صحیح ثابت ہوا اور اُن کا اقبال مند بیٹا ہندوستان میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر انگلستان پہنچا، وہاں کیمبرج میں کامیابی سے وقت ختم کر کے جرمنی گیا اور علمی دنیا کے اعلیٰ مدارج طے کر کے

واپس آیا۔ شیخ محمد اقبال نے یورپ کے قیام کے زمانے میں بہت سی فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس مطالعے کا خلاصہ ایک محققانہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جسے فلسفۂ ایران کی مختصر تاریخ کہنا چاہیے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر جرمنی والوں نے شیخ محمد اقبال کو ڈاکٹر کا علمی درجہ دیا۔ سرکارِ انگریزی کو، جس کے پاس مشرقی زبانوں اور علوم کی نسبت براہِ راست اطلاع کے ذرائع کافی نہیں، جب ایک عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی شاعری نے عالم گیر شہرت پیدا کر لی ہے تو اُس نے بھی ازراہِ قدر دانی سَر کا ممتاز خطاب انھیں عطا کیا۔ اب وہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے نام سے مشہور ہیں لیکن ان کا نام جس میں یہ لطفِ خداداد ہے کہ نام کا نام ہے اور تخلّص کا تخلّص، ان کی ڈاکٹری اور سَری سے زیادہ مشہور اور مقبول ہے۔

سیالکوٹ میں ایک کالج ہے جس میں علمائے سلف کی یادگار اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے ایک بزرگ مولوی سیّد میر حسن [1] صاحب علومِ مشرقی کا درس دیتے ہیں۔ حال میں انھیں گورنمنٹ سے خطاب شمس العلما بھی ملا ہے۔ ان کی تعلیم کا یہ خاصہ ہے کہ جو کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھے، اُس کی طبیعت میں اُس زبان کا صحیح مذاق پیدا کر دیتے ہیں۔ اقبالؔ کو بھی اپنی ابتدائے عمر میں مولوی سیّد میر حسن سا استاد ملا۔ طبیعت میں علمِ ادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی۔ فارسی اور عربی کی تحصیل مولوی صاحب موصوف سے کی۔ سونے پر سُہاگا ہو گیا۔ ابھی اسکول ہی میں پڑھتے تھے کہ کلامِ موزوں زبان سے نکلنے لگا۔ پنجاب میں اُردو کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہر شہر میں زباں دانی اور شعر و شاعری کا چرچا کم و بیش موجود تھا۔ سیالکوٹ میں بھی شیخ محمد اقبال کی طالب علمی کے دنوں میں ایک چھوٹا سا مشاعرہ ہوتا تھا۔ اُس کے لیے اقبالؔ نے کبھی کبھی غزل لکھنی شروع کر دی۔ شعرائے اُردو میں اُن دنوں نواب مرزا خاں صاحب داغؔ دہلوی کا بہت شہرہ تھا اور نظامِ دکن کے استاد ہونے سے اُن کی شہرت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ لوگ، جو اُن کے

---

[1] ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔

پاس جا نہیں سکتے تھے، خط و کتابت کے ذریعے دُور ہی سے اُن سے شاگردی کی نسبت پیدا کرتے تھے۔ غزلیں ڈاک میں اُن کے پاس جاتی تھیں اور وہ اصلاح کے بعد واپس بھیجتے تھے۔ پچھلے زمانے میں جب ڈاک کا یہ انتظام نہ تھا، کسی شاعر کو اتنے شاگرد کیسے میسّر آ سکتے تھے۔ اب اس سہولت کی وجہ سے یہ حال تھا کہ سیکڑوں آدمی اُن سے غائبانہ تلمذ رکھتے تھے اور اُنھیں اس کام کے لیے ایک عملہ اور محکمہ رکھنا پڑتا تھا۔ شیخ محمد اقبال نے بھی اُنھیں خط لکھا اور چند غزلیں اصلاح کے لیے بھیجیں۔ اس طرح اقبالؔ کو اُردو زباں دانی کے لیے بھی ایسے استاد سے نسبت پیدا ہوئی جو اپنے وقت میں زبان کی خوبی کے لحاظ سے فنِ غزل میں یکتا سمجھا جاتا تھا۔ گو اس ابتدائی غزل گوئی میں وہ باتیں تو موجود نہ تھیں جن سے بعد ازاں کلامِ اقبالؔ نے شہرت پائی، مگر جنابِ داغؔ پہچان گئے کہ پنجاب کے ایک دور اُفتادہ ضلع کا یہ طالب علم کوئی معمولی غزل گو نہیں۔ اُنھوں نے جلد کہہ دیا کہ کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے، اور یہ سلسلہ تلمذ کا بہت دیر قائم نہیں رہا۔ البتہ اس کی یاد دونوں طرف رہ گئی۔ داغؔ کا نام اُردو شاعری میں ایسا پایہ رکھتا ہے کہ اقبالؔ کے دل میں داغؔ سے اس مختصر اور غائبانہ تعلق کی بھی قدر ہے اور اقبالؔ نے داغؔ کی زندگی ہی میں قبولِ عام کا وہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ داغؔ مرحوم اس بات پر فخر کرتے تھے کہ اقبالؔ بھی اُن لوگوں میں شامل ہے جن کے کلام کی اُنھوں نے اصلاح کی۔ مجھے خود دکن میں اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا اور میں نے خود ایسے فخریہ کلمات اُن کی زبان سے سنے۔

سیالکوٹ کے کالج میں ایف اے کے درجے تک تعلیم تھی۔ بی اے کے لیے شیخ محمد اقبالؔ کو لاہور آنا پڑا۔ اُنھیں علمِ فلسفہ کی تحصیل کا شوق تھا اور اُنھیں لاہور کے اساتذہ میں ایک نہایت شفیق استاد ملا جس نے فلسفے کے ساتھ اُن کی مناسبت دیکھ کر اُنھیں خاص توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ پروفیسر آرنلڈ صاحب، جو اب سر ٹامس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں، غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں۔ قوتِ تحریر اُن کی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طریقِ جدید سے خوب واقف ہیں۔ اُنھوں نے چاہا کہ اپنے

شاگرد کو اپنے مذاق اور اپنے طرزِ عمل سے حصہ دیں، اور وہ اس ارادے میں بہت کچھ کامیاب ہوئے۔ پہلے اُنھوں نے علی گڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانے میں اپنے دوست مولانا شبلی مرحوم کے مذاقِ علمی کے پُختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی، اب اُنھیں یہاں ایک اور جوہرِ قابل نظر آیا جس کے چمکانے کی آرزو اُن کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور جو دوستی اور محبت استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا ہوئی، وہ آخرش شاگرد کو استاد کے پیچھے پیچھے انگلستان لے گئی اور وہاں یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا، اور آج تک قائم ہے۔ آرنلڈ خوش ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میرا شاگرد علمی دنیا میں میرے لیے بھی باعثِ شہرت افزائی ہوا اور اقبالؔ معترف ہے کہ جس مذاق کی بنیاد سیّد میر حسن نے ڈالی تھی اور جسے درمیان میں داغؔ کے غائبانہ تعارف نے بڑھایا تھا، اُس کے آخری مرحلے آرنلڈ کی شفیقانہ رہبری سے طے ہوئے۔

اقبالؔ کو اپنی علمی منازل طے کرنے میں اچھے اچھے رہبر ملے اور بڑے بڑے علما سے سابقہ پڑا۔ ان لوگوں میں کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر میک ٹیگرٹ، براؤن، نکلسن اور سارلی قابلِ ذکر ہیں۔ پروفیسر نکلسن تو ہمارے شکریے کے خاص طور پر مستحق ہیں کیونکہ اُنھوں نے اقبالؔ کی مشہور فارسی نظم ''اسرارِ خودی'' کا انگریزی ترجمہ کرکے اور اُس پر دیباچہ اور حواشی لکھ کر یورپ اور امریکہ کو اقبالؔ سے رُوشناس کیا۔ اسی طرح ہندوستان کی علمی دنیا میں جتنے نامور اُس زمانے میں موجود تھے مثلاً مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالیؔ مرحوم، اکبر مرحوم، سب سے اقبالؔ کی ملاقات اور خط و کتابت رہی اور اُن کے اثرات اقبالؔ کے کلام پر اور اقبالؔ کا اثر اُن کی طبائع پر پڑتا رہا۔ مولانا شبلی نے بہت سے خطوط میں اور حضرتِ اکبر نے نہ صرف خطوں میں بلکہ بہت سے اشعار میں اقبالؔ کے کمال کا اعتراف کیا ہے، اور اقبالؔ نے اپنی نظم میں ان باکمالوں کی جابجا تعریف کی ہے۔

ابتدائی مشق کے دنوں کو چھوڑ کر اقبالؔ کا اُردو کلام بیسویں صدی کے آغاز سے کچھ پہلے شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۰۱ء سے غالباً دو تین سال پہلے میں نے اُنھیں پہلی مرتبہ لاہور

کے ایک مشاعرے میں دیکھا۔ اس بزم میں ان کو ان کے چند ہم جماعت کھینچ کر لے آئے اور انھوں نے کہہ سُن کر ایک غزل بھی پڑھوائی۔ اس وقت تک لاہور میں لوگ اقبالؔ سے واقف نہ تھے۔ چھوٹی سی غزل تھی۔ سادہ سے الفاظ۔ زمین بھی مشکل نہ تھی۔ مگر کلام میں شوخی اور بے ساختہ پن موجود تھا۔ بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر اسی مشاعرے میں انھوں نے غزلیں پڑھیں اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک ہونہار شاعر میدان میں آیا ہے۔ مگر یہ شہرت پہلے پہلے لاہور کے کالجوں کے طلبہ اور بعض ایسے لوگوں تک محدود رہی جو تعلیمی مشاغل سے تعلق رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک ادبی مجلس قائم ہوئی جس میں مشاہیر شریک ہونے لگے اور نظم ونثر کے مضامین کی اس میں مانگ ہوئی۔ شیخ محمد اقبال نے اس کے ایک جلسے میں اپنی وہ نظم جس میں کوہِ ہمالہ سے خطاب ہے، پڑھ کر سنائی۔ اس میں انگریزی خیالات تھے اور فارسی بندشیں۔ اس پر خوبی یہ کہ وطن پرستی کی چاشنی اس میں موجود تھی۔ مذاقِ زمانہ اور ضرورتِ وقت کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہوئی اور کئی طرف سے فرمائشیں ہونے لگیں کہ اسے شائع کیا جائے، مگر شیخ صاحب یہ عذر کر کے کہ ابھی نظرِ ثانی کی ضرورت ہے، اُسے اپنے ساتھ لے گئے اور وہ اُس وقت چھپنے نہ پائی۔ اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں نے ادبِ اُردو کی ترقی کے لیے رسالہ 'مخزن' جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں شیخ محمد اقبال سے میری دوستانہ ملاقات پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ لیا کہ اس رسالے کے حصۂ نظم کے لیے وہ نئے رنگ کی نظمیں مجھے دیا کریں گے۔ پہلا رسالہ شائع ہونے کو تھا کہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کوئی نظم مانگی۔ انھوں نے کہا "ابھی کوئی نظم تیار نہیں"۔ میں نے کہا 'ہمالہ' والی نظم دے دیجیے اور دوسرے مہینے کے لیے کوئی اور لکھیے۔ انھوں نے اس نظم کے دینے میں پس وپیش کی کیونکہ انھیں یہ خیال تھا کہ اس میں کچھ خامیاں ہیں، مگر میں دیکھ چکا تھا کہ وہ بہت مقبول ہوئی، اس لیے میں نے زبردستی وہ نظم ان سے لے لی اور 'مخزن' کی پہلی جلد کے پہلے نمبر میں جو اپریل ۱۹۰۱ء میں نکلا، شائع کر دی۔ یہاں سے گویا اقبالؔ

کی اُردو شاعری کا پبلک طور پر آغاز ہوا اور ۱۹۰۵ء تک، جب وہ ولایت گئے، یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصے میں وہ عموماً 'مخزن' کے ہر نمبر کے لیے کوئی نہ کوئی نظم لکھتے تھے اور جوں جوں لوگوں کو ان کی شاعری کا حال معلوم ہوتا گیا، جابجا مختلف رسالوں اور اخباروں سے فرمائشیں آنے لگیں اور انجمنیں اور مجالس درخواستیں کرنے لگیں کہ اُن کے سالانہ جلسوں میں لوگوں کو وہ اپنے کلام سے محظوظ کریں۔ شیخ صاحب اُس وقت طالب علمی سے فارغ ہو کر گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہو گئے تھے اور دن رات علمی صحبتوں اور مشاغل میں بسر کرتے تھے۔ طبیعت زوروں پر تھی، شعر کہنے کی طرف جس وقت مائل ہوتے تو غضب کی آمد ہوتی تھی۔ ایک ایک نشست میں بے شمار شعر ہو جاتے تھے۔ ان کے دوست اور بعض طالب علم جو پاس ہوتے، پنسل کاغذ لے کر لکھتے جاتے اور وہ اپنی دُھن میں کہتے جاتے۔ میں نے اُس زمانے میں انھیں کبھی کاغذ قلم لے کر فکرِ سخن کرتے نہیں دیکھا۔ موزوں الفاظ کا ایک دریا بہتا یا ایک چشمہ اُبلتا معلوم ہوتا تھا۔ ایک خاص کیفیت رقّت کی عموماً ان پر طاری ہوتی تھی۔ اپنے اشعار سُریلی آواز میں ترنّم سے پڑھتے تھے، خود وجد کرتے اور دوسروں کو وجد میں لاتے تھے۔ یہ عجیب خصوصیت ہے کہ حافظہ ایسا پایا ہے کہ جتنے شعر اس طرح زبان سے نکلیں، اگر وہ ایک مسلسل نظم کے ہوں تو سب کے سب دُوسرے وقت اور دُوسرے دن اُسی ترتیب سے حافظے میں محفوظ ہوتے ہیں جس ترتیب سے وہ کہے گئے تھے، اور درمیان میں خود وہ انھیں قلمبند بھی نہیں کرتے۔ مجھے بہت سے شعرا کی ہم نشینی کا موقع ملا ہے اور بعض کو میں نے شعر کہتے بھی دیکھا اور سُنا ہے، مگر یہ رنگ کسی اور میں نہیں دیکھا۔ اقبالؔ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بایں ہمہ موزونیِ طبع وہ حسبِ فرمائش شعر کہنے سے قاصر ہے۔ جب طبیعت خود مائلِ نظم ہو تو جتنے شعر چاہے کہہ دے مگر یہ کہ ہر وقت اور ہر موقع پر حسبِ فرمائش وہ کچھ لکھ سکے، یہ قریب قریب ناممکن ہے۔ اسی لیے جب ان کا نام نکلا اور فرمائشوں کی بھرمار ہوئی تو انھیں اکثر فرمائشوں کی تعمیل سے انکار ہی کرنا پڑا۔ اسی طرح انجمنوں اور مجالس کو بھی وہ عموماً جواب ہی دیتے

رہے۔ فقط لاہور کی انجمن حمایتِ اسلام کو بعض وجوہ کے سبب یہ موقع ملا کہ اس کے سالانہ جلسوں میں کئی سال متواتر اقبال نے اپنی نظم سنائی جو خاص اُسی جلسے کے لیے لکھی جاتی تھی اور جس کی فکر وہ پہلے سے کرتے رہتے تھے۔

اوّل اوّل جو نظمیں جلسۂ عام میں پڑھی جاتی تھیں، تحت اللفظ پڑھی جاتی تھیں، اور اس طرز میں بھی ایک لطف تھا۔ مگر بعض دوستوں نے ایک مرتبہ جلسۂ عام میں شیخ محمد اقبال سے یہ اصرار کہا کہ وہ نظم ترنم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدرتاً بلند اور خوش آئند ہے۔ طرزِ ترنم سے بھی خاصے واقف ہیں۔ ایسا سماں بندھا کہ سکوت کا عالم چھا گیا اور لوگ جھومنے لگے۔ اس کے دو نتیجے ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ان کے لیے تحت اللفظ پڑھنا مشکل ہوگیا، جب کبھی پڑھیں لوگ اصرار کرتے ہیں کہ لے سے پڑھا جائے، اور دوسرا یہ کہ پہلے تو خواص ہی ان کے کلام کے قدر دان تھے اور اُس کو سمجھ سکتے تھے، اس کشش کے سبب عوام بھی کھنچ آئے۔ لاہور میں جلسۂ حمایتِ اسلام میں جب اقبال کی نظم پڑھی جاتی ہے تو دس دس ہزار آدمی ایک وقت میں جمع ہوتے ہیں اور جب تک نظم پڑھی جائے، لوگ دم بخود بیٹھے رہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں وہ بھی محو اور جو نہیں سمجھتے وہ بھی محو ہوتے ہیں۔

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک اقبال کی شاعری کا ایک دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جو انھوں نے یورپ میں بسر کیا۔ گو وہاں انھیں شاعری کے لیے نسبتہً کم وقت ملا اور ان نظموں کی تعداد جو وہاں کے قیام میں لکھی گئیں تھوڑی ہے مگر ان میں ایک خاص رنگ وہاں کے مشاہدات کا نظر آتا ہے۔ اُس زمانے میں دو بڑے تغیر ان کے خیالات میں آئے۔ ان تین سالوں میں سے دو سال ایسے تھے جن میں میرا بھی وہیں قیام تھا اور اکثر ملاقات کے موقعے ملتے رہتے تھے۔ ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ ان کا ارادہ مصمّم ہوگیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھالیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صرف ہوتا ہے، اُسے کسی اور مفید کام میں صَرف کریں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کی شاعری ایسی شاعری نہیں ہے جسے ترک کرنا چاہیے بلکہ ان کے کلام میں

وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ہماری درماندہ قوم اور ہمارے کم نصیب ملک کے امراض کا علاج ہو سکے، اس لیے ایسی مفید خداداد طاقت کو بیکار کرنا درست نہ ہوگا۔ شیخ صاحب کچھ قائل ہوئے، کچھ نہ ہوئے اور یہ قرار پایا کہ آرنلڈ صاحب کی رائے پر آخری فیصلہ چھوڑا جائے۔ اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادۂ ترکِ شعر کو بدل دیں اور اگر وہ شیخ صاحب سے اتفاق کریں تو ترکِ شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا کی خوش قسمتی تھی کہ آرنلڈ صاحب نے مجھ سے اتفاقِ رائے کیا اور فیصلہ یہی ہُوا کہ اقبال کے لیے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں اور جو وقت وہ اس شغل کی نذر کرتے ہیں، وہ ان کے لیے بھی مفید ہے اور ان کے ملک قوم کے لیے بھی مفید ہے۔ ایک تغیر جو ہمارے شاعر کی طبیعت میں آیا تھا، اس کا تو یوں خاتمہ ہوا مگر دوسرا تغیر ایک چھوٹے سے آغاز سے ایک بڑے انجام تک پہنچا یعنی اقبال کی شاعری نے فارسی زبان کو اُردو زبان کی جگہ اپنا ذریعۂ اظہارِ خیال بنالیا۔

فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبال کی طبیعت میں کئی اسباب سے پیدا ہوئی ہوگی، اور میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اپنی کتاب حالاتِ تصوف کے متعلق لکھنے کے لیے جو کتب بینی کی، اُس کو بھی ضرور اس تغیرِ مذاق میں دخل ہوگا۔ اس کے علاوہ جوں جوں اُن کا مطالعہ علمِ فلسفہ کے متعلق گہرا ہوتا گیا اور دقیق خیالات کے اظہار کو جی چاہا تو انھوں نے دیکھا کہ فارسی کے مقابلے میں اُردو کا سرمایہ بہت کم ہے اور فارسی میں کئی فقرے اور جملے سانچے میں ڈھلے ہوئے ایسے ملتے ہیں جن کے مطابق اُردو میں فقرے ڈھالنے آسان نہیں، اس لیے وہ فارسی کی طرف مائل ہوگئے۔ مگر بظاہر جس چھوٹے سے واقعے سے ان کی فارسی گوئی کی ابتدا ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک دوست کے ہاں مدعو تھے جہاں ان سے فارسی اشعار سنانے کی فرمائش ہوئی اور پوچھا گیا کہ وہ فارسی شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں۔ انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ انھوں نے سوائے ایک آدھ شعر کبھی کہنے کے فارسی لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر کچھ ایسا وقت تھا اور اس فرمائش نے ایسی تحریک ان کے دل

میں پیدا کی کہ دعوت سے واپس آ کر، بستر پر لیٹے ہوئے، باقی وقت وہ شاید فارسی اشعار کہتے رہے اور صبح اُٹھتے ہی جو مجھ سے ملے تو دو تازہ غزلیں فارسی میں تیار تھیں جو انھوں نے زبانی مجھے سنائیں۔ ان غزلوں کے کہنے سے انھیں اپنی فارسی گوئی کی قوت کا حال معلوم ہوا جس کا پہلے انھوں نے اس طرح امتحان نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد ولایت سے واپس آنے پر گو کبھی کبھی اُردو کی نظمیں بھی کہتے تھے مگر طبیعت کا رُخ فارسی کی طرف ہو گیا۔ یہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہے جو ۱۹۰۸ء کے بعد سے شروع ہوا اور جو اب تک چل رہا ہے۔ اس عرصے میں اُردو نظمیں بھی بہت سی ہوئیں اور اچھی اچھی، جن کی دُھوم مچ گئی۔ مگر اصل کام جس کی طرف وہ متوجہ ہو گئے، وہ ان کی فارسی مثنوی 'اسرارِ خودی' تھی۔ اس کا خیال دیر تک ان کے دماغ میں رہا اور رفتہ رفتہ دماغ سے صفحۂ قرطاس پر اُترنے لگا، اور آخر ایک مستقل کتاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوا جس سے اقبالؔ کا نام ہندوستان سے باہر بھی مشہور ہو گیا۔

فارسی میں اقبالؔ کے قلم سے تین کتابیں اس وقت تک نکلی ہیں: 'اسرارِ خودی'، 'رموزِ بے خودی' اور 'پیامِ مشرق'۔ ایک سے ایک بہتر! پہلی کتاب سے دُوسری میں زبان زیادہ سادہ اور عام فہم ہو گئی ہے اور تیسری دُوسری سے زیادہ سلیس ہے۔ جو لوگ اقبالؔ کے اُردو کلام کے دلدادہ ہیں، وہ فارسی نظموں کو دیکھ کر مایوس ہوئے ہوں گے۔ مگر انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ فارسی نے وہ کام کیا جو اُردو سے نہیں ہو سکتا تھا۔ تمام اسلامی دنیا میں جہاں فارسی کم و بیش متداول ہے، اقبالؔ کا کلام اس ذریعے سے پہنچ گیا اور اس میں ایسے خیالات تھے جن کی ایسی وسیع اشاعت ضروری تھی، اور اسی وسیلے سے یورپ اور امریکہ والوں کو ہمارے ایسے قابلِ قدر مصنف کا حال معلوم ہوا۔ 'پیامِ مشرق' میں ہمارے مصنف نے یورپ کے ایک نہایت بلند پایہ شاعر گوئٹے کے 'سلامِ مغرب' کا جواب لکھا ہے اور اس میں نہایت حکیمانہ خیالات کا اظہار بہت خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔ اس کے اشعار میں بعض بڑے بڑے عُقدے حل ہوئے ہیں جو پہلے آسان طریق سے بیان نہیں ہوئے

تھے۔ مدّت سے بعض رسائل اور اخبارات میں ڈاکٹر محمد اقبال کو 'ترجمانِ حقیقت' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کتابوں کے خاص خاص اشعار سے یہ ثابت ہے کہ وہ اس لقب سے ملقب ہونے کے مستحق ہیں، اور جس کسی نے یہ لقب ان کے لیے پہلے وضع کیا ہے، اُس نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔

فارسی گوئی کا ایک اثر اقبالؔ کے اُردو کلام پر یہ ہوا ہے کہ جو نظمیں اُردو میں دورِ سوم میں لکھی گئی ہیں، اُن میں سے اکثر میں فارسی ترکیبیں اور فارسی بندشیں پہلے سے بھی زیادہ ہیں اور بعض جگہ فارسی اشعار پر تضمین کی گئی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشہبِ قلم جو فارسی کے میدان میں گامزن ہے، اُس کی باگ کسی قدر تکلف کے ساتھ اُردو کی طرف موڑی جا رہی ہے۔

اقبالؔ کا اُردو کلام جو وقتاً فوقتاً ۱۹۰۱ء سے لے کر آج تک رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوا اور انجمنوں میں پڑھا گیا، اُس کے مجموعے کی اشاعت کے بہت لوگ خواہاں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے احباب بار ہا تقاضا کرتے تھے کہ اُردو کلام کا مجموعہ شائع کیا جائے مگر کئی وجوہات سے آج تک مجموعۂ اُردو شائع نہیں ہو سکا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آخر اب شائقینِ کلامِ اُردو کی یہ دیرینہ آرزو بر آئی اور اقبالؔ کی اُردو نظموں کا مجموعہ شائع ہوتا ہے جو دو سو بانوے صفحوں پر مشتمل ہے اور تین حصوں پر منقسم ہے..... حصۂ اوّل میں ۱۹۰۵ء تک کی نظمیں ہیں، حصۂ دوم میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک کی اور حصۂ سوم میں ۱۹۰۸ء سے لے کر آج تک کا اُردو کلام ہے۔ یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ اُردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب اشعار کی موجود نہیں ہے جس میں خیالات کی یہ فراوانی ہو اور اس قدر مطالب و معانی یکجا ہوں۔ اور کیوں نہ ہو، ایک صدی کے چہارم حصے کے مطالعے اور تجربے اور مشاہدے کا نچوڑ اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے۔ بعض نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع ایسا ہے کہ اُس پر ایک مستقل مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ یہ مختصر سا مضمون جو بطور دیباچہ لکھا گیا ہے، اس میں مختلف نظموں کی تنقید یا مختلف اوقات کی نظموں کے

باہم مقابلے کی گنجائش نہیں، اس کے لیے اگر ہوسکا تو میں کوئی اور موقع تلاش کروں گا۔ سرِ دست میں صاحبانِ ذوق کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اُردو کلیاتِ اقبال اُن کے سامنے رسالوں اور گلدستوں کے اوراقِ پریشاں سے نکل کر ایک مجموعۂ دل پذیر کی شکل میں جلوہ گر ہے، اور اُمید ہے کہ جو لوگ مدّت سے اس کلام کو یکجا دیکھنے کے مشتاق تھے، وہ اس مجموعے کو شوق کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور دل سے اس کی قدر کریں گے۔

آخر میں اُردو شاعری کی طرف سے میں یہ درخواست قابل مصنف سے کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل و دماغ سے اُردو کو وہ حصہ دیں جس کی وہ مستحق اور محتاج ہے۔ خود انھوں نے غالب کی تعریف میں چند بند لکھے ہیں جن میں ایک شعر میں اُردو کی حالت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔

گیسوئے اُردو ابھی منت پذیر شانہ ہے
شمع یہ سودائیِ دلسوزیِ پروانہ ہے

ہم ان کا یہ شعر پڑھ کر ان سے یہ کہتے ہیں کہ جس احساس نے یہ شعر ان سے نکلوایا تھا، اُس سے کام لے کر اب وہ پھر کچھ عرصے کے لیے گیسوئے اُردو کے سنوارنے کی طرف متوجہ ہوں اور ہمیں موقع دیں کہ ہم اس مجموعۂ اُردو کو جو اس قدر دیر کے بعد چھپا ہے، ایک دوسرے کلیاتِ اُردو کا پیش خیمہ سمجھیں۔

حصہ اوّل

(....... ۱۹۰۵ء تک)

فرہنگ

ہمالہ

اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں
ایک جلوہ تھا کلیمِ طورِ سینا کے لیے
تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لیے

امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تو
پاسباں اپنا ہے تو، دیوارِ ہندستاں ہے تو
مطلعِ اوّل فلک جس کا ہو وہ دیواں ہے تو
سوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تو
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر

خندہ زن ہے جو کُلاہِ مہرِ عالم تاب پر

تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کُہن

وادیوں میں ہیں تری کالی گھٹائیں خیمہ زن

چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن

تُو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن

چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیّال ہے

دامنِ موجِ ہَوا جس کے لیے رُومال ہے

ابر کے ہاتھوں میں رہوارِ ہوا کے واسطے

تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کُہسار نے

اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تُو بھی، جسے

دستِ قُدرت نے بنایا ہے عناصر کے لیے

ہائے کیا فرطِ طرب میں جُھومتا جاتا ہے ابر

فیلِ بے زنجیر کی صورت اُڑا جاتا ہے ابر

جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی

جُھومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گُل کی کلی

یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اس کی خامشی

دستِ گُلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی

کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا

گُنجِ خلوت خانۂ قُدرت ہے کاشانہ مرا

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
آئنہ سا شاہدِ قُدرت کو دِکھلاتی ہوئی
سنگِ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی

چھیڑتی جا اس عراقِ دل نشیں کے ساز کو
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو

لیلیِ شب کھولتی ہے آ کے جب زُلفِ رسا
دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا
وہ خموشی شام کی جس پر تکلّم ہو فِدا
وہ درختوں پر تفکّر کا سماں چھایا ہُوا

کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کُہسار پر
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رُخسار پر

اے ہمالہ! داستاں اُس وقت کی کوئی سُنا
مسکنِ آبائے انساں جب بنا دامن ترا
کچھ بتا اُس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا
داغ جس پر غازۂ رنگِ تکلّف کا نہ تھا

ہاں دکھا دے اے تصوّر پھر وہ صبح و شام تُو

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو

ہمالہ: برصغیر پاک و ہند کا مشہور پہاڑ، ہمالیہ، پنجاب اور صوبہ سرحد کے شمال میں اور ریاست کشمیر میں جنوب مشرق سے شمال مغرب کی طرف اس کے کئی سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔ فصیل: شہر کی چار دیواری۔ کشور: ملک۔ پیدا: ظاہر۔ دیرینہ روزی: بہت پرانے زمانے کا ہونا۔ جواں ہے: مراد حالت جوں کی توں ہے۔ گردشِ شام و سحر: یعنی وقت کا چکر/ گزرنے کا عمل۔ کلیم: مراد حضرت موسیٰؑ۔ طورِ سینا: وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا۔ سراپا: پورے طور پر۔ چشمِ بینا: مراد بصیرت والی آنکھ۔ دیدہ: آنکھ۔ ظاہر بیں: صرف اوپر اوپر دیکھنے والی۔ کوہستان: پہاڑ۔ پاسباں: حفاظت کرنے والا، چوکیدار۔ دیوار: مراد رکاوٹ جو دشمن سے حفاظت کی نشانی ہے۔ مطلعِ اوّل: غزل کا پہلا شعر۔ سوئے خلوت گاہ: تنہائی کی جگہ کی طرف۔ دامن کش: مراد اپنی طرف توجہ دلانے والا۔ دستارِ فضیلت: بڑائی/ عظمت کی پگڑی۔ خندہ زن ہے: مراد مذاق اُڑا رہی ہے۔ مہر: سورج۔ عالم تاب: دنیا کو روشن کرنے والا۔ عمرِ رفتہ: گزری ہوئی عمر/ زندگی۔ عہدِ کہن: پرانا/ قدیم زمانہ۔ خیمہ زن: خیمہ لگائے ہوئے/ پڑاؤ ڈالے ہوئے۔ ثریا: وہ ستارے جو آسمان پر گچھے کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ سخن: بات/ باتیں۔ پہنائے فلک: آسمان کا پھیلاؤ/ وسعت۔ چشمۂ دامن: وادی میں بہنے والا چشمہ۔ آئینۂ سیال: چلتا/ بہتا ہوا آئینہ (شفاف پانی)۔ دامن: پلو۔ موجِ ہوا: ہوا کی لہر۔ ابر: بادل۔ رہوارِ ہوا: ہوا کا گھوڑا۔ برق: بجلی۔ سرِ کوہسار: پہاڑ کے اوپر (والی)۔ بازی گاہ: کھیل کا میدان۔ دست: ہاتھ۔ ہائے: اس میں حیرانی کا اظہار ہے۔ فرطِ طرب: بے حد خوشی۔ فیل: ہاتھی۔ بے زنجیر: جسے زنجیر نہ ڈالی گئی ہو، کھلا۔ جنبش: ہلنے کی حالت۔ موجِ نسیمِ صبح: صبح کی ہوا کی لہر۔ گہوارہ: جھولا جس میں بچوں کو سلاتے ہیں۔ جھومنا: خوشی یا مستی کی حالت میں سر اور ہاتھوں کو ہلانا۔ نشۂ ہستی: زندگی کی مستی۔ برگ: پتا، پتی۔ گویا: بولنے والی۔ دستِ گل چیں: پھول توڑنے والے کا ہاتھ۔ جھٹک: ہاتھ مارنے کی حالت۔ کنج: کونہ۔ کاشانہ: ٹھکانا۔ فرازِ کوہ: پہاڑ کی چوٹی۔ کوثر و تسنیم: بہشت کی دو ندیوں کا نام۔ شاہدِ قدرت: قدرت کا محبوب مراد قدرت۔ سنگِ راہ: راستے کا پتھر۔ گاہ: کبھی۔ عراقِ دل نشیں: مراد دل میں اثر پیدا کرنے والا راگ۔ چھیڑنا: بجانا۔ لیلیٰ شب: رات کی لیلیٰ۔ زلفِ رسا: لمبی اور گھنی زلفیں، مراد رات کی تاریکی۔ دامنِ دل کھینچنا: دل کو خوب لبھانے کی حالت۔ تکلم: گفتگو، بولنا۔ تفکر: سوچ میں ڈوبے ہونے کی حالت۔ شفق: صبح اور شام کی سرخی، عموماً شام کی سرخی مراد ہوتی ہے۔ غازہ: سرخی۔ رخسار: گال۔ مسکن: رہنے کی جگہ۔ آبائے انساں: انسان کے باپ دادا۔ رنگِ تکلف: بناوٹ کا رنگ۔ تصور: کسی چیز کی صورت کا ذہن میں آنا۔ گردشِ ایام: زمانے/ دن رات کا چکر۔

گُلِ رنگیں

تُو شناسائے خراشِ عُقدۂ مشکل نہیں
اے گُلِ رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
زیبِ محفل ہے، شریکِ شورشِ محفل نہیں
یہ فراغت بزمِ ہستی میں مجھے حاصل نہیں

اس چمن میں مَیں سراپا سوز و سازِ آرزو
اور تیری زندگانی بے گُدازِ آرزو

توڑ لینا شاخ سے تجھ کو مرا آئیں نہیں
یہ نظر غیر از نگاہِ چشمِ صورت بیں نہیں
آہ! یہ دستِ جفا جُو اے گُلِ رنگیں نہیں
کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گُل چیں نہیں

کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے اُلجھیڑوں سے کیا
دیدۂ بُلبل سے میں کرتا ہوں نظّارہ ترا

سَو زبانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے
راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے
میری صورت تُو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے
میں چمن سے دُور ہوں، تُو بھی چمن سے دُور ہے

مطمئن ہے تُو، پریشاں مثلِ بُو رہتا ہوں میں
زخمیِ شمشیرِ ذوقِ جُستجو رہتا ہوں میں

یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو
یہ جگر سوزی چراغِ خانۂ حکمت نہ ہو
ناتوانی ہی مری سرمایۂ قُوّت نہ ہو
رشکِ جامِ جم مرا آیئنۂ حیرت نہ ہو

یہ تلاشِ مُتّصل شمعِ جہاں افروز ہے
توسنِ اِدراکِ انساں کو خرام آموز ہے

گلِ رنگیں: رنگدار پھول. عُقدۂ مشکل: مشکل کی گرہ. زیبِ محفل: بزم کو سجانے والا. شورش: رونق، ہنگامہ. ہستی: زندگی. سراپا: سر سے پاؤں تک. سوز و سازِ آرزو: مراد عشق کی تپش اور اس کی لذت. بے گدازِ آرزو: مراد آرزو کی لذت سے خالی. نظر: مراد نقطۂ نگاہ. چشمِ صورت بیں: ظاہر کو دیکھنے والی آنکھ. غیر: سوائے. دستِ جفا جو: سختی کرنے یعنی توڑنے والا ہاتھ. گل چیں: پھول توڑنے والا. کیا کام: کیا واسطہ/ تعلق. دیدۂ حکمت: فلسفیانہ سوچ کی نگاہ. اُلجھیڑا: بکھیڑا، جھگڑا. سَو زبان: بہت سی پتیوں کو سَو زبانیں کہا. مستور: چھپا ہوا. میری صورت: میری طرح. برگ: پھول کی پتّی. ریاضِ طور: طور کا باغ (جہاں موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا) شمشیر: تلوار. ذوقِ جستجو: تلاش، مراد محبوبِ حقیقی کے حسن کو قدرتی نظاروں میں تلاش کرنے کی لذت. سامانِ جمعیت: اطمینان اور سکون کا سبب. جگر سوزی: دل کو جلانے کا عمل جو عشق کے سبب ہے. خانۂ

حکمت: مراد فلسفیانہ سوچوں کا گھر۔ رشک: کسی کی خوبی دیکھ کر خود میں اس خوبی کی خواہش کرنا۔ جامِ جم: روایت ہے کہ ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں سے دنیا نظر آتی تھی۔ آئینۂ حیرت: مراد حیرانی میں ڈوب جانے کی حالت۔ تلاشِ متصل: لگاتار یا مسلسل جستجو۔ توسن: گھوڑا۔

عہدِ طفلی

تھے دیارِ نَو زمین و آسماں میرے لیے
وسعتِ آغوشِ مادر اک جہاں میرے لیے
تھی ہر اک جنبش نشانِ لطفِ جاں میرے لیے
حرفِ بے مطلب تھی خود میری زباں میرے لیے

درد، طفلی میں اگر کوئی رُلاتا تھا مجھے
شورشِ زنجیرِ در میں لطف آتا تھا مجھے

تکتے رہنا ہائے! وہ پہروں تلک سُوئے قمر
وہ پھٹے بادل میں بے آوازِ پا اُس کا سفر
پوچھنا رہ رہ کے اُس کے کوہ و صحرا کی خبر
اور وہ حیرت دروغِ مصلحت آمیز پر

آنکھ وقفِ دید تھی، لب مائلِ گُفتار تھا
دل نہ تھا میرا، سراپا ذوقِ اِستفسار تھا

عہدِ طفلی: بچپن کا زمانہ۔ دیارِ نو: نئے نئے ملک / شہر۔ مادر: ماں۔ جنبش: ہلنے کی حالت۔ لطفِ جاں: روح کے لیے مزے کی بات۔ شورش: شور۔ زنجیرِ در: دروازے کی کنڈی۔ پہروں تلک: بڑی دیر تک۔ سُوئے قمر: چاند کی طرف۔ پھٹا بادل: ٹکڑیوں میں بٹا ہوا بادل کہ کہیں ہو اور کہیں نہ ہو۔ آوازِ پا: پاؤں کی چاپ۔ رہ رہ کے: گھڑی گھڑی، بار بار۔ کوہ: پہاڑ۔ دروغِ مصلحت آمیز: ایسا جھوٹ جس میں کوئی بھلائی ہو۔ وقفِ دید: دیکھنے میں مصروف۔ لب: ہونٹ۔ مائلِ گفتار: بولنے پر تیار۔ ذوقِ استفسار: سوال کرتے رہنے / پوچھتے رہنے کا لطف

مرزا غالبؔ

فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہُوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کُجا
تھا سراپا روح تُو، بزمِ سخن پیکر ترا
زیبِ محفل بھی رہا، محفل سے پنہاں بھی رہا
دید تیری آنکھ کو اُس حُسن کی منظور ہے
بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے
محفلِ ہستی تری بربط سے ہے سرمایہ دار
جس طرح ندی کے نغموں سے سکوتِ کوہسار
تیرے فردوسِ تخیل سے ہے قدرت کی بہار
تیری کِشتِ فکر سے اُگتے ہیں عالم سبزہ وار
زندگی مُضمَر ہے تیری شوخیِ تحریر میں
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں

نطق کو سَو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر
محوِ حیرت ہے ثریّا رفعتِ پرواز پر
شاہدِ مضموں تصدّق ہے ترے انداز پر
خندہ زن ہے غنچۂ دلّی گُلِ شیراز پر

آہ! تُو اُجڑی ہوئی دِلّی میں آرامیدہ ہے
گلشنِ ویمر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے

لطفِ گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں
ہو تخیّل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں
ہائے! اب کیا ہو گئی ہندوستاں کی سر زمیں
آہ! اے نظّارہ آموزِ نگاہِ نکتہ بیں

گیسوئے اُردو ابھی منّت پذیرِ شانہ ہے
شمع یہ سودائیِ دِلسوزیِ پروانہ ہے

اے جہان آباد! اے گہوارۂ علم و ہنر
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در
ذرّے ذرّے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس و قمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گُہر

دفن تجھ میں کوئی فخرِ روزگار ایسا بھی ہے؟
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آب دار ایسا بھی ہے؟

مرزا غالب: اردو، فارسی کے مشہور شاعر (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء)۔ فکر: سوچ/غور کرنے کی قوت۔ روشن ہونا: ظاہر ہونا۔ مُرغِ تخیل: فکر اور خیالات کا پرندہ۔ رسائی: پہنچ۔ تا کُجا: کہاں تک۔ بزمِ سخن: مراد شاعری۔ پیکر: جسم۔ زیبِ محفل: بزم سجانے والا، محفل کی رونق۔ دید: دیدار۔ اُس حسن: مراد محبوبِ حقیقی کا حُسن۔ منظور: پیشِ نظر۔ سوزِ زندگی: زندگی کی حرارت۔ ہر شے میں: مراد کائنات کی ہر چیز میں۔ مستور: چُھپا ہوا۔ محفلِ ہستی: وجود یعنی دنیا کی بزم۔ بربط: ایک قسم کا باجا، مراد شاعری۔ سرمایہ دار: مال دار، مالا مال۔ فردوسِ تخیل: تخیل کی جنت۔ کِشت: کھیتی، فصل۔ عالَم: دنیائیں، مراد نئے نئے مضامین۔ سبزہ وار: سبزے کی طرح۔ مضمر: چُھپی ہوئی۔ شوخیِ تحریر: مراد دل میں اثر کرنے والے شگفتہ اشعار۔ تابِ گویائی: بولنے کی طاقت۔ نُطق: زبان۔ لبِ اعجاز: یعنی معجزہ کی سی کیفیت رکھنے والے اشعار کہنے والی زبان۔ محوِ حیرت: حیرانی میں گُم۔ رفعتِ پرواز: یعنی مضامین کے لحاظ سے بلندی پر اُڑنا۔ شاہد: محبوب، حسین۔ تصدق: قربان۔ انداز: مراد شعر گوئی کا طریقہ۔ خندہ زن: ہنسی/مذاق اُڑانے والا۔ غنچۂ دِلّی: دِلّی کی کلی، مراد غالب۔ گُلِ شیراز: شیراز کا پھول (حافظ شیرازی، سعدی شیرازی)۔ آرامیدہ ہے: آرام کر رہا ہے، دفن ہے۔ گلشنِ ویمر: جرمنی کے شہر ویمر کا باغ، ویمر میں جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے (۱۷۴۹ء-۱۸۳۲ء) کی قبر ہے۔ ہم نوا: ساتھ گانے والا، مراد گوئٹے۔ خوابیدہ: سویا ہوا، یعنی دفن ہے۔ لطفِ گویائی: بولنے یعنی شعر کہنے/یا شاعری کا مزہ۔ ہمسری: برابری۔ فکرِ کامل: سوچ بچار اور غور کرنے کی پوری پوری قوت۔ نظارہ آموز: دیکھنے یعنی مشاہدہ کا ڈھنگ سکھانے والی۔ نگاہِ نکتہ بیں: باریکیوں یا بھیدوں کو دیکھنے والی نگاہ۔ گیسوئے اردو: اُردو کی زلفیں، یعنی اُردو زبان۔ منت پذیر: احسان مند۔ شانہ: کنگھی۔ شمع: مراد اُردو زبان۔ سودائی: مشتاق۔ دل سوزیِ پروانہ: مراد پتنگے کی محبت۔ جہان آباد: دہلی کا پرانا نام۔ گہوارہ: مرکز، تربیت گاہ۔ نالۂ خاموش: ایسی فریاد جس میں آواز نہ ہو۔ بام و در: چھت اور دروازے۔ شمس و قمر: سورج اور چاند، مراد بڑی بڑی ہستیاں۔ گہر: گوہر یعنی علم و فضل والے۔ فخرِ روزگار: زمانے کے لیے فخر کا باعث۔ موتی: مراد شخصیت۔ آبدار: چمک دار، مراد عظمت والا۔ ایسا بھی ہے؟: مراد نہیں ہے۔

ابرِ کوہسار

ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا
ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
کبھی صحرا، کبھی گلزار ہے مسکن میرا
شہر و ویرانہ مرا، بحر مرا، بَن میرا
کسی وادی میں جو منظور ہو سونا مجھ کو
سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو
مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے دُر افشاں ہونا
ناقۂ شاہدِ رحمت کا حُدی خواں ہونا
غم زدائے دلِ افسردۂ دہقاں ہونا
رونقِ بزمِ جوانانِ گلستاں ہونا
بن کے گیسو رُخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہوں

دُور سے دیدۂ اُمید کو ترساتا ہوں
کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
سَیر کرتا ہُوا جس دم لبِ جو آتا ہوں
بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں

سبزۂ مزرعِ نوخیز کی اُمید ہُوں میں
زادۂ بحر ہوں، پروردۂ خورشید ہُوں میں

چشمۂ کوہ کو دی شورشِ قُلزُم میں نے
اور پرندوں کو کیا محوِ ترنّم میں نے
سر پہ سبزے کے کھڑے ہو کے کہا قُم میں نے
غنچۂ گُل کو دیا ذوقِ تبسّم میں نے

فیض سے میرے نمونے ہیں شبستانوں کے
جھونپڑے دامنِ کُہسار میں دہقانوں کے

ابرِ کوہسار: پہاڑ کا بادل۔ فلک بوس: آسمان کو چومنے والا، بہت بلند۔ نشیمن: ٹھکانا، مسکن۔ گُل پاش: پھول بکھیرنے والا۔ گلزار: جہاں گلاب کے پھول زیادہ ہوں، باغ۔ بَن: جنگل۔ سبزۂ کوہ: پہاڑ پر اُگا ہوا سبزہ۔ مخمل کا بچھونا: مراد نرم آرام دہ بچھونا۔ دُرافشاں: موتی بکھیرنے والا۔ ناقہ: اونٹنی۔ شاہدِ رحمت: رحمت کا محبوب مراد رحمت۔ حُدی خواں: قافلے کے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے خاص قسم کے اشعار پڑھنے والا۔ غم زدا: دُکھ مٹانے والا۔ دلِ افسردہ: بجھا ہوا مایوس دل۔ دہقان: کسان۔ جوانانِ گلستان: مراد پھول۔ گیسو: زلفیں، سیاہ رنگ کی طرف اشارہ۔ رُخِ ہستی: زندگی/دنیا کا چہرہ۔ موجۂ صرصر: آندھی کی لہر۔ سنور جانا: مراد سلیقے سے سمٹ جانا۔ دیدۂ اُمید: وہ آنکھیں جو بارش کی آس لگائے ہوتی ہیں۔ لبِ جو: ندی کا کنارہ۔ بالیاں: جمع بالی، کانوں کے بُندے۔ مزرع: کھیتی۔ نوخیز: نئی نئی اُگی ہوئی۔ زادۂ بحر: سمندر کی اولاد۔ پروردۂ خورشید: جسے سورج نے پالا ہو۔ شورشِ قلزم: سمندر کا سا اونچا شور۔ محوِ ترنم: مراد چہچہانے میں مصروف۔ قُم: اُٹھ کھڑا ہو۔ ذوقِ تبسم: مسکرانے یعنی کھلنے کا شوق۔ شبستانوں: جمع شبستان، رات گزارنے کی جگہیں۔ دامنِ کہسار: پہاڑ کا پہلو۔

ایک مکڑا اور مکھی

(ماخوذ)

بچّوں کے لیے

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا
اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمھارا
لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت
بُھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھّا
غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے
اپنوں سے مگر چاہیے یوں کِھنچ کے نہ رہنا
آؤ جو مرے گھر میں تو عزّت ہے یہ میری
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا
مکھی نے سُنی بات جو مکڑے کی تو بولی
حضرت! کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا
اس جال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے
جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا، پھر نہیں اُترا

مکڑے نے کہا واہ! فریبی مجھے سمجھے
تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا
منظور تمہاری مجھے خاطر تھی وگرنہ
کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا
اُڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے
ٹھہرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں بُرا کیا!
اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں
باہر سے نظر آتا ہے چھوٹی سی یہ کُٹیا
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے
دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے
ہر شخص کو ساماں یہ میسّر نہیں ہوتا
مکھی نے کہا خیر، یہ سب ٹھیک ہے لیکن
میں آپ کے گھر آؤں، یہ اُمید نہ رکھنا
ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اُٹھ نہیں سکتا
مکڑے نے کہا دل میں، سُنی بات جو اُس کی
پھانسوں اسے کس طرح یہ کم بخت ہے دانا

سَو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں

دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا

یہ سوچ کے مکھی سے کہا اُس نے بڑی بی!

اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رُتبا

ہوتی ہے اُسے آپ کی صورت سے محبت

ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا

آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں

سَر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا

یہ حُسن، یہ پوشاک، یہ خوبی، یہ صفائی

پھر اس پہ قیامت ہے یہ اُڑتے ہوئے گانا

مکھی نے سُنی جب یہ خوشامد تو پسیجی

بولی کہ نہیں آپ سے مجھ کو کوئی کھٹکا

انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں بُرا میں

سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا

یہ بات کہی اور اُڑی اپنی جگہ سے

پاس آئی تو مکڑے نے اُچھل کر اُسے پکڑا

بھوکا تھا کئی روز سے، اب ہاتھ جو آئی

آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اُڑایا

ٹکڑا: چالاکی کر اس میں رہنے والا کیڑا. کُٹیا: جھونپڑی. قسمت جاگنا: اچھے دن آنا. غیر: اجنبی/ ناواقف لوگ. کھنچ کے رہنا: دور دور رہنا. منظور ہونا: پسند آنا، چاہنا. نادان: بے سمجھ، کم عقل. جال میں آنا: دھوکے میں آنا. نہیں اُترا: مراد نہیں بچا. فریبی: دھوکا دینے والا. خاطر: تواضع، دعوت، آؤ بھگت. دکھانے کی چیزیں: مراد اچھی/ خوبصورت چیزیں. باریک پردے: پتلے نازک پردے. میسر ہونا: حاصل ہونا. اُٹھ نہیں سکتا: یعنی مارا جاتا ہے. پھانسنا: قابو میں لانا. کم بخت: بدنصیب (نفرت کے طور پر کہا). دانا: عقل سمجھ والی. بڑی بی: عزت کے طور پر یہ کہا. رُتبا: رُتبہ، شان، عزت. لڑیاں: جمع کی، باریک سا لکڑا. کلغی: تاج. پوشاک: لباس. سجانا: خوبصورت بنانا، سجاوٹ کی چیزیں لگانا. بیچی: نرم پڑ گئی. کھٹکا: ڈر. دل توڑنا: مایوس کر دینا.

ایک پہاڑ اور گلہری

(ماخوذ از ایمرسن)

بچّوں کے لیے

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے
ذرا سی چیز ہے، اس پر غرور، کیا کہنا
یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور، کیا کہنا!
خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں
جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں
تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے
جو بات مجھ میں ہے، تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں، جانور غریب کہاں!
کہا یہ سُن کے گلہری نے، مُنہ سنبھال ذرا
یہ کچی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا

جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا
نہیں ہے تُو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، یہ اُس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اُس نے
قدم اُٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
نِری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تجھ میں
جو تُو بڑا ہے تو مجھ سا ہُنر دِکھا مجھ کو
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دِکھا مجھ کو

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قُدرت کے کارخانے میں

گلہری: چوہے سے ملتا جلتا مٹیلے سفید رنگ کا جانور۔ پانی میں ڈوب مرنا: مراد شرم/غیرت سے مر جانا۔ کیا کہنا: مراد یہ کہ بہت بُری بات ہے۔ شعور: دانائی، سمجھنے کی اہلیت یا چیز: ذلیل، حقیر۔ چیز بن بیٹھنا: خود کو بڑا سمجھنا۔ خدا کی شان ہے: بہت عجیب بات ہے۔ بے شعور: نا سمجھ۔ باتمیز: تہذیب والا/والی۔ بساط: حیثیت۔ پست: نیچے یعنی ذلیل۔ آن بان: ٹھاٹھ باٹھ، شان و شوکت۔ نصیب کہاں: حاصل نہیں۔ منہ سنبھالنا: زبان کو قابو میں رکھنا۔ کچی باتیں: فضول باتیں۔ دل سے نکالنا: خیال میں نہ لانا۔ کیا پروا: کوئی فکر نہیں۔ پیدا: ظاہر۔ قدم اُٹھانا: چلنا۔ نِری: خالی خولی۔ چھالیا: سپاری کی ڈلی جو کتر کر پان میں رکھتے ہیں۔ قدرت کا کارخانہ: مراد خدا کی کاریگری اور صنعت کی نشانیاں۔

ایک گائے اور بکری

(ماخوذ)

بچّوں کے لیے

اِک چراگہ ہری بھری تھی کہیں
تھی سراپا بہار جس کی زمیں

کیا سماں اُس بہار کا ہو بیاں
ہر طرف صاف ندیاں تھیں رواں

تھے اناروں کے بے شمار درخت
اور پیپل کے سایہ دار درخت

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں
طائروں کی صدائیں آتی تھیں

کسی ندی کے پاس اک بکری
چرتے چرتے کہیں سے آ نکلی

جب ٹھہر کر اِدھر اُدھر دیکھا
پاس اک گائے کو کھڑے پایا

پہلے جھک کر اُسے سلام کیا
پھر سلیقے سے یوں کلام کیا

کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں
گائے بولی کہ خیر اچھے ہیں

کٹ رہی ہے بُری بھلی اپنی
ہے مصیبت میں زندگی اپنی

جان پر آ بنی ہے، کیا کہیے
اپنی قسمت بُری ہے، کیا کہیے

دیکھتی ہوں خدا کی شان کو میں
رو رہی ہوں بُروں کی جان کو میں

زور چلتا نہیں غریبوں کا
پیش آیا لکھا نصیبوں کا

آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے
اس سے پالا پڑے، خدا نہ کرے

دُودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے
ہوں جو دُبلی تو بیچ کھاتا ہے

ہتھکنڈوں سے غلام کرتا ہے
کِن فریبوں سے رام کرتا ہے

اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں
دُودھ سے جان ڈالتی ہوں میں

بدلے نیکی کے یہ بُرائی ہے
میرے اللہ! تری دُہائی ہے

سُن کے بکری یہ ماجرا سارا
بولی، ایسا گِلہ نہیں اچھا

بات سچّی ہے بے مزا لگتی
میں کہوں گی مگر خدا لگتی

یہ چراگہ، یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
یہ ہری گھاس اور یہ سایا

ایسی خوشیاں ہمیں نصیب کہاں
یہ کہاں، بے زباں غریب کہاں!

یہ مزے آدمی کے دَم سے ہیں
لطف سارے اسی کے دَم سے ہیں

اس کے دَم سے ہے اپنی آبادی
قید ہم کو بھلی کہ آزادی!

سَو طرح کا بَنوں میں ہے کھٹکا
واں کی گُزران سے بچائے خدا

ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا
ہم کو زیبا نہیں گلا اس کا

قدر آرام کی اگر سمجھو
آدمی کا کبھی گلہ نہ کرو

گائے سُن کر یہ بات شرمائی
آدمی کے گلے سے پچھتائی

دل میں پرکھا بھلا بُرا اُس نے
اور کچھ سوچ کر کہا اُس نے

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی

چراگہ: گھاس والی جگہ جہاں جانور چرتے ہیں۔ کہیں: کسی جگہ۔ سراپا: پوری طرح۔ بہار: مراد سرسبز، تازہ سماں: نظارہ۔ رواں: جاری، بہنے کی حالت۔ طائروں: جمع طائر، پرندے۔ سایہ دار: مراد بہت زیادہ پتوں والا جن کے سبب نیچے دھوپ نہیں پڑتی۔ چرتے چرتے: گھاس کھاتے کھاتے۔ آنکلنا: اتفاق سے یا اچانک آجانا۔ جھک کر: مراد ادب سے۔ سلیقہ: اچھا طریقہ۔ خیر: شکر ہے ہاں۔ بُری بھلی: جس میں پوری طرح سکون حاصل نہ ہو۔ جان پر آبننا: بہت تکلیف/عذاب میں ہونا۔ کیا کہیے: کیا بتاؤں۔ خدا کی شان دیکھنا: خدا کی بے نیازی پر سوچنا۔ بُروں کی جان کو رونا: ظالموں کو بددعائیں دینا۔ زور چلنا: بس/قابو چلنا۔ پیش آنا: سامنے آنا۔ پالا پڑنا: واسطہ ہونا۔ بڑبڑانا: چپکے چپکے بُرا بھلا کہنا۔ ہتھکنڈے: جمع ہتھکنڈا، چالاکیاں۔ غلام کرنا: قابو میں کرنا، خدمتگار رکھنا۔ رام کرنا: قابو میں لانا، فرماں بردار بنانا۔ جان ڈالنا: صحتمند بنانا۔ ماجرا: قصہ/باتیں۔ بے مزہ لگنا: اچھی نہ لگنا۔ خدا لگتی کہنا: سچی، انصاف کی بات کہنا۔ چراگہ: چراگاہ، سبزہ زار۔ نصیب کہاں: حاصل نہیں ہیں۔ بے زباں: مراد جانور۔ آدمی کے دم سے: انسان کی وجہ سے۔ لطف: مزہ، مزے۔ بھلی: اچھی طرح۔ قسم: بَنوں: جمع بَن، جنگل۔ کھٹکا: ڈر۔ واں: وہاں، یعنی جنگل۔ گزران: وقت گزارنا۔ احسان: مہربانی۔ زیبا: اچھا۔ قدر: قیمت، اہمیت۔ پچھتائی: شرمندہ ہوئی۔ پرکھا: جانچا۔ بھلا: اچھا۔ ذات: وجود، جنس۔ دل کو لگنا: دل پر اثر کرنا/اچھا لگنا۔

بچے کی دعا

(ماخوذ)

بچّوں کے لیے

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

دُور دنیا کا مرے دَم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

ہو مرے دَم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یا رب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب!

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے، ضعیفوں سے محبت کرنا

مرے اللہ! بُرائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو، اُس رہ پہ چلانا مجھ کو

تمنا: خواہش، آرزو۔ کی صورت: کی طرح۔ دَم: کوشش، جستجو۔ اُجالا: روشنی۔ زینت: خوبصورتی، نکھار۔ پروانہ: چھوٹا سا کیڑا جو روشنی حاصل کرنے کی خاطر جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ حمایت کرنا: مدد کرنا۔ دردمند: دُکھی لوگ۔

ہمدردی

(ماخوذ از ولیم کوپر)

بچّوں کے لیے

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا — بُلبل تھا کوئی اُداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی — اُڑنے چُگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک — ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سُن کر بُلبل کی آہ و زاری — جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہُوں مدد کو جان و دل سے — کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری — مَیں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل — چمکا کے مجھے دِیا بنایا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھّے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

شجر: درخت۔ آشیاں: گھونسلا، آشیانہ۔ آہ و زاری: رونا پیٹنا۔ جہان: دُنیا۔

ماں کا خواب

(ماخوذ)

بچّوں کے لیے

میں سوئی جو اِک شب تو دیکھا یہ خواب
بڑھا اور جس سے مرا اِضطراب

یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں
اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں

لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال
قدم کا تھا دہشت سے اُٹھنا محال

جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی
تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی

زُمرّد سی پوشاک پہنے ہوئے
دِیے سب کے ہاتھوں میں جلتے ہوئے

وہ چُپ چاپ تھے آگے پیچھے رواں
خدا جانے جانا تھا اُن کو کہاں

اِسی سوچ میں تھی کہ میرا پِسر
مجھے اُس جماعت میں آیا نظر

وہ پیچھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا
دِیا اُس کے ہاتھوں میں جلتا نہ تھا

کہا میں نے پہچان کر، میری جاں!
مجھے چھوڑ کر آ گئے تم کہاں؟

جُدائی میں رہتی ہوں مَیں بے قرار
پروتی ہوں ہر روز اشکوں کے ہار

نہ پروا ہماری ذرا تم نے کی
گئے چھوڑ، اچھی وفا تم نے کی!

جو بچّے نے دیکھا مرا پیچ و تاب
دیا اُس نے مُنہ پھیر کر یوں جواب

رُلاتی ہے تجھ کو جدائی مری
نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری

یہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک چُپ رہا
دِیا پھر دکھا کر یہ کہنے لگا

سمجھتی ہے تُو ہو گیا کیا اسے؟
ترے آنسوؤں نے بُجھایا اسے!

شب: رات۔ اضطراب: پریشانی۔ محال: بہت مشکل، ناممکن۔ زمُرّد: سبز رنگ کا ہیرا، مراد سبز رنگ۔ پاسر: بیٹا۔
اشکوں: اشک کی جمع، آنسو۔ پیچ و تاب: گھبراہٹ، پریشانی۔

پرندے کی فریاد

بچّوں کے لیے

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانا
وہ باغ کی بہاریں، وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا، اپنی خوشی سے جانا
لگتی ہے چوٹ دل پر، آتا ہے یاد جس دَم
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مُسکرانا
وہ پیاری پیاری صورت، وہ کامنی سی مورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانا
آتی نہیں صدائیں اُس کی مرے قفس میں
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں!

کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں وطن میں، مَیں قید میں پڑا ہوں
آئی بہار، کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں
میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

اس قید کا الٰہی! دُکھڑا کسے سُناؤں
ڈر ہے یہیں قفس میں مَیں غم سے مر نہ جاؤں

جب سے چمن چُھٹا ہے، یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے، غم دل کو کھا رہا ہے
گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سُننے والے
دُکھتے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

آزاد مجھ کو کر دے، او قید کرنے والے!
میں بے زباں ہوں قیدی، تو چھوڑ کر دُعا لے

کہاں: مراد نہیں ہیں۔ دل پہ چوٹ لگنا: بہت دُکھ پہنچنا۔ شبنم کے آنسو: اوس کے قطرے۔ مُسکرانا: کِھلنا۔ کامنی: حسین و نازک۔ مُورت: صورت، شکل۔ آشیانا: آشیانہ، گھونسلا۔ قفس: پنجرہ۔ اے کاش: افسوس کرنا / خدا کرتا کہ۔ بَس: اختیار۔ تڑپنا: ملنے کے شوق میں پھڑکنا۔ کلیوں کا ہنسنا: کلیوں کا کِھلنا۔ قسمت کو رونا: مراد بدقسمتی پر دُکھ کا اظہار کرنا۔ چُھٹنا: دُور ہونا۔

خُفتگانِ خاک سے اِستفسار

مہرِ روشن چھپ گیا، اُٹھی نقابِ رُوئے شام
شانۂ ہستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسوئے شام
یہ سیہ پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے
محفلِ قدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے
کر رہا ہے آسماں جادُو لبِ گفتار پر
ساحرِ شب کی نظر ہے دیدۂ بیدار پر
غوطہ زن دریائے خاموشی میں ہے موجِ ہَوا
ہاں، مگر اک دُور سے آتی ہے آوازِ دَرا
دل کہ ہے بے تابیِ اُلفت میں دنیا سے نفُور
کھینچ لایا ہے مجھے ہنگامۂ عالم سے دُور
منظرِ حرماں نصیبی کا تماشائی ہُوں میں
ہم نشینِ خُفتگانِ کُنجِ تنہائی ہُوں میں

تھم ذرا بے تابیِ دل! بیٹھ جانے دے مجھے
اور اس بستی پہ چار آنسو گرانے دے مجھے

اے مۓ غفلت کے سرمستو! کہاں رہتے ہو تم؟
کچھ کہو اُس دیس کی آخر، جہاں رہتے ہو تم

وہ بھی حیرت خانۂ امروز و فردا ہے کوئی؟
اور پیکارِ عناصر کا تماشا ہے کوئی؟

آدمی واں بھی حصارِ غم میں ہے محصور کیا؟
اُس ولایت میں بھی ہے انساں کا دل مجبور کیا؟

واں بھی جل مرتا ہے سوزِ شمع پر پروانہ کیا؟
اُس چمن میں بھی گُل و بُلبل کا ہے افسانہ کیا؟

یاں تو اک مصرع میں پہلو سے نکل جاتا ہے دل
شعر کی گرمی سے کیا واں بھی پگھل جاتا ہے دل؟

رشتہ و پیوند یاں کے جان کا آزار ہیں
اُس گلستاں میں بھی کیا ایسے نُکیلے خار ہیں؟

اِس جہاں میں اک معیشت اور سَو اُفتاد ہے
رُوح کیا اُس دیس میں اِس فکر سے آزاد ہے؟

کیا وہاں بجلی بھی ہے، دہقاں بھی ہے، خرمن بھی ہے؟
قافلے والے بھی ہیں، اندیشۂ رہزن بھی ہے؟

تنکے چُنتے ہیں وہاں بھی آشیاں کے واسطے؟
خِشت و گِل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے؟

واں بھی انساں اپنی اصلیت سے بیگانے ہیں کیا؟
امتیازِ ملّت و آئیں کے دیوانے ہیں کیا؟

واں بھی کیا فریادِ بُلبل پر چمن روتا نہیں؟
اِس جہاں کی طرح واں بھی دردِ دل ہوتا نہیں؟

باغ ہے فردوس یا اک منزلِ آرام ہے؟
یا رُخِ بے پردۂ حُسنِ ازل کا نام ہے؟

کیا جہنّم معصیت سوزی کی اک ترکیب ہے؟
آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصدِ تادیب ہے؟

کیا عوض رفتار کے اُس دیس میں پرواز ہے؟
موت کہتے ہیں جسے اہلِ زمیں، کیا راز ہے؟

اضطرابِ دل کا ساماں یاں کی ہست و بُود ہے
علمِ انساں اُس ولایت میں بھی کیا محدود ہے؟

دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجُور بھی؟
'لن ترانی' کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طُور بھی؟

جستجو میں ہے وہاں بھی رُوح کو آرام کیا؟
واں بھی انساں ہے قتیلِ ذوقِ اِستفہام کیا؟

آہ! وہ کشور بھی تاریکی سے کیا معمور ہے؟
یا محبت کی تجلّی سے سراپا نُور ہے؟
تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گرداں میں ہے
موت اِک چُبھتا ہوا کانٹا دلِ انساں میں ہے

خفتگان: جمع خفتہ، سوئے ہوئے، مُراد مُردے۔ خاک: مٹی، مُراد قبر۔ استفسار: سوال۔ مہرِ روشن: چمکتا ہوا سورج۔ رُوئے شام: شام کا چہرہ۔ شانۂ ہستی: مُراد کائنات کا کندھا۔ گیسوئے شام: رات کی زلفیں۔ سیہ پوشی: کالا لباس پہننے کی حالت۔ خورشید: سورج۔ لبِ گفتار: بولنے والے ہونٹ۔ جادو کرنا: اشارہ ہے نیند کی طرف۔ ساحرِ شب: رات کا جادوگر۔ دیدۂ بیدار: جاگتی ہوئی آنکھیں۔ غوطہ زن: ڈبکی لگانے والا۔ دریائے خاموشی: مُراد رات کے وقت ہر طرف چھائی ہوئی خاموشی۔ آوازِ درا: گھنٹے کی آواز۔ بیتابیِ اُلفت: محبت کے سبب ہونے والی بے چینی۔ نفور: نفرت کرنے والا۔ ہنگامۂ عالم: اِس دنیا کا شور شرابا۔ حرماں نصیبی: نامُرادی کی قسمت۔ کنجِ تنہائی: الگ تھلگ رہنے کا کونا۔ تھم: رُک۔ چار آنسو گرنا: تھوڑی دیر تک رونا۔ مئے غفلت: بے ہوشی کی شراب، غفلت مُراد موت۔ سرمستو: سرمست کی جمع، مدہوش لوگو یعنی مُردو۔ دیس: مُلک۔ حیرت خانۂ امروز و فردا: آج اور آنے والے کل کی حیرتوں کا گھر، مُراد یہ دنیا جہاں وقت بدلتا رہتا اور انقلاب آتے رہتے ہیں۔ پیکارِ عناصر: مُراد آگ، پانی، مٹی، ہوا کا آپس میں ٹکراؤ جو پیدائش یا فنا کا سبب بنتا ہے۔ حصار: قلعہ، چار دیواری۔ محصور: گھرا ہوا، قید۔ ولایت: مُلک۔ سوز: جلنے کی حالت۔ مصرع: شعر کا ایک ٹکڑا۔ دل پہلو سے نکل جانا: دل کا تڑپ اُٹھنا۔ شعر کی گرمی: شعر میں جذبے اُبھارنے والی تاثیر۔ رشتہ و پیوند: رشتے داریاں اور آپس کے تعلقات۔ یاں کے: اِس دنیا کے۔ جان کا آزار: روح کے لیے تکلیف کا باعث۔ نکیلے خار: نوکیلے/تیز کانٹے۔ معیشت: مراد زندگی۔ سَو اُفتاد: کئی مصیبتیں۔ خرمن: غلّے کا ڈھیر۔ خشت و گل: اینٹ اور مٹی جس سے عمارت بناتے ہیں۔ دردِ دل: ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ۔ فردوس: جنت۔ منزلِ آرام: آرام کرنے کا ٹھکانا۔ رُخِ بے پردہ: مراد کھلا چہرہ۔ حُسنِ ازل: قدرت کا حسن۔ معصیت سوزی: گناہ جلانے کا عمل۔ مقصدِ تادیب: ادب سکھانے/ تنبیہ کی غرض۔ رفتار: زمین پر چلنا۔ ہست و بود: مراد موجودات کی دنیا، یہ کائنات۔ محدود: مراد تھوڑا/ مختصر۔ دید: مراد محبوبِ حقیقی کا دیدار۔ مہجور: ہجر/ فراق کا شکار۔ لن ترانی: تو مجھے نہیں دیکھ سکتا (کوہ طور پر حضرت موسیٰ کی درخواست پر خدا کا جواب)۔ طور: طورِ سینا، مذکورہ پہاڑ۔ جستجو: تلاش۔ قتیل: مراد جان چھڑکنے والا۔ ذوقِ استفہام: سوال کرنے، پوچھنے یعنی تلاش و جستجو کا شوق۔ کشور: مُلک۔ معمور: بھری ہوئی۔ سراپا: پورے طور پر۔ گنبدِ گرداں: مراد آسمان۔ چبھتا ہوا کانٹا: ایسا خیال/ سوال جو دل کو بے چین رکھتا ہو

شمع و پروانہ

پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع! پیار کیوں؟
یہ جانِ بے قرار ہے تجھ پر نثار کیوں؟
سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے
آدابِ عشق تُو نے سِکھائے ہیں کیا اسے؟
کرتا ہے یہ طواف تری جلوہ گاہ کا
پُھونکا ہُوا ہے کیا تری برقِ نگاہ کا؟
آزارِ موت میں اسے آرامِ جاں ہے کیا؟
شعلے میں تیرے زندگیِ جاوِداں ہے کیا؟
غم خانۂ جہاں میں جو تیری ضیا نہ ہو
اس تُفتہ دل کا نخلِ تمنا ہرا نہ ہو
گِرنا ترے حضور میں اس کی نماز ہے
ننھے سے دل میں لذّتِ سوز و گداز ہے

کچھ اس میں جوشِ عاشقِ حُسنِ قدیم ہے
چھوٹا سا طُور تُو، یہ ذرا سا کلیم ہے

پروانہ، اور ذوقِ تماشائے روشنی
کیڑا ذرا سا، اور تمنّائے روشنی!

جانِ بیقرار: محبت کے سبب بے چین روح۔ سیماب وار: پارے کی طرح، مراد ہر گھڑی بے چین۔ جلوہ گاہ: مراد روشنی کی جگہ۔ پھونکا ہوا: جلایا ہوا۔ برقِ نگاہ: نگاہوں کی بجلی۔ آزار: تکلیف، دُکھ۔ آرامِ جاں: روح کا سکون۔ زندگیِ جاوداں: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی۔ غم خانۂ جہاں: مراد یہ دنیا جو دکھوں کا گھر ہے۔ تفتہ دل: جس کا دل جلا ہو، مراد عاشق۔ نخلِ تمنا: خواہش کا درخت۔ ہرا ہونا: سرسبز ہونا، مراد آرزو پوری ہونا۔ حضور: خدمت۔ لذتِ سوز و گداز: عشق کی تپش اور گرمی کا مزہ۔ حُسنِ قدیم: مراد محبوبِ حقیقی کا حسن و جمال۔ کلیم: مراد حضرت موسیٰؑ جیسا۔ تماشائے روشنی: روشنی دیکھنے کا عمل۔

عقل و دِل

عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا
بھُولے بھٹکے کی رہنما ہُوں میں
ہُوں زمیں پر، گزر فلک پہ مرا
دیکھ تو کس قدر رسا ہُوں میں
کام دنیا میں رہبری ہے مرا
مثلِ خضرِ خجستہ پا ہُوں میں
ہُوں مُفسِّر کتابِ ہستی کی
مظہرِ شانِ کبریا ہُوں میں
بوند اک خون کی ہے تُو لیکن
غیرتِ لعلِ بے بہا ہُوں میں
دل نے سُن کر کہا یہ سب سچ ہے
پر مجھے بھی تو دیکھ، کیا ہُوں میں
رازِ ہستی کو تُو سمجھتی ہے
اور آنکھوں سے دیکھتا ہُوں میں

ہے تجھے واسطہ مظاہر سے
اور باطن سے آشنا ہُوں میں

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے
تُو خدا جُو، خدا نما ہُوں میں

علم کی انتہا ہے بے تابی
اس مرض کی مگر دوا ہُوں میں

شمع تُو محفلِ صداقت کی
حُسن کی بزم کا دِیا ہُوں میں

تُو زمان و مکاں سے رشتہ بپا
طائرِ سِدرہ آشنا ہُوں میں

کس بلندی پہ ہے مقام مرا
عرش ربِّ جلیل کا ہُوں میں!

رَسا: پہنچنے والی/والا۔ خضر: روایتی ولی جو بھولے ہوؤں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ خجستہ پا: مبارک قدموں والا۔ کتابِ ہستی: مراد زندگی کی کتاب۔ مظہر: ظاہر ہونے کی جگہ۔ شانِ کبریا: خدا کی شان/عظمت۔ لعلِ بے بہا: بہت قیمتی لعل (قیمتی پتھر)۔ مظاہر: جمع مظہر، مراد نظر آنے والی چیزیں۔ خدا جو: خدا کو تلاش کرنے والی۔ خدا نما: خدا کا پتا بتانے والا۔ مرض: بیماری، مراد حقیقتِ مطلقہ تک پہنچ نہ ہونا۔ محفلِ صداقت: حقیقت کی بزم۔ حُسن: مراد محبوبِ حقیقی کا حسن و جمال۔ رشتہ بپا: جس کے پاؤں میں دھاگا بندھا ہو، ایسا پرندہ جو خاص حد تک اُڑ سکے۔ طائر: پرندہ۔ سدرہ آشنا: جو حضرت جبرئیل کے ٹھکانے سے واقف ہو۔ ربِّ جلیل: بڑی عظمت والا خدا۔

صدائے درد

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے اے محیطِ آبِ گنگا تُو مجھے
سرزمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا، یاں تو اک قُربِ فراق انگیز ہے
بدلے یک رنگی کے یہ نا آشنائی ہے غضب
ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب
جس کے پھولوں میں اخوّت کی ہَوا آئی نہیں
اُس چمن میں کوئی لطفِ نغمہ پیرائی نہیں
لذّتِ قُربِ حقیقی پر مِٹا جاتا ہُوں میں
اِختلاطِ موجہ و ساحل سے گھبراتا ہُوں میں
دانۂ خرمن نما ہے شاعرِ مُعجز بیاں
ہو نہ خرمن ہی تو اس دانے کی ہستی پھر کہاں

حُسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل ہی نہ ہو
شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو
ذوقِ گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں
میرے آئینے سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں

کب زباں کھولی ہماری لذّتِ گفتار نے!
پھونک ڈالا جب چمن کو آتشِ پیکار نے

کل نہ پڑنا: چین نہ آنا، بیقراری۔ کسی پہلو: کسی طرح بھی۔ محیط: دریا کا پاٹ۔ آبِ گنگا: دریائے گنگا، ہندوؤں کا بہت مقدس دریا۔ قیامت کی: بیحد، بہت زیادہ۔ نفاق انگیز: آپس میں پھوٹ/ نا اتفاقی ڈالنے والی۔ قُربِ فراق آمیز: ایسی نزدیکی جس میں دُوری شامل ہو (ہندوؤں اور مسلمانوں میں نا چاقی کی طرف اشارہ ہے)۔ غضب ہے: دُکھ کی بات ہے۔ خرمن: کھلیان، غلّے کا ڈھیر۔ نغمہ پیرائی: ترانہ/ گیت گانا یا سنانا۔ قُربِ حقیقی: مراد صحیح معنوں میں دوستی/ بھائی چارہ۔ مٹا جانا: کسی چیز/ بات سے بیحد لگاؤ ہونا۔ اختلاط: باہم ملنا/ ٹکرانا۔ موجہ و ساحل: لہر اور کنارہ۔ دانۂ خرمن نما: ایسا دانہ جس سے پورے کھلیان کا پتا چل جائے (دانہ مراد شاعر اور خرمن مراد قوم)۔ شاعرِ معجز بیاں: معجزے کی سی فصیح شاعری کرنے والا۔ مائل: توجہ کرنے/ دیکھنے والا۔ خود نما: اپنے حُسن کی نمائش کرنے والا۔ ذوقِ گویائی: بولنے کا شوق/ اشتیاق۔ جوہر: مراد چمک دمک۔ زبان کھولنا: بولنا۔ لذّتِ گفتار: بولنے کا مزہ۔ پھونک ڈالا: جلا ڈالا۔ آتشِ پیکار: مراد دو قوموں (ہندو، مسلم) کی باہمی دشمنی۔

آفتاب

(ترجمہ گایتری)

اے آفتاب! رُوح و روانِ جہاں ہے تُو
شیرازہ بندِ دفترِ کون و مکاں ہے تُو
باعث ہے تُو وجود و عدم کی نمود کا
ہے سبز تیرے دَم سے چمن ہست و بود کا
قائم یہ عُنصروں کا تماشا تجھی سے ہے
ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے
ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے
تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے
وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے
دل ہے، خرد ہے، روحِ رواں ہے، شعور ہے
اے آفتاب! ہم کو ضیائے شعور دے
چشمِ خرد کو اپنی تجلّی سے نور دے

ہے محفلِ وجود کا ساماں طراز تُو
یزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تُو
تیرا کمال ہستیِ ہر جاندار میں
تیری نمود سلسلۂ کوہسار میں
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تُو
زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تُو
نے ابتدا کوئی نہ کوئی انتہا تری
آزادِ قیدِ اوّل و آخر ضیا تری

گایتری: ہندوؤں کی مقدس کتاب رگ وید کی ایک بہت قدیم اور مشہور دعا. روح و رواں: مراد جس پر انسانی زندگی کا دارو مدار ہے. شیرازہ بند: مراد کائنات کے انتظام کو مضبوط بنانے والا. دفترِ کون و مکاں: مراد یہ کائنات جس کے مختلف جز ہیں. باعث: وجہ. نمود: ظاہر ہونے کی حالت. ہست و بود: کائنات، دنیا. تقاضا: صلاحیت، اہلیت. جلوہ گری: ظاہر ہونے کی کیفیت. ثبات: مراد زندگی. سوز و ساز: مراد تپش اور گرمی. ضیائے شعور: سمجھ بوجھ کی روشنی. محفلِ وجود: مراد کائنات. ساماں طراز: مراد انتظام/بندوبست کرنے والا. یزداں: اچھائیوں کا خدا. نشیب و فراز: مراد زمین اور اوپر کی دنیا. ہستی: زندگی. سلسلۂ کوہسار: پہاڑوں کی قطار. پروردگار: پالنے والا. زائیدگانِ نور: نور/روشنی سے پیدا ہونے والے، ہندوؤں کے دیوتا. تاجدار: بادشاہ. قیدِ اوّل و آخر: یعنی ابتدا اور انتہا کی پابندی.

شمع

بزمِ جہاں میں مَیں بھی ہوں اے شمع! دردمند
فریاد در گرہ صفَتِ دانۂ سپند
دی عشق نے حرارتِ سوزِ درُوں تجھے
اور گل فروشِ اشکِ شفَق گوں کیا مجھے
ہو شمعِ بزمِ عیش کہ شمعِ مزار تُو
ہر حال اشکِ غم سے رہی ہمکنار تُو
یک بیں تری نظر صفَتِ عاشقانِ راز
میری نگاہ مایۂ آشوبِ امتیاز
کعبے میں، بُت کدے میں ہے یکساں تری ضیا
مَیں امتیازِ دیر و حرم میں پھنسا ہُوا
ہے شان آہ کی ترے دُودِ سیاہ میں
پوشیدہ کوئی دل ہے تری جلوہ گاہ میں؟

جلتی ہے تُو کہ برقِ تجلّی سے دُور ہے
بے درد تیرے سوز کو سمجھے کہ نور ہے
تُو جل رہی ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں
بینا ہے اور سوزِ دروں پر نظر نہیں
میں جوشِ اضطراب سے سیماب وار بھی
آگاہِ اضطرابِ دلِ بے قرار بھی
تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا
یہ آگہی مری مجھے رکھتی ہے بے قرار
خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتش کدے ہزار
یہ امتیازِ رفعت و پستی اسی سے ہے
گُل میں مہک، شراب میں مستی اسی سے ہے
بُستان و بُلبل و گل و بُو ہے یہ آگہی
اصلِ کشاکشِ من و تُو ہے یہ آگہی
صبحِ ازل جو حُسن ہُوا دلستانِ عشق
آوازِ 'کُن' ہوئی تپش آموزِ جانِ عشق
یہ حکم تھا کہ گلشنِ 'کُن' کی بہار دیکھ
ایک آنکھ لے کے خوابِ پریشاں ہزار دیکھ

مجھ سے خبر نہ پوچھ حجابِ وجود کی
شامِ فراق صبح تھی میری نمود کی

وہ دن گئے کہ قید سے مَیں آشنا نہ تھا
زیبِ درختِ طور مرا آشیانہ تھا

قیدی ہوں اور قفس کو چمن جانتا ہوں میں
غربت کے غم کدے کو وطن جانتا ہوں میں

یادِ وطن فسردگیِ بے سبب بنی
شوقِ نظر کبھی، کبھی ذوقِ طلب بنی

اے شمع! انتہائے فریبِ خیال دیکھ
مسجودِ ساکنانِ فلک کا مآل دیکھ

مضموں فراق کا ہوں، ثریا نشاں ہُوں میں
آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکاں ہُوں میں

باندھا مجھے جو اُس نے تو چاہی مری نمود
تحریر کر دیا سرِ دیوانِ ہست و بود

گوہر کو مُشتِ خاک میں رہنا پسند ہے
بندش اگرچہ سُست ہے، مضموں بلند ہے

چشمِ غلط نگر کا یہ سارا قصور ہے
عالَم ظہورِ جلوۂ ذوقِ شعور ہے

یہ سلسلہ زمان و مکاں کا، کمند ہے
طوقِ گلوئے حُسنِ تماشا پسند ہے

منزل کا اشتیاق ہے، گم کردہ راہ ہُوں
اے شمع! میں اسیرِ فریبِ نگاہ ہُوں

صیاد آپ، حلقۂ دامِ ستم بھی آپ
بامِ حرم بھی، طائرِ بامِ حرم بھی آپ!

میں حُسن ہوں کہ عشقِ سراپا گداز ہوں
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں

ہاں، آشنائے لب ہو نہ رازِ کُہن کہیں
پھر چھِڑ نہ جائے قصّۂ دار و رَسَن کہیں

بزمِ جہاں: مراد دنیا. فریاد در گرہ: مراد ہر وقت فریاد پر تیار. دانۂ سپند: وہ دانہ جسے جب آگ پر ڈالیں تو چٹخنے لگتا ہے. سوزِ دروں: جذبۂ عشق کی گرمی. گل فروشِ اشکِ شفق گوں: شفق کی طرح سُرخ آنسوؤں کے پھول بیچنے والا، یعنی محبوب سے دُوری کے سبب خون کے آنسو رونے والا. بزمِ عیش: مراد خوشیوں کی محفل. ہمکنار رہنا: بغلگیر / ساتھ ساتھ رہنا. یک بیں: مراد ہر جگہ ایک ہی طرح روشنی دینے والی. عاشقانِ راز: بھید / حقیقت کے عاشق. مایۂ آشوبِ امتیاز: تفریق پیدا کرنے کے فتنے کا سبب. دَیر و حرم: مندر اور کعبہ، ہندو اور مسلمان. آہ کی شان: مراد آہ کی سی کیفیت. دودِ سیاہ: کالا دھواں. جلوہ گاہ: مراد روشنی کی جگہ. برقِ تجلّی: جلوہ کی بجلی مراد محبوبِ حقیقی کا جلوہ. سوز: جلنے کی حالت. بینا: نظر والی. سوزِ دروں: عشق کے سبب دل کی تپش. جوشِ اضطراب: سخت بےچینی کی حالت. سیماب وار: پارے کی طرح. بے نیاز: یعنی محبوبِ حقیقی جو کسی کا محتاج نہیں. گداز: پگھلنے یعنی عشق میں گھُلنے کی حالت. خوابیدہ: سوئے ہوئے. شرر: چنگاری. آتشکدے: جمع آتش کدہ، آتش پرستوں کی عبادت گاہیں. رفعت: بلندی. بستان: بوستان، باغ. اصل:

بنیاں، جڑ۔کشاکش: کھینچا تانی۔من و تو: میں اور تو۔ دلستاں: دل لینے/چھیننے والا۔صبحِ ازل: کائنات کے وجود میں آنے سے بھی پہلے کی صبح۔آوازِ ''کن'': ہوجا کی آواز قرآنی آیت ہے خدا جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرماتا ہے''ہوجا'' اور وہ پیدا ہوجاتی ہے۔تپش آموز: عشق میں تڑپ سکھانے والی۔جانِ عشق: مراد عاشق کی روح۔خوابِ پریشاں: مراد خدا کی قدرت کے نظارے جو مختلف صورتوں میں ہیں۔حجابِ وجود: مراد ایسا پردہ جو وجود یعنی مخلوق اور خالق کے درمیان ہے۔میری: مراد انسان کی۔نمود: ظاہر ہونا، وجود میں آنا۔وہ دن گئے: وہ وقت/زمانہ گزر گیا۔درختِ طور: جس پر خدا نے حضرت موسیٰؑ کو اپنا جلوہ دکھایا۔قید: یعنی اس دنیا میں رہنا۔مکیں: انسان۔قفس: پنجرہ، مراد یہ دنیا۔غربت: پردیس، یہ دنیا۔وطن: مراد اصلی گھر۔فسردگی: افسردگی، اداسی۔فریبِ خیال: یعنی غلط فہمی۔مسجود: جسے سجدہ کیا جائے۔ساکنان: جمع ساکن، رہنے والے۔مآل: انجام فراق کا مضمون: مراد انسان جو اصل سے جدا ہے۔ثریا نشان: یعنی ثریا (خاص ستارے) کی طرح بلند لیکن دور (ایسا مضمون جو سمجھ سے باہر ہے)۔آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکاں: دنیا کی نظم لکھنے والے یعنی تنظیم کرنے والے کی طبیعت کی لے۔باندھا: یعنی مضمون پیدا کیا، انسان کو تخلیق کیا۔سرِ دیوانِ ہست و بود: کائنات کے دیوان (شعروں کا مجموعہ) کے شروع میں۔گوہر: موتی، روح۔مشتِ خاک: مٹی کی مٹھی، انسانی جسم۔بندش: شعر میں الفاظ کا استعمال۔مضمون بلند ہونا: شعر میں بیان کردہ مضمون عمدہ ہونا۔چشمِ غلط نگر: حقیقت کو صحیح طور پر نہ دیکھنے والی نگاہ/آنکھ۔عالم: دنیا۔ظہور: ظاہر ہونے کی حالت۔جلوۂ ذوقِ شعور: فہم اور سمجھ بوجھ کے ذوق/شوق کی تجلی۔زمان و مکاں: کائنات۔کمند: رسی کا پھندا۔طوقِ گلوئے حُسن: حُسن کے گلے/گردن کا طوق۔ تماشا پسند: دلچسپ چیزوں کو دیکھنے کا شوقین۔منزل: عالمِ بالا جو انسان کا اصل ٹھکانا ہے۔گم کردہ راہ: راستہ بھولا/بھٹکا ہوا۔فریبِ نگاہ: نظر کا دھوکا۔حلقۂ دامِ ستم: ظلم کے جال کا حلقہ۔بامِ حرم: کعبہ کی چھت۔عشقِ سراپا گداز: ایسا عشق جو سارے جسم کو پگھلا دے۔کھلتا نہیں: واضح/صاف نہیں ہوتا۔ناز: مراد محبوب۔نیاز: عاجزی، مراد عاشق۔آشنائے لب ہونا: زبان پر آنا۔رازِ کہن: پرانا بھید/حقیقت۔چھڑ جانا: شروع ہوجانا۔ قصۂ دار و رسن: رسی باندھ کر پھانسی کے تختے پر چڑھ جانے کی کہانی/واقعہ، اشارہ ہے منصور حلاج کی طرف۔

ایک آرزُو

دُنیا کی محفلوں سے اُکتا گیا ہوں یا رب!
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بُجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فِدا ہو

مرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

آزاد فکر سے ہُوں، عُزلت میں دن گزاروں
دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

گُل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نُما ہو

ہو ہاتھ کا سرھانا، سبزے کا ہو بچھونا
شرمائے جس سے جلوت، خلوت میں وہ ادا ہو

مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل
ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر، اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلھن کو
سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

بجلی چمک کے اُن کو کُٹیا مری دکھا دے
جب آسماں پہ ہر سُو بادل گِھرا ہُوا ہو

پچھلے پہر کی کوئل، وہ صبح کی مؤذّن
میں اُس کا ہم نوا ہُوں، وہ میری ہم نوا ہو

کانوں پہ ہو نہ میرے دَیر و حرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو، نالہ مری دُعا ہو

اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

ہر دردمند دل کو رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں، شاید انھیں جگا دے

اُکتا جانا: تنگ آنا، بیزار ہو جانا۔ انجمن: بزم، باہم مل بیٹھنے کی جگہ۔ دل بجھ جانا: کوئی خواہش نہ رہنا۔ شورش: غُل غپاڑہ، ہنگامہ۔ تقریر: بولنے کی حالت۔ بھا گنا: مراد پسند نہ کرنا۔ دامن: وادی۔ فکر سے آزاد: غموں دکھوں سے نجات پانے والا۔ عزلت: تنہائی کا کونا۔ دن گزارنا: زندگی بسر کرنا۔ سرود: نغمہ، گیت۔ چہچہوں: جمع چہچہا، پرندوں کے بولنے کی آواز۔ شورشوں: جمع شورش، غُل، شور۔ چٹک کر: کِھل کر۔ کسی کا: مراد محبوب حقیقی/ خالق کائنات کا۔ ساغر: شراب کا پیالہ، کلی کو کہا۔ جامِ جہاں نما: ایسا پیالہ جس میں دنیا نظر آئے۔ ایران کے قدیم

بادشاہ جمشید کے پاس ایسا پیالہ تھا۔ سبزہ: گھاس۔ جلوت: بزم، انجمن۔ مانوس: ہلی ہوئی، عادی۔ صف باندھے: قطاروں کی صورت میں۔ تصویر لینا: صاف پانی میں عکس اُتارنا۔ دل فریب: دل کو بھانے والا۔ کہسار: پہاڑ۔ آغوش: گود، پہلو۔ حسین: خوبصورت۔ شام کی دلہن: مرادشام۔ مہندی: اشارہ ہے شفق کی طرف۔ سُرخی: چہرے کو ملنے والا غازہ۔ قبا: لباس۔ کٹیا: جھونپڑی۔ ہرسُو: ہر طرف۔ بادل گھرنا: بادل چھاجانا۔ مؤذن: اذان دینے والا/والی۔ ہمنوا: ساتھ مل کر بولنے / گانے والا۔ روزن: سوراخ۔ سحر نما: دن چڑھنے کا پتا دینے والا۔ نالہ: فریاد، رونا۔ درا: قافلے کی گھنٹی۔ دردمند: غمگین، دکھوں کا مارا۔ بے ہوش: غافل، عمل اور جدوجہد نہ کرنے والا۔

آفتابِ صبح

شورشِ مے خانۂ انساں سے بالاتر ہے تُو
زینتِ بزمِ فلک ہو جس سے وہ ساغر ہے تُو
ہو دُرِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تُو
جس پہ سیمائے اُفق نازاں ہو وہ زیور ہے تُو
صفحۂ ایام سے داغِ مِدادِ شب مِٹا
آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکب مِٹا

حُسن تیرا جب ہُوا بامِ فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے اُڑتا ہے یک دم خواب کی مے کا اثر
نور سے معمور ہو جاتا ہے دامانِ نظر
کھولتی ہے چشمِ ظاہر کو ضیا تیری مگر
ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہیے
چشمِ باطن جس سے کھُل جائے وہ جلوا چاہیے

شوقِ آزادی کے دُنیا میں نہ نکلے حوصلے
زندگی بھر قیدِ زنجیرِ تعلّق میں رہے
زیر و بالا ایک ہیں تیری نگاہوں کے لیے
آرزو ہے کچھ اسی چشمِ تماشا کی مجھے

آنکھ میری اور کے غم میں سرِشک آباد ہو
امتیازِ ملّت و آئیں سے دل آزاد ہو

بستۂ رنگِ خصوصیّت نہ ہو میری زباں
نوعِ انساں قوم ہو میری، وطن میرا جہاں
دیدۂ باطن پہ رازِ نظمِ قدرت ہو عیاں
ہو شناسائے فلک شمعِ تخیّل کا دُھواں

عقدۂ اضداد کی کاوِش نہ تڑپائے مجھے
حُسنِ عشق انگیز ہر شے میں نظر آئے مجھے

صدمہ آ جائے ہَوا سے گُل کی پتّی کو اگر
اشک بن کر میری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر
دل میں ہو سوزِ محبت کا وہ چھوٹا سا شرر
نور سے جس کے ملے رازِ حقیقت کی خبر

شاہدِ قدرت کا آئینہ ہو، دل میرا نہ ہو
سر میں جُز ہمدردیِ انساں کوئی سودا نہ ہو

تُو اگر زحمت کشِ ہنگامۂ عالم نہیں
یہ فضیلت کا نشاں اے نیّرِ اعظم نہیں
اپنے حُسنِ عالم آرا سے جو تُو محرَم نہیں
ہمسرِ یک ذرّۂ خاکِ درِ آدم نہیں
نورِ مسجودِ مَلک گرمِ تماشا ہی رہا
اور تُو منّت پذیرِ صبحِ فردا ہی رہا

آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے
لیلیِ ذوقِ طلب کا گھر اسی محمل میں ہے
کس قدر لذّت کُشودِ عُقدۂ مشکل میں ہے
لطفِ صد حاصل ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے
دردِ اِستفہام سے واقف ترا پہلو نہیں
جستجوئے رازِ قدرت کا شناسا تُو نہیں

آفتاب: سورج۔ شورش: شور، ہنگامہ، غُل غپاڑا۔ میخانۂ انساں: مراد یہ دنیا۔ بالاتر: زیادہ/بہت اونچا۔ زینت: سجاوٹ۔ بزمِ فلک: مراد چاند ستارے وغیرہ۔ ساغر: شراب کا پیالہ۔ دُر: موتی، ہیرا۔ گوش: کان۔ عروس: دلھن۔ گوہر: موتی۔ سیمائے افق: افق کا ماتھا۔ نازاں ہونا: فخر کرنا۔ صفحۂ ایام: مراد زمانے کا صفحہ یعنی خود زمانہ۔ مدادِ شب: رات کی سیاہی۔ مٹا: رگڑ کر صاف کر دے۔ نقشِ باطل: مراد غلط تحریر۔ کوکب: ستارہ۔ بامِ فلک: آسمان کی چھت۔ جلوہ گر: روشن۔ اثر اُڑنا: اثر ختم ہونا۔ خواب کی مے: مراد نیند۔ معمور: بھرا ہوا۔ دامانِ نظر: نظر کی جھولی۔ چشمِ باطن: ضمیر کی آنکھ، بصیرت۔ جلوا: جلوہ، روشنی۔ حوصلہ نکلنا: آرزو پوری ہونا۔ زنجیرِ تعلق: مراد دنیاوی دلچسپیوں کی زنجیر۔ زیر و بالا: نیچے اور اوپر۔ چشمِ تماشا: دیکھنے والی آنکھ/نگاہ۔ سرشک آباد: مراد

روتے رہنے والی۔ امتیازِ ملّت و آئیں: مذہب اور رسموں وغیرہ میں فرق پیدا کرنے کی کیفیت۔ بستہ رنگ خصوصیّت: خاص گروہ سے تعلق ہونے کی حالت۔ نوع: قسم، گروہ، جماعت۔ دیدۂ باطن: دل/ضمیر کی آنکھ بصیرت۔ نظمِ قدرت: قدرت کا نظم، قدرت کا بندوبست/ انتظام۔ شناسائے فلک: آسمان سے واقف یعنی آسمان تک پہنچنے والا۔ تخیّل: چند معلوم باتوں کو ذہن میں لا کر اُن سے ایک نیا خیال نکالنا۔ عقدۂ اضداد کی کاوش: مراد انسانوں کے باہمی اختلافات اور دشمنی وغیرہ کی اُلجھن۔ سوزِ محبت: محبت کی آگ۔ شرر: چنگاری۔ رازِ حقیقت: مراد اس دنیا کو پیدا کرنے کا اصل بھید یعنی انسانوں کی باہمی محبت۔ شاہدِ قدرت: حسینِ قدرت، مراد محبوبِ حقیقی۔ ہمدردیِ انساں: انسانوں کے دُکھ درد میں شریک ہونا۔ سودا: شوق، دُھن۔ زحمت کش: تکلیف اُٹھانے والا۔ ہنگامۂ عالم: دنیا کا شور وغل۔ نیّرِ اعظم: سب سے زیادہ روشنی پھیلانے والا، یعنی سورج۔ حُسنِ عالم آرا: دنیا کو سجانے والا حسن/ روشنی۔ ہمسر: برابر کی شان والا۔ خاکِ درِ آدم: انسان کے دروازے کی مٹی، مراد حقیر شے۔ نورِ مسجودِ ملک: وہ نور جسے فرشتوں نے سجدہ کیا، مراد آدمؑ کا نور۔ گرمِ تماشا: مسلسل نظارے میں مصروف رہنے والا۔ منّت پذیر: دوسرے کا احسان اُٹھانے والا۔ صبحِ فردا: آنے والے کل کی صبح۔ نورِ حقیقت: حقیقتِ کائنات کو جاننے کی روشنی۔ لیلیٰ: مجنوں کی محبوب، مراد محبوب۔ ذوقِ طلب: جستجو/ تلاش کا شوق۔ محمل: کجاوہ جو اونٹ پر سواری کی خاطر رکھا جاتا ہے۔ کشودِ عقدۂ مشکل: پیچیدہ مسئلے حل کرنے کی حالت۔ صد حاصل: مراد بہت سے فائدے/ نتیجے۔ سعیِ بے حاصل: ایسی کوشش جس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ دردِ استفہام: سوال کرنے/ جستجو و تلاش کی تکلیف۔

دردِ عشق

اے دردِ عشق! ہے گہرِ آب دار تُو
نا محرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تُو!

پنہاں تہِ نقاب تری جلوہ گاہ ہے
ظاہر پرست محفلِ نَو کی نگاہ ہے

آئی نئی ہوا چمنِ ہست و بود میں
اے دردِ عشق! اب نہیں لذّت نمود میں

ہاں، خود نمائیوں کی تجھے جستجو نہ ہو
منّت پذیر نالۂ بُلبل کا تُو نہ ہو!

خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہو
پانی کی بوند گریۂ شبنم کا نام ہو

پنہاں درُونِ سینہ کہیں راز ہو ترا
اشکِ جگر گداز نہ غمّاز ہو ترا

گویا زبانِ شاعرِ رنگیں بیاں نہ ہو
آوازِ نَے میں شکوۂ فُرقت نہاں نہ ہو

یہ دَور نکتہ چیں ہے، کہیں چُھپ کے بیٹھ رہ
جس دل میں تُو مکیں ہے، وہیں چُھپ کے بیٹھ رہ

غافل ہے تجھ سے حیرتِ علم آفریدہ دیکھ!
جویا نہیں تری نگہِ نارسیدہ دیکھ

رہنے دے جستجو میں خیالِ بلند کو
حیرت میں چھوڑ دیدۂ حکمت پسند کو

جس کی بہار تُو ہو یہ ایسا چمن نہیں
قابل تری نمود کے یہ انجمن نہیں

یہ انجمن ہے کُشتۂ نظّارۂ مجاز
مقصد تری نگاہ کا خلوت سرائے راز

ہر دل مئے خیال کی مستی سے چُور ہے
کچھ اور آجکل کے کلیموں کا طُور ہے

گہر آب دار: چمکدار موتی۔ نامحرم: ناواقف، غیر، بیگانہ۔ پنہاں: چُھپا ہوا۔ تہِ نقاب: (چہرے کے) پردے کے نیچے۔ جلوہ گاہ: ظاہر ہونے کی جگہ۔ ظاہر پرست: مراد ظاہر کی دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والی۔ محفلِ نَو: نئی بزم مراد نئی یا مغربی تہذیب۔ نئی ہَوا: مراد نئے طور طریقے / خیالات، مراد مادہ پرستی۔ چمنِ ہست و بود: مراد یہ دنیا۔ نمود: ظاہر ہونے / سامنے آنے کی حالت۔ خودنمائیوں: جمع خودنمائی، خود کو ظاہر کرنے کی حالتیں۔ ہاں: دیکھ، خبردار۔ نالۂ بلبل: بلبل کا رونا یعنی چہچہانا جس میں سوز ہوتا ہے۔ گریہ: رونا۔ درونِ سینہ: دل میں۔ اشک جگر گداز: ایسے پُرسوز آنسو جو جگر کو پگھلا دیں۔ غمّاز: چغلی کھانے یعنی بھید کھول دینے والا۔ گویا: بولنے والی۔ رنگیں بیاں: دل کش اشعار کہنے والا۔ نَے: بانسری۔ نکتہ چیں: عیب نکالنے والا، اعتراض کرنے والا۔ مکیں: ٹھکانا کیے

ہوئے۔ حیرت علم آفریدہ: علم کی پیدا کردہ حیرانی۔ جویا: تلاش کرنے والی۔ نگہ نارسیدہ: ایسی نگاہ جو اپنے مقصود تک نہ پہنچے، ناتجربہ کار (عشق میں) نگاہ۔ خیال بلند: مراد فلسفی کی بلند سوچیں۔ دیدۂ حکمت پسند: فلسفے کو پسند کرنے والی نگاہ۔ کشتۂ نظارۂ مجاز: مراد ظاہری حسن پر مرنے والا۔ بیا انجمن: یہ زمانہ۔ خلوت سرائے راز: مراد کائنات کی حقیقت کی تنہائی کی جگہ یعنی منزل۔ مے خیال: تصور و سوچ کی شراب، مراد عشق سے خالی۔ چور ہے: ڈوبا ہوا ہے۔ آج کل کے کلیم: موجودہ دور کے فلسفی جو جذبۂ عشق سے خالی ہیں لیکن فلسفیانہ دلیلوں سے خدا کا جلوہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ طور: طور سینا جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا۔

گُلِ پژمُردہ

کس زباں سے اے گُلِ پژمُردہ تجھ کو گُل کہوں
کس طرح تجھ کو تمنّائے دلِ بُلبل کہوں
تھی کبھی موجِ صبا گہوارۂ جُنباں ترا
نام تھا صحنِ گلستاں میں گُلِ خنداں ترا
تیرے احساں کا نسیمِ صبح کو اقرار تھا
باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطّار تھا
تجھ پہ برساتا ہے شبنم دیدۂ گریاں مرا
ہے نہاں تیری اُداسی میں دلِ ویراں مرا
میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تُو
خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تُو
ہمچو نَے از نیستانِ خود حکایت می کنم ☆
بشنو اے گُل! از جدائی ہا شکایت می کنم

گلِ پژمردہ: مرجھایا ہوا پھول، مراد انسانی روح جو اپنی اصل سے جدا ہو گئی ہے۔ کس زباں سے کہوں: یعنی زبان میں بیان کی قوت نہیں۔ تمنائے دلِ بلبل: بلبل کے دل کی آرزو، مراد بلبل کا محبوب۔ موجِ صبا: صبح کی ہوا کی لہر۔ گہوارۂ جنباں: ہلتا ہوا پنگوڑا، جھولا۔ گلِ خنداں: ہنستا یعنی کھلا ہوا پھول۔ نسیمِ صبح: صبح کی نرم ہوا۔ تیرے دم سے: تیری وجہ سے۔ طبلۂ عطار: عطر بیچنے والے کا خوشبوؤں سے بھرا ہوا ڈبہ۔ شبنم برسانا: آنسو بہانا۔ دیدۂ گریاں: روتی ہوئی آنکھیں۔ نہاں: چھپا ہوا۔ دلِ ویراں: مراد افسردہ دل۔ تعبیر: خواب کا مطلب۔

☆ (مثنوی روم کے سب سے پہلے شعر میں اضافہ ہے): میں بانسری کی طرح اپنے نیستاں (بانسوں کے جنگل) کی داستان بیان کر رہا ہوں۔ اے پھول تو بھی، میں (اپنی اصل سے) دور رہنے کی شکایت کر رہا ہوں۔

سیّد کی لوحِ تُربت

اے کہ تیرا مرغِ جاں تارِ نفَس میں ہے اسیر
اے کہ تیری رُوح کا طائر قفس میں ہے اسیر
اس چمن کے نغمہ پیراؤں کی آزادی تو دیکھ
شہر جو اُجڑا ہوا تھا، اُس کی آبادی تو دیکھ
فکر رہتی تھی مجھے جس کی وہ محفل ہے یہی
صبر و استقلال کی کھیتی کا حاصل ہے یہی

سنگِ تُربت ہے مرا گرویدۂ تقریر دیکھ
چشمِ باطن سے ذرا اس لوح کی تحریر دیکھ

مدّعا تیرا اگر دُنیا میں ہے تعلیمِ دیں
ترکِ دُنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
چُھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ! کوئی دل نہ دُکھ جائے تری تقریر سے

محفلِ نَو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اَب نہ آئیں اُن فسانوں کو نہ چھیڑ

تُو اگر کوئی مدبّر ہے تو سُن میری صدا
ہے دلیری دستِ اربابِ سیاست کا عصا

عرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیّت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قُوّتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم
شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم

پاک رکھ اپنی زباں، تلمیذِ رحمانی ہے تُو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو!

سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے
خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے

سیّد: مراد سر سیّد احمد خان جنھوں نے علی گڑھ میں مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے کالج کھولا جواب مسلم یونیورسٹی سے موسوم ہے سیّد نے ۱۸۹۸ء میں وفات پائی. لوحِ تربت: قبر پر لگا ہوا کتبہ. مرغِ جاں: روح کا پرندہ تارِ نفس: سانس کی ڈوری. قفس: پنجرہ، مراد جسم. نغمہ پیرا: گیت گانے/ چہچہانے والے. فکر رہنا: تلاش میں رہنا. صبر و استقلال: قوتِ برداشت اور ثابت قدمی (کسی نظریے پر جمے رہنا). سنگِ تربت: قبر پر لگا ہوا پتھر. گرویدۂ تقریر: بات چیت/ گفتگو کا شوق رکھنے والا. چشمِ باطن: مراد بصیرت. لوح: تختی. مُدعا: مقصد. وا کرنا: کھولنا. چُھپ کے بیٹھا ہے: مراد ابھی دبا ہوا ہے. ہنگامۂ محشر: قیامت کا فساد، مراد بہت بڑا فساد/ فتنہ. وصل: مراد اتفاق و محبت. دل دُکھنا: دل کو تکلیف پہنچنا. محفلِ نو: جدید/ نئی دنیا، موجودہ دور. پُرانی داستان چھیڑنا: پُرانے مسئلے چھیڑنا یا ان کو ہوا دینا. رنگ پر آنا: پسندیدہ/ مقبول ہونا. مدبّر: سیاست دان. صدا: آواز، مراد نصیحت. عرضِ مطلب: اپنی بات بیان کرنا. جھجک جانا: رُک جانا، ڈر محسوس کرنا. بیم و ریا: ہر طرح کا خوف اور سیاسی دکھاوا. خامۂ معجز رقم: ایسی تحریر لکھنے والا قلم جو دوسرا نہ لکھ سکے. شیشۂ دل: مراد دل. جامِ جم: قدیم ایرانی بادشاہ جمشید کا شراب کا پیالہ جس میں دنیا نظر آتی تھی. پاک رکھنا اپنی زباں: کسی کو بُرا بھلا نہ کہہ، گالی گلوچ نہ کر. تلمیذِ رحمانی: خدا کا شاگرد، عربی مقولہ ہے: ''الشعراء تلامید الرحمٰن'' شاعر خدا کے شاگرد ہیں (الہام ہوتا ہے). صدا: مراد شاعری. سونے والے: مراد جو عمل اور جدوجہد نہیں کر رہے. جگا دے: ان میں جوش و جذبہ پیدا کر دے. اعجاز: معجزہ، کرامت. خرمنِ باطل: کفر/ باطل طاقتوں کا کھلیان/ فصل. شعلۂ آواز: مراد جذبوں کی گرمی اور حرارت سے پُر شاعری.

ماہِ نو

ٹُوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقابِ نیل
ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے رُوئے آبِ نیل
طشتِ گردُوں میں ٹپکتا ہے شفَق کا خونِ ناب
نشترِ قُدرت نے کیا کھولی ہے فصدِ آفتاب
چرخ نے بالی چُرا لی ہے عُروسِ شام کی
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی
قافلہ تیرا رواں بے منّتِ بانگِ درا
گوشِ انساں سُن نہیں سکتا تری آوازِ پا
گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دِکھلاتا ہے تُو
ہے وطن تیرا کدھر، کس دیس کو جاتا ہے تُو
ساتھ اے سیّارۂ ثابت نما لے چل مجھے
خارِ حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بے کل مجھے
نور کا طالب ہوں، گھبراتا ہوں اس بستی میں مَیں
طفلکِ سیماب پا ہوں مکتبِ ہستی میں مَیں

ماہِ نو: پہلی رات کا چاند، ہلال. خورشید: سورج. غرقاب نیل ہوئی: مصر کے دریائے نیل میں ڈوب گئی. ایک ٹکڑا: اشارہ ہے ہلال کی طرف. تیرتا پھرتا ہے: یعنی اس کا عکس بہتے پانی میں پڑ رہا ہے. طشتِ گردوں: آسمان کی تھالی. شفق: آسمان کی سرخی. خونِ ناب: خالص خون. نشتر: زخم چیرنے کا باریک اوزار. فصد کھولنا: نشتر سے رگ میں سے گندا/خراب خون نکالنا. بالی: کان کا بُندا. عروسِ شام: شام یا رات کی دلہن. سیم خام: کچی چاندی. بے منت: احسان کے بغیر. بانگِ درا: قافلے کی گھنٹی کی آواز. گوش: کان. آوازِ پا: پاؤں کی چاپ. سیارۂ ثابت نما: ایسا چلنے والا ستارہ جو ایک جگہ پر ٹکے ہوئے ستارہ کی طرح دکھائی دیتا ہے. خارِ حسرت: آرزو کا کانٹا، مرادِ دل کی آرزو/خواہش. خلش: چبھن. بے کل: بے چین، بیقرار. طالب: مانگنے/چاہنے والا. طفلک: چھوٹا سا بچہ. سیماب پا: جس کے پاؤں حرکت ہی میں رہتے ہوں. مکتبِ ہستی: یہ دنیا جو انسان کے لیے مقامِ عبرت و درس ہے.

اِنسان اور بزمِ قُدرت

صبح خورشیدِ دُرخشاں کو جو دیکھا میں نے
بزمِ معمورۂ ہستی سے یہ پوچھا میں نے
پرتوِ مہر کے دَم سے ہے اُجالا تیرا
سیمِ سیّال ہے پانی ترے دریاؤں کا
مہر نے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے
تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے
گُل و گلزار ترے خُلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سُورۂ 'والشمس' کی تفسیریں ہیں
سُرخ پوشاک ہے پھولوں کی، درختوں کی ہری
تیری محفل میں کوئی سبز، کوئی لال پری
ہے ترے خیمۂ گردُوں کی طِلائی جھالر
بدلیاں لال سی آتی ہیں اُفق پر جو نظر
کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
مَے گُلرنگ خُمِ شام میں تُو نے ڈالی

رُتبہ تیرا ہے بڑا، شان بڑی ہے تیری
پردۂ نور میں مستور ہے ہر شے تیری
صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا
زیرِ خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا
مَیں بھی آباد ہوں اس نور کی بستی میں مگر
جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیونکر؟

نور سے دُور ہوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں
کیوں سیَہ روز، سیَہ بخت، سیَہ کار ہوں میں؟

مَیں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی
بامِ گردُوں سے وہ یا صحنِ زمیں سے آئی
ہے ترے نور سے وابستہ مری بود و نبود
باغباں ہے تری ہستی پئے گُلزارِ وجود
انجمن حُسن کی ہے تُو، تری تصویر ہُوں میں
عشق کا تُو ہے صحیفہ، تری تفسیر ہُوں میں
میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تُو نے
بار جو مجھ سے نہ اُٹھا وہ اُٹھایا تُو نے
نورِ خورشید کی محتاج ہے ہستی میری
اور بے منّتِ خورشید چمک ہے تیری

ہو نہ خورشید تو ویراں ہو گلستاں میرا
منزلِ عیش کی جا نام ہو زِنداں میرا
آہ، اے رازِ عیاں کے نہ سمجھنے والے!
حلقۂ دامِ تمنّا میں اُلجھنے والے
ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابندِ مجاز
ناز زیبا تھا تجھے، تُو ہے مگر گرمِ نیاز
تُو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیَہ روز رہے پھر نہ سیَہ کار رہے

بزمِ قدرت: قدرت کی محفل، مراد یہ دنیا/ کائنات۔ خورشیدِ درخشاں: چمکتا ہوا سورج۔ معمورۂ ہستی: مراد آباد دنیا۔ پرتوِ مہر: سورج کی روشنی۔ دَم: وجہ، سبب۔ سیم سیّال: بہتی ہوئی چاندی۔ محفل کو چمکانا: محفل روشن کرنا، رونق کا سبب بننا۔ خلد: بہشت۔ سورۂ ''والشّمس'': پارہ ۳۰ کی ایک سورۃ جس کا آغاز ''والشّمس'' سے ہوتا ہے یعنی اللہ نے سورج کی قسم کھائی ہے۔ خیمۂ گردوں: آسمان کا خیمہ، مراد آسمان۔ طلائی جھالر: سونے کی جھالر، مراد سُرخ زرد بدلیاں۔ اُفق: آسمان کا دور کا کنارہ۔ لالی: سُرخی۔ مےِ گلرنگ: سُرخ رنگ کی شراب۔ خُمِ شام: شام کا مٹکا۔ مستور: چھُپی ہوئی۔ سَطوت: شان وشوکت، دبدبہ۔ زیر: نیچے۔ ظلمت: تاریکی، اندھیرا۔ اختر: ستارہ۔ کیونکر: کس طرح۔ گرفتار: قابو میں آیا ہوا، پکڑا ہوا۔ سیَہ روز: جس کا دن تاریک ہو، بدقسمت۔ بامِ گردوں: آسمان کی چھت۔ وابستہ: بندھی ہوئی، منسلک۔ بود ونبود: ہونا یعنی ہستی اور نہ ہونا یعنی نیستی۔ ہستی: زندگی، وجود۔ پئے گلزارِ وجود: ہستی کے باغ کے لیے۔ صحیفہ: کتاب۔ بگڑے کام بنانا: جو کام غلط ہوئے ہوں انھیں ٹھیک کرنا۔ بے منّتِ خورشید: سورج کے احسان کے بغیر۔ ویراں: ایسی جگہ جہاں کوئی آبادی وغیرہ نہ ہو۔ منزلِ عیش کی جا: عیش کے ٹھکانے کی بجائے۔ زنداں: قیدخانہ۔ رازِ عیاں: کھلا بھید۔ حلقۂ دامِ تمنّا: آرزو کے جال کا حلقہ۔ اُلجھنے والا: پھنسنے والا۔ ہائے غفلت: یہ سُستی اور بے پروائی افسوس ناک ہے۔ پابندِ مجاز: غیرحقیقی باتوں کو دیکھنے کی عادی۔ ناز: چونچلا، فخر۔ زیبا: مراد مناسب، لائق۔ گرمِ نیاز: عاجزی/انکسار میں مصروف۔

پیامِ صبح

(ماخوذ از لانگ فیلو)

اُجالا جب ہوا رخصت جبینِ شب کی افشاں کا
نسیمِ زندگی پیغام لائی صبحِ خنداں کا

جگایا بُلبلِ رنگیں نوا کو آشیانے میں
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اُس نے دہقاں کا

طلسمِ ظلمتِ شب سُورۂ والنُّور سے توڑا
اندھیرے میں اُڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا

پڑھا خوابیدگانِ دَیر پر افسونِ بیداری
برہمن کو دیا پیغام خورشیدِ دُرَخشاں کا

ہوئی بامِ حرم پر آ کے یوں گویا مؤذّن سے
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمودِ مہرِ تاباں کا؟

پُکاری اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک او غنچۂ گل! تُو مؤذّن ہے گلستاں کا

دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو!
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرّہ بیاباں کا

سُوئے گورِ غریباں جب گئی زِندوں کی بستی سے
تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہرِ خموشاں کا

ابھی آرام سے لیٹے رہو، مَیں پھر بھی آؤں گی
سُلا دوں گی جہاں کو، خواب سے تم کو جگاؤں گی

لانگ فیلو: مشہور امریکی شاعر، پیدائش ۱۸۰۷ء۔ نظموں کا پہلا مجموعہ بنام ''آہنگِ شب'' ۱۸۳۹ء میں شائع ہوا۔ رخصت ہونا: غائب / ختم ہو جانا۔ جبینِ شب: رات کی پیشانی۔ افشاں: گوٹے کی کترن، سجاوٹ کے لیے ماتھے پر لگائی جاتی ہے۔ نسیم: صبح کی خوشگوار ہوا۔ صبحِ خنداں: ہنستی ہوئی صبح۔ رنگیں نوا: دل کو بھانے والا نغمہ گانے والی / چہچہانے والی۔ شانہ ہلانا: کسی کو جگانے کے لیے ہلانا۔ دہقاں: کسان۔ طلسم توڑنا: جادو کا اثر ختم کیا۔ سورۂ ''والنور'': قرآن کریم کی ۲۴ ویں سورۃ، مراد سورج۔ تاجِ زر توڑا: مراد سنہری روشنی ختم کر دی۔ شمعِ شبستاں: رات کی محفل کی موم بتی۔ خوابیدگاں: جمع خوابیدہ، سوئے ہوئے۔ دَیر: مندر۔ برہمن: ہندوؤں کا مذہبی رہنما۔ خورشیدِ درخشاں: چمکتا ہوا سورج۔ بامِ حرم: کعبہ / مسجد کی چھت۔ گویا ہوئی: بولی، کہنے لگی۔ نمود: ظاہر / طلوع ہوا۔ مہرِ تاباں: روشن سورج۔ پکاری: اونچی آواز میں کہنے لگی۔ چٹک: کھل۔ او غنچے: اری کلی، اے کلی۔ سوئے گورِ غریباں: پردیسیوں، یعنی عدم کے مسافروں کی قبروں کی طرف۔ زندوں کی بستی: چلتے پھرتے انسانوں کی دنیا۔ شہرِ خموشاں: قبرستان۔ خواب: نیند۔ سُلا دوں گی: مراد مار دوں گی۔ جگا دوں گی: قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کر دوں گی۔

عشق اور موت

(ماخوذ از ٹینی سن)

سُہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی
تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی
کہیں مہر کو تاجِ زر مِل رہا تھا
عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی
سِیَہ پیرہن شام کو دے رہے تھے
ستاروں کو تعلیمِ تابندگی تھی
کہیں شاخِ ہستی کو لگتے تھے پتّے
کہیں زندگی کی کلی پُھوٹتی تھی
فرشتے سِکھاتے تھے شبنم کو رونا
ہنسی گُل کو پہلے پہل آ رہی تھی
عطا درد ہوتا تھا شاعر کے دل کو
خودی تِشنہ کامِ مئے بے خودی تھی

اُٹھی اوّل اوّل گھٹا کالی کالی
کوئی حور چوٹی کو کھولے کھڑی تھی

زمیں کو تھا دعویٰ کہ مَیں آسماں ہوں
مکاں کہہ رہا تھا کہ مَیں لامکاں ہوں

غرَض اس قدر یہ نظارہ تھا پیارا
کہ نظّارگی ہو سراپا نظارا
مَلک آزماتے تھے پرواز اپنی
جبینوں سے نورِ ازَل آشکارا
فرشتہ تھا اک، عشق تھا نام جس کا
کہ تھی رہبری اُس کی سب کا سہارا
فرشتہ کہ پُتلا تھا بے تابیوں کا
مَلک کا مَلک اور پارے کا پارا
پَے سیر فردوس کو جا رہا تھا
قضا سے مِلا راہ میں وہ قضا را
یہ پُوچھا ترا نام کیا، کام کیا ہے
نہیں آنکھ کو دِید تیری گوارا
ہُوا سُن کے گویا قضا کا فرشتہ
اجل ہوں، مرا کام ہے آشکارا

اُڑاتی ہوں مَیں رختِ ہستی کے پُرزے
بجھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا
مری آنکھ میں جادوئے نیستی ہے
پیامِ فنا ہے اسی کا اشارا
مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی
وہ آتش ہے مَیں سامنے اُس کے پارا
شرر بن کے رہتی ہے انساں کے دل میں
وہ ہے نورِ مطلق کی آنکھوں کا تارا
ٹپکتی ہے آنکھوں سے بن بن کے آنسو
وہ آنسو کہ ہو جن کی تلخی گوارا
سُنی عشق نے گفتگو جب قضا کی
ہنسی اُس کے لب پر ہوئی آشکارا
گِری اُس تبسّم کی بجلی اجل پر
اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا
بقا کو جو دیکھا فنا ہو گئی وہ
قضا تھی، شکارِ قضا ہو گئی وہ

ٹینی سن: مشہور انگریزی شاعر (۱۸۰۹ء۔۱۸۹۲ء)۔ سُہانی: دل پر اچھا اثر کرنے والی۔ نمودِ جہاں: دنیا کی خلقت/ پیدائش۔ تبسم فشاں: مسکراہٹیں بکھیرنے والی۔ تاجِ زر: سونے کا تاج، یعنی سنہری روشنی۔ تابندگی: چمکنے

کی حالت۔ کلی پھوٹنا: کلی کھلنا۔ رونا: یعنی قطروں کی صورت میں گرنا۔ گل کو ہنسی آنا: مراد پھول کا کھلنا۔ درد: مراد جذبۂ عشق۔ تشنہ کام: پیاسا/ پیاسی۔ مے بے خودی: حالت وجد کی شراب۔ خودی: اپنے وجود کا احساس۔ چوٹی: چٹیا، گندھے ہوئے بال۔ حور: جنت کی عورت، خوبصورت عورت۔ دعویٰ: اپنی بات کی سچائی پر زور دینے کی حالت۔ آسماں ہوں: بلند ہوں، بلند مرتبہ ہوں۔ مکاں: مراد یہ وجود کی دنیا۔ لامکاں: عالم بالا/ اوپر کی دنیا۔ نظارگی: دیکھنے کی کیفیت/ دیکھنے والا۔ سراپا: پوری طرح۔ ملک: فرشتہ/ فرشتے۔ جبینوں: جمع جبین، پیشانیاں۔ نورِ ازل: کائنات کی تخلیق سے بھی پہلے کا نور۔ پتلا: مجسمہ، تصویر۔ پارا: سفید مائع دھات جو ہر وقت ہلتی رہتی ہے۔ پئے سیر: سیر کے واسطے۔ فردوس: جنت۔ قضا: خدائی حکم، موت کا فرشتہ۔ قضارا: اتفاق سے، اچانک۔ دید: دیکھنے کی کیفیت۔ گوارا: پسند، قابل برداشت۔ گویا ہوا: بولا، کہنے لگا۔ اجل: موت۔ رختِ ہستی کے پرزے اڑانا: زندگی کے لباس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، مراد زندگی ختم کر دینا۔ زندگی کا شرارا بجھانا: مراد مارنا، زندگی ختم کر دینا۔ جادوئے نیستی: مٹا دینے/ ختم کر دینے کا جادو۔ پیامِ فنا: موت کا سندیسہ۔ ہستی: وجود، مراد عشق/ بقا۔ آتش: آگ۔ شرر: چنگاری۔ نورِ مطلق: مکمل نور، مراد محبوب حقیقی۔ آنکھوں کا تارا: بہت پیارا۔ تلخی: کڑواہٹ۔ تبسم: مسکراہٹ۔ گزارا: نباہ، ٹکے رہنے کی حالت۔ بجلی گرنا: مصیبت آپڑنا۔ بقا: عشق کی، باقی رہنے کی حالت۔ شکارِ قضا ہو گئی: فنا ہو گئی۔

زُہد اور رِندی

اک مولوی صاحب کی سُناتا ہوں کہانی
تیزی نہیں منظور طبیعت کی دِکھانی

شُہرہ تھا بہت آپ کی صُوفی مَنَشی کا
کرتے تھے ادب اُن کا اعالی و ادانی

کہتے تھے کہ پنہاں ہے تصوّف میں شریعت
جس طرح کہ الفاظ میں مُضمَر ہوں معانی

لبریز مَےِ زُہد سے تھی دل کی صراحی
تھی تہ میں کہیں دُردِ خیالِ ہمہ دانی

کرتے تھے بیاں آپ کرامات کا اپنی
منظور تھی تعداد مُریدوں کی بڑھانی

مُدّت سے رہا کرتے تھے ہمسائے میں میرے
تھی رِند سے زاہد کی ملاقات پُرانی

حضرت نے مرے ایک شناسا سے یہ پوچھا
اقبالؔ، کہ ہے قُمریِ شمشادِ معانی

پابندیِ احکامِ شریعت میں ہے کیسا؟
گو شعر میں ہے رشکِ کلیمؔ ہمدانی

سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا
ہے ایسا عقیدہ اثرِ فلسفہ دانی

ہے اس کی طبیعت میں تشیُّع بھی ذرا سا
تفضیلِ علیؓ ہم نے سُنی اس کی زبانی

سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اُڑانی

کچھ عار اسے حُسن فروشوں سے نہیں ہے
عادت یہ ہمارے شُعَرا کی ہے پُرانی

گانا جو ہے شب کو تو سَحَر کو ہے تلاوت
اس رمز کے اب تک نہ کُھلے ہم پہ معانی

لیکن یہ سُنا اپنے مُریدوں سے ہے مَیں نے
بے داغ ہے مانندِ سحَر اس کی جوانی

مجموعۂ اضداد ہے، اقبالؔ نہیں ہے
دل دفترِ حکمت ہے، طبیعت خفقانی

رِندی سے بھی آگاہ، شریعت سے بھی واقف
پُوچھو جو تصوّف کی تو منصور کا ثانی

اس شخص کی ہم پر تو حقیقت نہیں کُھلتی
ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی

القصّہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے
تا دیر رہی آپ کی یہ نَغز بیانی

اس شہر میں جو بات ہو، اُڑ جاتی ہے سب میں
مَیں نے بھی سُنی اپنے اَحِبّا کی زبانی

اک دن جو سرِ راہ مِلے حضرتِ زاہد
پھر چِھڑ گئی باتوں میں وہی بات پُرانی

فرمایا، شکایت وہ محبت کے سبب تھی
تھا فرض مرا راہ شریعت کی دِکھانی

مَیں نے یہ کہا کوئی گِلہ مجھ کو نہیں ہے
یہ آپ کا حق تھا زرہِ قُربِ مکانی

خم ہے سرِ تسلیم مرا آپ کے آگے
پیری ہے تواضع کے سبب میری جوانی

گر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت
پیدا نہیں کچھ اس سے قصورِ ہمہ دانی

مَیں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
گہرا ہے مرے بحرِ خیالات کا پانی

مجھ کو بھی تمنّا ہے کہ 'اقبال' کو دیکھوں
کی اس کی جدائی میں بہت اشک فشانی

اقبالؔ بھی 'اقبال' سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

زُہد: پارسائی، بُرے کاموں سے بچنے کا عمل۔ رِندی: مذہب سے دوری کا عمل۔ طبیعت کی تیزی: سوچ و فکر کی قدرتی قوت۔ دکھانا: ظاہر کرنا۔ منظور: پسند۔ شُہرہ: چرچا، مشہوری۔ صوفی منشی: صوفیوں کی سی زندگی بسر کرنا۔ اعالی: جمع اعلیٰ، بڑے بڑے لوگ۔ اَدانی: جمع ادنیٰ، عام یا معمولی لوگ۔ پنہاں: چُھپی ہوئی۔ تصوّف: دنیا سے بے نیاز اور اللہ کی ذات میں فنا ہونا۔ مُضمر: چُھپے ہوئے۔ معانی: جمع معنی، مطلب۔ لبریز: بھری ہوئی۔ مے زُہد: پارسائی کی شراب۔ صراحی: شراب کا بڑی ٹونٹی والا برتن، مراد دل۔ دُرد: تلچھٹ، مَیل۔ خیالِ ہمہ دانی: ہر بات / سب کچھ جاننے کا گھمنڈ۔ کرامات: جمع کرامت، ایسے کام جو عام آدمی کی طاقت سے باہر ہوں۔ رِند: شریعت پر نہ چلنے والا، مذہب سے دور۔ شناسا: واقف، جاننے والا۔ قُمری: کبوتر سے چھوٹا ایک خوش آواز پرندہ، فاختہ۔ شمشاد: ایک سیدھا لمبا درخت۔ بلندی معانی: معنوں یعنی شاعری میں نئے نئے مضامین پیدا کرنا۔ احکامِ

شریعت: شریعت کے احکام / فرائض. کیسا ہے: یعنی اچھا یا بُرا ہے. شعر: شاعری. رشک: دوسروں کی خوبی خود میں پیدا کرنے کی خواہش. کلیم ہمدانی: ابوطالب کلیم، فارسی کا مشہور شاعر اور مغلیہ بادشاہ شاہجہاں کے دربار کا ملک الشعراء وفات ۱۶۵۱ء. عقیدہ: اعتقاد، مذہبی خیال. فلسفہ دانی: علم فلسفہ جاننا. تشیع: شیعہ عقیدہ رکھنے کا عمل. تفضیل: فضیلت، دوسروں پر برتری دینا. علی: حضرت علی کرم اللہ وجہہ. راگ: موسیقی، گانا. عبادات: جمع عبادت. مقصود: غرض، مقصد. مگر: شاید. مذہب کی خاک اُڑانا: مذہب کو رسوا / ذلیل کرنا. عار: شرم، غیرت. حُسن فروش: حُسن بیچنے والی، مراد بازاری عورتیں. سحر کو: صبح کے وقت. رمز: بھید. معانی کھلنا: حقیقتِ حال ظاہر ہونا، سمجھ میں آنا. بے داغ: عیب / برائی سے پاک. مانند سحر: صبح کی طرح. مجموعۂ اضداد: ایسا شخص جس میں متضاد یعنی باہم مخالف باتیں جمع ہوں. دفتر حکمت: فلسفہ کی کتاب. خفقانی: ہلڑ / دل دھڑکنے کی بیماری میں مبتلا. منصور: مراد حسین بن منصور حلاج (مشہور صوفی) جنھیں ''انا الحق'' کہنے پر پھانسی دے دی گئی تھی. ثانی: مراد مانند (منصور کی طرح کا). حقیقت کھلنا: صحیح صورتِ حال معلوم ہونا. القصہ: مختصر یہ کہ. تا دیر: دیر تک. نغز بیانی: (اس میں طنز ہے) مراد بڑی پیاری گفتگو. بات اُڑ جانا: بات مشہور ہو جانا. احبا: جمع حبیب، دوست. سر راہ ملنا: راستے میں اچانک ملاقات ہونا. حضرتِ زاہد: مراد وہی مولوی صاحب. بات چھڑنا: باتیں شروع ہو جانا. راہ دکھانا: صحیح راستے پر ڈالنا. حق: فرض، لیکن اجازت جو اخلاقی طور پر کسی کو دی جائے. زرہ قُربِ مکانی: قرب / ہمسائگی میں رہنے کی وجہ سے. خم ہے: جھکا ہوا ہے. سر تسلیم خم ہونا: دوسروں کی مرضی پر راضی رہنا. پیری: بڑھاپا. تواضع: عاجزی، انکسار، جھکنا. شناسا: جاننے والا. بحر خیالات: خیالوں کا سمندر. اقبال کو دیکھوں: خود اپنی حقیقت سے واقف ہو جاؤں. اشک فشانی: آنسو بہانے کی حالت. اقبال سے: یعنی اپنی ذات / حقیقت سے. تمسخر: مذاق. واللہ: خدا کی قسم.

شاعر

قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضائے قوم
منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم
محفلِ نظمِ حکومت، چہرۂ زیبائے قوم
شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدۂ بینائے قوم
مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

گویا: جیسے۔ اعضا: جمع عضو، جسم کے حصے۔ منزلِ صنعت: کاریگری/ دستکاری کا ٹھکانا/ شعبہ۔ رہ پیما: راستہ طے کرنے والے۔ دست و پائے قوم: مراد ایسے لوگ/ افراد جو جماعتی کام انجام دینے والے ہیں۔ محفلِ نظمِ حکومت: حکومت کے انتظامی امور چلانے والے۔ چہرۂ زیبا: خوبصورت چہرہ۔ رنگیں نوا: مراد دل پر اچھا اثر کرنے والے شعر کہنے والا۔ دیدۂ بینا: بصیرت والی نگاہ۔ مبتلائے درد: تکلیف میں گرفتار۔ ہمدرد: دوسروں کی تکلیف کا احساس رکھنے والی۔ کس قدر: مراد بہت/ زیادہ۔

دل

قصۂ دار و رسَن بازیِ طفلانۂ دل
التجائے 'ارِنی' سُرخیِ افسانۂ دل

یا رب اس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی
جادۂ مُلکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل

ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یا رب!
جل گئی مزرعِ ہستی تو اُگا دانۂ دل

حُسن کا گنجِ گراں مایہ تجھے مِل جاتا
تُو نے فرہاد! نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل

عرش کا ہے کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر
کس کی منزل ہے الٰہی! مرا کاشانۂ دل

اس کو اپنا ہے جُنوں اور مجھے سودا اپنا
دل کسی اور کا دیوانہ، میں دیوانۂ دل

تُو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں اس کو
رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

خاک کے ڈھیر کو اِکسیر بنا دیتی ہے
وہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رِہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

قصّۂ دار و رَسن: سُولی اور رسّی کی داستان، مراد حضرت حسین بن منصور حلاّج کو ''انا الحق'' کہنے پر پھانسی دیے جانے کا واقعہ. بازیِ طفلانہ: بچوں کا کھیل، مراد بہت آسان کام. ''اَرِنی'': مجھے اپنا جلوہ دکھا، حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ. سُرخی: مضمون کا عنوان. لبریز: بھرا ہوا. جادہ: راستہ. مُلکِ بقا: ہمیشہ باقی / قائم رہنے والی سلطنت / مملکت. خطِ پیمانۂ دل: مراد دل کی رگیں جن میں خون دوڑتا ہے. ابرِ رحمت: کرم / مہربانی کی بارش کرنے والا بادل. مزرعِ ہستی: زندگی / وجود کی کھیتی. گنجِ گراں مایہ: بہت قیمتی خزانہ. فرہاد: شیریں کا عاشق، جسے کوہ کن بھی کہا جاتا ہے. قدیم ایرانی اساطیر کا ایک کردار. عرش: تخت، مراد آسمان سے بھی اوپر نوروں کی دنیا. دھوکا: شک. کاشانہ: گھر، آشیانہ، محل. سودا: دیوانگی، عشق کی مستی. دیوانہ: مراد عاشق. رشکِ صد سجدہ: سو / سیکڑوں سجدوں سے بھی بڑھ کر. لغزشِ مستانہ: عشق کی مستی میں گر گر کر اُٹھنا. خاک کا ڈھیر: معمولی شے، مراد انسان. اکسیر: مراد اعلیٰ مرتبے والی / والا، اعلیٰ جنس. خاکسترِ پروانہ: جلے ہوئے پتنگے کی راکھ. دام: جال. برق: آسمانی بجلی. نخل: درخت. ہرا ہونا: سبز ہونا، پھلنا پھولنا.

موجِ دریا

مضطرب رکھتا ہے میرا دلِ بے تاب مجھے
عینِ ہستی ہے تڑپ صورتِ سیماب مجھے
موج ہے نام مرا، بحر ہے پایاب مجھے
ہو نہ زنجیر کبھی حلقۂ گرداب مجھے

آب میں مثلِ ہَوا جاتا ہے تَوسن میرا
خارِ ماہی سے نہ اٹکا کبھی دامن میرا

مَیں اُچھلتی ہوں کبھی جذبِ مہِ کامل سے
جوش میں سر کو پٹکتی ہوں کبھی ساحل سے
ہُوں وہ رہرو کہ محبت ہے مجھے منزل سے
کیوں تڑپتی ہوں، یہ پوچھے کوئی میرے دل سے

زحمتِ تنگیِ دریا سے گریزاں ہوں مَیں
وسعتِ بحر کی فُرقت میں پریشاں ہوں مَیں

مُضطرب: بے چین۔ عینِ ہستی: مراد حقیقی طور پر زندگی۔ صورتِ سیماب: پارے کی طرح ہر دم ہلتے یا تڑپتے رہنا۔ پایاب: مراد بہت کم گہرا۔ زنجیر: مراد رکاوٹ۔ حلقۂ گرداب: بھنور کا چکر۔ آب: پانی۔ تَوسن: وہ گھوڑا جسے منہ ہلایا نہ گیا ہو، سرکش بچھیرا۔ خارِ ماہی: مچھلی کا کانٹا۔ دامن: قمیص کا نچلا حصہ، کنارا۔ جذب: کشش۔ مہِ کامل: چودھویں کا چاند۔ سر کو پٹکنا: سر مارنا۔ زحمت: تکلیف۔ تنگیِ دریا: دریا کا محدود ہونا۔ گریزاں: بھاگنے والی۔ وسعتِ بحر: سمندر کا بہت پھیلے ہوئے ہونا۔

رُخصت اے بزمِ جہاں!

(ماخوذ از ایمرسن)

رُخصت اے بزمِ جہاں! سُوئے وطن جاتا ہوں مَیں
آہ! اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں مَیں

بسکہ مَیں افسردہ دل ہوں، درخورِ محفل نہیں
تُو مرے قابل نہیں ہے، مَیں ترے قابل نہیں

قید ہے دربارِ سُلطان و شبستانِ وزیر
توڑ کر نکلے گا زنجیرِ طلائی کا اسیر

گو بڑی لذّت تری ہنگامہ آرائی میں ہے
اجنبیّت سی مگر تیری شناسائی میں ہے

مدّتوں تیرے خود آراؤں سے ہم صحبت رہا
مدّتوں بے تاب موجِ بحر کی صورت رہا

مدّتوں بیٹھا ترے ہنگامۂ عشرت میں مَیں
روشنی کی جستجو کرتا رہا ظلمت میں مَیں

مدتوں ڈھونڈا کیا نظّارۂ گل، خار میں
آہ، وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں
چشمِ حیراں ڈھونڈتی اب اور نظّارے کو ہے
آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مارے کو ہے

چھوڑ کر مانندِ بُو تیرا چمن جاتا ہوں مَیں
رُخصت اے بزمِ جہاں! سُوئے وطن جاتا ہوں مَیں

گھر بنایا ہے سکُوتِ دامنِ کُہسار میں
آہ! یہ لذّت کہاں موسیقیِ گفتار میں
ہم نشینِ نرگسِ شہلا، رفیقِ گُل ہوں میں
ہے چمن میرا وطن، ہمسایۂ بُلبل ہوں مَیں
شام کو آواز چشموں کی سُلاتی ہے مجھے
صبح فرشِ سبز سے کوئل جگاتی ہے مجھے

بزمِ ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند
ہے دلِ شاعر کو لیکن کُنجِ تنہائی پسند

ہے جُنوں مجھ کو کہ گھبراتا ہوں آبادی میں مَیں
ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں مَیں؟
شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھراتا ہے مجھے
اور چشموں کے کناروں پر سُلاتا ہے مجھے؟

طعنہ زن ہے تُو کہ شیدا کُنجِ عُزلت کا ہوں مَیں
دیکھ اے غافل! پیامی بزمِ قُدرت کا ہوں مَیں

ہم وطن شمشاد کا، قُمری کا مَیں ہم راز ہوں
اس چمن کی خامشی میں گوش بر آواز ہوں

کچھ جو سنتا ہوں تو اَوروں کو سُنانے کے لیے
دیکھتا ہوں کچھ تو اَوروں کو دِکھانے کے لیے

عاشقِ عُزلت ہے دل، نازاں ہُوں اپنے گھر پہ مَیں
خندہ زن ہُوں مسندِ دارا و اسکندر پہ مَیں

لیٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جادُو کا اثر
شام کے تارے پہ جب پڑتی ہو رہ رہ کر نظر

عِلم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود!
گُل کی پتّی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

ایمرسن: مشہور امریکی شاعر، فلسفی، مقالہ نگار جو بہر فن مولا تھا (۱۸۰۳ء-۱۸۸۲ء). بزمِ جہاں: دنیا کی محفل. سُوئے وطن: وطن کی طرف. آباد ویرانہ: یہ دنیا جو دیکھنے میں آباد ہے لیکن شاعر کا ہم خیال کوئی نہیں. بسکہ: بہت زیادہ. درخورِ محفل: بزم یا دوسروں کے ساتھ مل بیٹھنے کے لائق. دربارِ سلطان: مراد حکمران / حکمرانوں کے دربار یا محل. شبستان: رات گزارنے کی جگہ، مراد محل. زنجیرِ طلائی: سونے کی زنجیر، مراد سرکاری، درباری پابندی. ہنگامہ آرائی: مراد دنیا کی رونق، چہل پہل. اجنبیت: غیریت، ناواقف ہونے کی حالت. شناسائی: واقفیت، اپنائیت. خود آرا: مراد خود کو بڑا ظاہر کرنے والے. ہم صحبت: پاس اُٹھنے بیٹھنے والا. موجِ بحر: سمندر کی لہر / لہریں. صورت: مانند. ہنگامۂ عشرت: مراد عیش و عشرت کی محفلیں. ظلمت: تاریکی. ڈھونڈا کیا: تلاش

کرتا رہا۔نظارۂ گل: پھول کو دیکھنے کی کیفیت۔خار: کانٹا۔یوسف: مراد محبوب، حسین، حضرت یوسفؑ کو بیچا گیا تھا۔ ہاتھ آنا: ملنا، حاصل ہونا۔بازار: مراد خود دنیا۔چشمِ حیراں: حیرانی میں ڈوبی ہوئی نگاہ۔طوفان کا مارا: مراد ٹھوکروں پر ٹھوکر کھا کر بھی مقصد حاصل نہ کر سکا۔بُو: خوشبو۔چمن: مراد دنیا۔دامنِ کہسار: پہاڑ کی وادی۔موسیقی گفتار: باتوں کی سُر تال یعنی باتیں۔ ہم نشیں: ساتھ بیٹھنے والا۔نرگسِ شہلا: ایک زرد یا سیاہ رنگ کا پھول جس کی شکل آنکھ سے ملتی جلتی ہے۔رفیقِ گل: پھول/پھولوں کا دوست یا ساتھی۔فرشِ سبز: مراد سبزہ۔کوئل: سیاہ رنگ کا خوش آواز پرندہ۔محفل آرائی: بزم سجانا، باہم مل بیٹھنا۔کُنجِ تنہائی: ایسی الگ تھلگ جگہ جہاں کوئی اور نہ ہو۔ آبادی: یعنی جہاں انسان چلتے پھرتے ہیں۔کس کو: سوال ہے جس کا جواب ہے "خالقِ کائنات" کو۔شوق: عشق۔سبزہ زار: جہاں سبزہ بہت ہو۔طعنہ زن: طعنے مارنے والا۔شیدا: محبت کرنے والا۔کُنج: کونا۔عزلت: تنہائی۔ پیامی: پیغام لے جانے والا، قاصد۔بزمِ قدرت: مراد کائنات میں قدرت کے مظاہر۔ہم وطن: ایک ہی شہر/ملک کے باشندے۔شمشاد: سرو کی طرح کا لمبا درخت۔قُمری: فاختہ۔ہمراز: ایک دوسرے کے بھید جاننے والے۔گوش بر آواز: کان لگا کر بات سننے پر تیار۔نازاں: فخر کرنے والا۔خندہ زن: ہنسی/مذاق اُڑانے والا۔مسند: مراد تخت۔دارا: ایران کا قدیم بادشاہ جسے سکندرِ اعظم نے شکست دی تھی۔سکندر: سکندرِ اعظم/یونانی، یعنی کوئی بھی عظیم بادشاہ۔زیرِ شجر: درخت کے نیچے۔جادو کا اثر رکھنا: مراد آدمی پر پُر کیف حالت طاری کرنا۔رہ رہ کر: بار بار۔علم کا حیرت کدہ: مراد فلسفی کائنات پر حیران تو ہوتا ہے لیکن اس کے بھید اور حقیقت کو نہیں پا سکتا۔رازِ ہست و بود: مراد کائنات/موجودات کی حقیقت/بھید۔

طفلِ شیر خوار

میں نے چاقو تجھ سے چھینا ہے تو چلاتا ہے تُو
مہرباں ہوں مَیں، مجھے نامہرباں سمجھا ہے تُو
پھر پڑا روئے گا اے نووارِدِ اقلیمِ غم
چبھ نہ جائے دیکھنا! باریک ہے نوکِ قلم

آہ! کیوں دُکھ دینے والی شے سے تجھ کو پیار ہے
کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے، یہ بے آزار ہے

گیند ہے تیری کہاں، چینی کی بلی ہے کدھر؟
وہ ذرا سا جانور ٹوٹا ہوا ہے جس کا سر
تیرا آئینہ تھا آزادِ غبارِ آرزو
آنکھ کُھلتے ہی چمک اُٹھا شرارِ آرزو
ہاتھ کی جنبش میں، طرزِ دید میں پوشیدہ ہے
تیری صورت، آرزو بھی تیری نوزائیدہ ہے

زندگانی ہے تری آزادِ قیدِ امتیاز
تیری آنکھوں پر ہوَیدا ہے مگر قُدرت کا راز

جب کسی شے پر بگڑ کر مجھ سے، چلّاتا ہے تُو

کیا تماشا ہے رَدی کاغذ سے مَن جاتا ہے تُو

آہ! اس عادت میں ہم آہنگ ہوں مَیں بھی ترا

تُو تلوّن آشنا، مَیں بھی تلوّن آشنا

عارضی لذّت کا شیدائی ہوں، چلّاتا ہوں مَیں

جلد آ جاتا ہے غصہ، جلد مَن جاتا ہوں مَیں

میری آنکھوں کو لُبھا لیتا ہے حُسنِ ظاہری

کم نہیں کچھ تیری نادانی سے نادانی مری

تیری صورت گاہ گریاں گاہ خنداں مَیں بھی ہوں

دیکھنے کو نوجواں ہُوں، طفلِ ناداں مَیں بھی ہوں

طفلِ شیر خوار: دودھ پیتا بچہ. چلّاتا: زور سے روتا. مہرباں: محبت کرنے والا. نامہرباں: جو شفقت سے کام نہ لے. نووارد: نیا نیا داخل ہونے/ آنے والا. اقلیمِ غم: دکھوں کا ملک، مراد دنیا. نوکِ قلم: قلم کا چھبنے والا باریک سرا. بے آزار: جس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے. چینی کی بلّی: بلّی کی شکل میں بنا ہوا چینی کا کھلونا. آزاد: مراد پاک، صاف. غبارِ آرزو: تمناؤں کی گرد. آنکھ کھلتے ہی: مراد ذرا ہوش سنبھالتے ہی. شرارِ آرزو: خواہش کی چنگاری. جنبش: حرکت، ہلنے کی حالت. طرزِ دید: دیکھنے کا انداز. پوشیدہ: چھپی ہوئی. تیری صورت: تیری طرح. نوزائیدہ: نئی نئی پیدا ہوئی. آزادِ قیدِ امتیاز: مراد لوگوں میں فرق کرنے کی قید/ عادت سے بَری. ہویدا: ظاہر، کھلا. مگر: شاید. بگڑ کر: ناراض ہو کر. چلّاتا ہے: روتا ہے. مَن جانا: راضی ہو جانا. کیا تماشا ہے: عجیب بات ہے. ہم آہنگ: ایک جیسے خیال کا. تلوّن آشنا: جس کا مزاج ہر پل بدلتا رہے. عارضی: وقتی، پل دو پل کی. شیدائی: عاشق. لبھا لینا: پھانس لینا، عاشق بنا لینا. حسنِ ظاہری: مراد چہرے مہرے کی خوبصورتی. نادانی: ناسمجھی. گاہ: کبھی. گریاں: روتی ہوئی. خنداں: ہنستی ہوئی. تیری صورت: تیری طرح. طفلِ ناداں: کم عقل بچہ.

تصویرِ درد

نہیں منّت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری
یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
اُٹھائے کچھ ورَق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گُل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
اُڑا لی قُمریوں نے، طُوطیوں نے، عندلیبوں نے
چمن والوں نے مِل کر لُوٹ لی طرزِ فُغاں میری
ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں، حسرت بھری ہے داستاں میری
الٰہی! پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا
حیاتِ جاوداں میری، نہ مرگِ ناگہاں میری!

مرا رونا نہیں، رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گُل ہوں مَیں، خزاں ہر گُل کی ہے گویا خزاں میری

''دریں حسرت سرا عمریست افسونِ جرس دارم
☆
ز فیضِ دل تپیدن ہا خروشِ بے نفَس دارم''

ریاضِ دہر میں ناآشنائے بزمِ عشرت ہُوں
خوشی روتی ہے جس کو، مَیں وہ محرومِ مسرّت ہُوں
مری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہے گویائی
مَیں حرفِ زیرِ لب، شرمندۂ گوشِ سماعت ہُوں
پریشاں ہوں میں مُشتِ خاک، لیکن کچھ نہیں کُھلتا
سکندر ہُوں کہ آئینہ ہُوں یا گردِ کدورت ہُوں
یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قُدرت کا
سراپا نور ہو جس کی حقیقت، مَیں وہ ظلمت ہُوں
خزینہ ہوں، چُھپایا مجھ کو مُشتِ خاکِ صحرا نے
کسی کو کیا خبر ہے مَیں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں!
نظر میری نہیں ممنونِ سیرِ عرصۂ ہستی
مَیں وہ چھوٹی سی دُنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہُوں
نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں، نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
مَیں اس مے خانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہُوں

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دِکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

عطا ایسا بیاں مجھ کو ہُوا رنگیں بیانوں میں
کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہم زبانوں میں

اثر یہ بھی ہے اک میرے جُنونِ فتنہ ساماں کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے راز دانوں میں

رُلاتا ہے ترا نظّارہ اے ہندوستاں! مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

دیا رونا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا
لکھا کلکِ ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں

نشانِ برگِ گُل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گُلچیں!
تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

چُھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردُوں نے
عنادِل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

سُن اے غافل صدا میری، یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
دَھرا کیا ہے بھلا عہدِ کُہن کی داستانوں میں
یہ خاموشی کہاں تک؟ لذّتِ فریاد پیدا کر
زمیں پر تُو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مِٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گام زن، محبوبِ فطرت ہے

ہوَیدا آج اپنے زخمِ پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا
جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا
مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ درد آشنا پیدا
چمن میں مُشتِ خاک اپنی پریشاں کر کے چھوڑوں گا
پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے، تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا
مجھے اے ہم نشیں رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
کہ مَیں داغِ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا

دِکھا دوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کرکے چھوڑوں گا

جو ہے پردوں میں پنہاں، چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

کِیا رفعت کی لذّت سے نہ دل کو آشنا تُو نے
گزاری عمر پستی میں مثالِ نقشِ پا تُو نے
رہا دل بستۂ محفل، مگر اپنی نگاہوں کو
کِیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تُو نے
فدا کرتا رہا دل کو حَسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تُو نے
تعصّب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے بُرا تُو نے
سراپا نالۂ بیدادِ سوزِ زندگی ہو جا
سپند آسا گرہ میں باندھ رکھّی ہے صدا تو نے
صفائے دل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلّق سے
کفِ آئینہ پر باندھی ہے او ناداں! حنا تُو نے
زمیں کیا، آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تُو نے!

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل!
بنایا ہے بُتِ پندار کو اپنا خدا تُو نے
کنویں میں تُو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل! جو مُطلق تھا مقیّد کر دیا تُو نے

ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

دِکھا وہ حُسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پُرنم کو
جو تڑپاتا ہے پروانے کو، رُلواتا ہے شبنم کو
نِرا نظّارہ ہی اے بُوالہوس مقصد نہیں اس کا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو
اگر دیکھا بھی اُس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو
شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو
نہ اُٹھا جذبۂ خورشید سے اک برگِ گُل تک بھی
یہ رفعت کی تمنا ہے کہ لے اُڑتی ہے شبنم کو
پھرا کرتے نہیں مجروحِ اُلفت فکرِ درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طُور ہوتا ہے

دوا ہر دُکھ کی ہے مجروحِ تیغِ آرزو رہنا
علاجِ زخم ہے آزادِ احسانِ رفو رہنا

شرابِ بے خودی سے تا فلک پرواز ہے میری
شکستِ رنگ سے سیکھا ہے مَیں نے بن کے بُو رہنا

تھمے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں
عبادت چشمِ شاعر کی ہے ہر دم باوضو رہنا

بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گُل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ! کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

جو تُو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں
غلامی ہے اسیرِ امتیازِ ما و تُو رہنا

یہ استغنا ہے، پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو
تجھے بھی چاہیے مثلِ حبابِ آبجو رہنا

نہ رہ اپنوں سے بے پروا، اسی میں خیر ہے تیری
اگر منظور ہے دُنیا میں او بیگانہ خُو! رہنا

شرابِ رُوح پرور ہے محبت نوعِ انساں کی
سِکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبُو رہنا

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کِیا ہے اپنے بختِ خُفتہ کو بیدار قوموں نے

بیابانِ محبت دشتِ غربت بھی، وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے

محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے، صحرا بھی
جرَس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے

مرَض کہتے ہیں سب اس کو، یہ ہے لیکن مرَض ایسا
چُھپا جس میں علاجِ گردشِ چرخِ کُہن بھی ہے

جَلانا دل کا ہے گویا سراپا نُور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے

وہی اک حُسن ہے، لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں
یہ شیریں بھی ہے گویا، بیستُوں بھی، کوہکن بھی ہے

اُجاڑا ہے تمیزِ مِلّت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے؟

سکُوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے مُنہ میں اور تابِ سخن بھی ہے

"نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں، بخاموشی ادا کردم" ☆☆

منت کش: احسان اٹھانے والی۔تابِ شنیدن: سننے کی طاقت۔ بے زبانی: کچھ نہ بولنے کی کیفیت۔دستور: طریقہ، قانون۔زباں بندی: بولنے پر پابندی۔ورق: کتاب کے صفحے،پتیاں۔لالے: لالہ، مشہور سرخ پھول۔ نرگس: آنکھ سے ملتا جلتا زرد رنگ کا پھول۔گُل: مراد گلاب۔ اُڑالی: چرالی۔قمریوں: جمع قمری، فاختاؤں۔ طوطیوں: جمع طوطی، طوطے۔عندلیبوں: جمع عندلیب، بلبلوں۔طرزِ فغاں: فریاد کرنے کا انداز۔ٹپک: قطرے بن کے نیچے گر۔ سراپا: پورے طور پر۔حسرت بھری: افسوس سے پُر۔حیاتِ جاوداں: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی۔ پھر مزا کیا ہے: یعنی کوئی لطف نہیں۔مرگِ ناگہاں: اچانک کی موت۔خزاں: پت جھڑ کا موسم۔ریاضِ دہر: زمانے کا باغ، دنیا۔ بزمِ عشرت: عیش ونشاط کی محفل۔مسرّت: خوشی۔گویائی: بولنے کی قوت۔بگڑی ہوئی تقدیر: بدقسمتی۔حرفِ زیرِلب: وہ بات جو منہ سے نہ نکلی ہو۔شرمندۂ گوشِ سماعت: سننے والے کانوں سے شرمندہ ہونے والی، کیونکہ بات منہ ہی سے نہیں نکلی تو کان کیسے سنیں۔ پریشاں: بکھرا ہوا، بکھری ہوئی۔مشتِ خاک: مٹی کی مٹھی۔سکندر: سکندر مقدونی، مشہور یونانی فاتح (ولادت ۳۵۵ ق م وفات ۳۲۳ ق م) کہتے ہیں اس نے آئینہ ایجاد کیا تھا۔گرد و کدورت: مراد مادیت کا غبار۔ہستی: زندگی، وجود۔مقصد: غرض۔حقیقت: اصلیت۔ ظلمت: تاریکی، اندھیرا۔خزینہ: خزانہ۔ممنونِ سیر: مراد دیکھنے / نظارہ کرنے کا احسان اُٹھانے والی۔عرصۂ ہستی: زندگی / وجود کا میدان، کائنات۔ولایت: ملک، حکومت۔صہبا: شراب۔ساقی: شراب پلانے والا۔مستی: شراب کا نشہ۔ پیمانہ: شراب کا جام۔میخانۂ ہستی: زندگی / وجود کا شراب خانہ، یہ دنیا۔رازِ دو عالم: دونوں دنیاؤں کا بھید / حقیقت۔عطا ہوا: مراد خدا کی طرف سے ملا۔ بیاں: مراد شاعری۔رنگیں بیان: مراد دل کش شعر کہنے والا۔بامِ عرش: عرش کی چھت۔طائر: پرندہ۔ہم زبان: مراد ساتھی۔جنونِ فتنہ ساماں: دل میں ہنگامہ برپا کر دینے والی دیوانگی یعنی عشق۔آئینۂ دل: ایسا دل جس پر قدرت کے راز ظاہر ہوتے ہیں۔قضا: خدائی حکم، قدرت۔رازداں: بھیدوں سے واقف۔نظارہ: مراد اس وقت کی سیاسی صورت حال۔رُلاتا ہے: یعنی بہت دکھ پہنچاتا ہے۔عبرت خیز: مراد دردناک جس سے دوسروں کو تنبیہ ہو۔کلکِ ازل: قدرت کا قلم۔نوحہ خواں: مرثیہ پڑھنے والا، ماتم کرنے والا۔ برگِ گل: پھول کی پتی، مراد معمولی سے معمولی چیز۔ نہ چھوڑ: یعنی لوٹ لے۔گل چیں: پھول توڑنے والا، مراد انگریز حکمران۔باغ: مراد ہندوستان / برصغیر۔تری قسمت ہے: مراد تیری خوش بختی ہے کہ۔رزم آرئیاں: لڑائی جھگڑے فسادات۔باغبانوں: جمع باغبان، مالی، مراد برصغیر کی دو بڑی قومیں ہندو اور مسلم۔آستیں: قمیص، کرتے کی باہنہ۔بجلیاں: جمع بجلی مراد تباہی کے سامان۔گردوں: آسمان۔عنادل: جمع عندلیب، بلبل، مراد وہی قومیں۔آشیانوں: جمع آشیانہ، گھونسلے، مراد اپنی اپنی جگہ۔وظیفہ: ہر روز پڑھی جانے والی تسبیح۔بوستان: باغ۔مصیبت آنے والی ہے: مراد ملک کے حالات تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔

عہدِ کہن: پرانا دور/ زمانہ۔داستان: اشارہ ہے مسلم ہندو اختلافات کی طرف۔دُھرا کیا ہے: کیا فائدہ ہے
لذتِ فریاد: پُر اثر انداز میں دل کا درد بیان کرنا۔اُسلوبِ فطرت: قدرت کا طریقہ/ انداز۔گامزن: چلنے
والا۔محبوب: پیارا،عزیز۔ہویدا: ظاہر۔زخمِ پنہاں: ملکی حالات کے سبب دل کو پہنچنے والا پوشیدہ دکھ۔لہو رونا:
خون کے آنسو رونا جو انتہائی غم کی علامت ہے۔گلستاں: سُرخ گلاب کے پھولوں کا باغ۔سوزِ پنہاں: دل کی
تپش۔ہر شمعِ دل: یعنی ہر ہم وطن کا دل۔مگر: ممکن ہے۔صورت: مانند۔درد آشنا: درد کے لطف/مزے سے
باخبر۔مشتِ خاک: مٹھی بھر خاک۔ پریشاں کرنا: بکھیرنا۔ایک ہی تسبیح میں پرونا: مراد ان فرقوں/ قوموں
میں اتفاق واتحاد پیدا کرنا۔بکھرے دانے: مراد مختلف فرقوں کی صورت۔ہم نشیں: ساتھی۔شغل: مشغلہ،کام
سینہ کاوی: سینہ کھرچنا، انتہائی دکھ کی حالت۔داغ: زخم۔صورتِ آئینہ: آئینے کی طرح۔پردہ: اوٹ۔چشمِ بینا:
بصیرت کی آنکھ۔تقاضا: ضرورت، خواہش۔رفعت: بلندی۔پستی: ذلت۔نقشِ پا: مٹی پر پاؤں کے پڑنے والے
نشان۔دل بستۂ محفل: صرف بزم ہی سے دلچسپی رکھنے والا۔بیرونِ محفل: گھر سے باہر یعنی ملکی حالات۔حیرت
آشنا: مراد حیران پریشان ہونے والا۔ادا: طور طریقہ۔تعصب: بے جا حمایت۔ناداں: ناسمجھ،کم عقل۔دہر:
زمانہ۔آئینہ خانہ: ایسا گھر جس کی دیواروں پر آئینے لگے ہوں۔سراپا: پوری طرح۔نالہ: فریاد۔سوزِ زندگی:
زندگی کی حرارت جس سے انسان میں قوتِ عمل پیدا ہوتی ہے۔سپند آسا: کالے دانے کی طرح۔گرہ میں باندھ
رکھنا: سنبھال رکھنا۔صفائے دل: دل کی پاکیزگی۔آرائش: سجاوٹ، رونق۔رنگِ تعلق: دنیاوی تعلقات کا
رنگ۔کفِ آئینہ پر حنا باندھنا: بے فائدہ قسم کا کام کرنا۔کج بینی: مراد غلط باتیں سوچنا۔غضب ہے: دکھ کی
بات ہے۔سطرِ قرآں: مراد قرآنی آیات۔چلیپا کر دیا: مراد باطل کر دیا (چلیپا: صلیب کی صورت جو عیسائی
اپنے گلے میں ڈالتے ہیں)توحید کا دعویٰ: خدا کی وحدت پر ایمان کا پُر زور اظہار۔ بتِ پندار: غرور/ تکبر کا
بت۔ یوسف: حضرت یوسفؑ جن کو ان کے بھائی کنویں میں چھوڑ گئے تھے۔مُطلق: مراد ہر قسم کی شرط وغیرہ
سے آزاد۔مقید: قید کیا گیا، قیدی۔ہوس: لالچ، حرص۔بالائے منبر: منبر کے اوپر، مسجد میں وعظ کہنے کی جگہ پر۔
رنگیں بیانی: لچھے دار باتیں کرنا۔صورت: شکل، مثال۔افسانہ خوانی: کہانی پڑھنا یعنی سُنانا۔حُسنِ عالم سوز: دنیا
کو جلا ڈالنے والا حُسن۔چشمِ پُرنم: روتی ہوئی آنکھیں۔پروانہ: پتنگا۔رُلوانا: رُلانا، اوس کے قطرے گرانا۔شبنم:
اوس۔نِرا: صرف۔بُوالہوس: بہت لالچی۔کسی نے: مراد خدا نے۔چشمِ آدم: انسان کی آنکھ۔عالم: دنیا۔جام:
شراب کا پیالہ۔جم: جمشید، ایرانی بادشاہ جس کے جام میں دنیا نظر آتی تھی۔شجر: درخت۔فرقہ آرائی: مراد فرقہ
پرستی۔آدم: مراد حضرت آدمؑ۔نہ اُٹھا: بلند نہ ہوا، اونچا نہ گیا۔جذبۂ خورشید: سورج کی کشش۔برگِ گُل: پھول
کی پتی/ پتا۔مجروحِ اُلفت: مراد محبت کے مارے ہوئے۔درماں: علاج۔مرہم: دوا، دارو۔شرر: چنگاری

ریاضِ طور: طور کا باغ، طور جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا۔ مجروح: زخمی۔ تیغ: تلوار۔ آزادِ احسانِ رفو: زخم میں ٹانکے بھروانے کے احسان سے بچنا۔ شرابِ بیخودی: مدہوشی کی شراب۔ تا فلک: آسمان / آسمانوں تک۔ شکستِ رنگ: رنگ اُڑنا۔ تھمنا: رُکنا۔ دیدۂ گریاں: روتی ہوئی آنکھیں۔ وطن کی نوحہ خوانی: وطن کی غلامی کے غم پر دکھ کا اظہار۔ باوضو: جس کا وضو قائم ہو۔ آشیاں: گھونسلا۔ آہ: افسوس، دکھ کی بات ہے۔ بے آبرو رہنا: ذلت کی زندگی گزارنا۔ پوشیدہ: چھپی ہوئی۔ محبت: مراد اہلِ وطن کی ایک دوسرے سے محبت۔ امتیازِ ماوتو: میں اور تو میں فرق پیدا کرنا۔ استغنا: کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے کی حالت۔ نگوں: اُلٹا۔ حباب: بلبلہ۔ آبجو: ندی۔ بے پروا: خیال نہ کرنے والا۔ منظور ہے: مراد خواہش ہے۔ او: اے کلمۂ خطاب۔ بیگانہ خو: مراد دوسروں سے غیروں کی طرح ملنے والا۔ شرابِ روح پرور: روح کو تازہ رکھنے والی شراب۔ محبت نوعِ انساں کی: انسانوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا۔ مست رہنا: بےخودی کی حالت میں رہنا۔ بے جام وسبو: شراب کے پیالے وغیرہ کے بغیر۔ بیمار قومیں: مراد باہم لڑنے جھگڑنے والی قومیں۔ بختِ خفتہ: سویا ہوا نصیب۔ بیدار کرنا: مقدر / نصیب جگانا۔ بیاباں: جنگل، ویرانہ۔ دشتِ غربت: پردیس کا جنگل۔ ویرانہ: غیر آباد جگہ۔ قفس: پنجرہ۔ جرس: گھنٹا۔ راہبر: راستہ دکھانے والا۔ راہزن: راہ مار، لٹیرا۔ گردشِ چرخِ کہن: پرانے آسمان کا چکر، مراد نصیب کا چکر۔ دل کا جانا: مراد دوسروں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کرنا۔ سراپا نور ہو جانا: پورے طور پر روشنی بن جانا۔ سوزاں: جلتا ہوا، جلنے والا۔ شمعِ انجمن: مراد محفل کی رونق۔ وہی اک حُسن: مراد محبوبِ حقیقی (خدا) کا حُسن۔ شیریں: فرہاد کی محبوبہ۔ بیستوں: ایران کا وہ پہاڑ جسے فرہاد نے شیریں کے کہنے پر دودھ کی نہر بہانے کے لیے کھودا تھا۔ کوہکن: پہاڑ کھودنے والا، مراد فرہاد۔ اُجاڑا ہے: تباہ کیا ہے۔ تمیزِ ملت و آئیں: تعصب کی بنا پر مذہب، فرقوں یا وطن میں فرق کرنے کا عمل۔ فکرِ وطن: وطن کی حفاظت کا خیال۔ سکوت آموز: خاموشی سکھانے والا۔ طولِ داستان: کہانی / بات کرنے کی طوالت۔

☆ مدت ہو چکی ہے کہ میں حسرتوں کی اس سرائے، یعنی دنیا، میں گھٹنے کی سی حالت سے دوچار ہوں، اس لیے کہ دل کے تڑپنے سے اٹھنے والی آوازوں کا شور مجھ میں برپا ہے۔ (یہ شعر مرزا بیدل کا ہے)

☆☆ مضمون / باتوں کا سلسلہ ختم ہونے ہی کو نہ آ رہا تھا، داستان بہت طویل تھی اس لیے میں نے وہ خاموشی سے، یعنی خاموش رہ کر، بیان کر دی۔ (یہ شعر نظیری نیشاپوری کا ہے)

نالۂ فراق

(آرنلڈ کی یاد میں)

جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں
آہ! مشرق کی پسند آئی نہ اس کو سرزمیں
آ گیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں
ظلمتِ شب سے ضیائے روزِ فرقت کم نہیں

"تا ز آغوشِ وداعش داغِ حیرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ در چشمم نگہ خوابیدہ است"

کشتۂ عزلت ہوں، آبادی میں گھبراتا ہوں میں
شہر سے سودا کی شدّت میں نکل جاتا ہوں میں
یادِ ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں
بہرِ تسکیں تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

آنکھ گو مانوس ہے تیرے در و دیوار سے
اجنبیّت ہے مگر پیدا مری رفتار سے

ذرّہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا
آئنہ ٹُوٹا ہوا، عالم نُما ہونے کو تھا
نخل میری آرزوؤں کا، ہرا ہونے کو تھا
آہ! کیا جانے کوئی مَیں کیا سے کیا ہونے کو تھا

ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اندکے بر غنچہ ہاے آرزُو بارید و رفت ۲

تُو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم
تھی تری موجِ نفَس بادِ نشاط افزائے علم
اب کہاں وہ شوقِ رہ پیمائیِ صحرائے علم
تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

"شورِ لیلیٰ کو کہ باز آرائشِ سودا کند
خاکِ مجنوں را غبارِ خاطرِ صحرا کند" ۳

کھول دے گا دشتِ وحشت عقدۂ تقدیر کو
توڑ کر پہنچوں گا مَیں پنجاب کی زنجیر کو
دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو
کیا تسلّی ہو مگر گرویدۂ تقریر کو

"تابِ گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا
خامشی کہتے ہیں جس کو، ہے سخن تصویر کا" ۴

نالۂ فراق: کسی کی جدائی میں رونا۔ آرنلڈ: سرتامس آرنلڈ۔ اپنے وقت کے فلسفہ کے عظیم پروفیسر ۱۸۹۷ء سے گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ ان ہی کے کہنے پر علامہ اقبال نے فلسفہ میں ایم اے کیا۔ ۱۹۰۴ء میں انگلینڈ چلے گئے۔ جا بسا: مقیم ہوگیا۔ مغرب: مراد انگلستان۔ مکیں: رہنے والا۔ شرق کی سر زمیں: مراد اس وقت کا پاکستانی علاقہ (لاہور) ظلمتِ شب: رات کا اندھیرا۔ ضیائے روزِ فرقت: جدائی کے دن کی روشنی۔ کشتۂ عزلت: تنہائی کا مارا ہوا۔ سودا کی شدت: دیوانگی کا زیادہ ہونا۔ ایامِ سلف: گزرے ہوئے دن۔ دل کو تڑپانا: بیحد بے چینی میں رہنا۔ بہرِ تسکیں: سکون / آرام کی خاطر۔ جانب: طرف۔ گو: اگرچہ۔ مانوس: مراد پہلے سے دیکھا ہوا ہوئے۔ اجنبیت: غیریت، ناواقف ہونے کی حالت۔ میرے دل کا ذرہ: مراد میرا ننھا سا دل۔ خورشید آشنا: سورج سے واقف یعنی علم کی روشنی سے منور۔ ٹوٹا ہوا آئینہ: مراد ٹوٹا ہوا دل۔ عالم نما: جس میں دنیا نظر آئے۔ نخل: درخت۔ ہرا ہونا: سرسبز ہونا، پھل پھول دینے لگنا۔ کلیم ذرۂ سینائے علم: علم کے طورِ سینا کا کلیم (کلیم حضرت موسیٰؑ کا لقب) مراد بہت بڑا عالم۔ موجِ نفس: سانس کی ہوا۔ بادِ نشاط افزائے علم: علم کی مسرت ولذت بڑھانے والی ہوا۔ شوقِ رہ پیمائی صحرائے علم: علم کے جنگل میں چلنے کا اشتیاق / تمنا۔ سودائے علم: مراد علم سے عشق کا جذبہ۔ عقدہ: گرہ۔ دستِ وحشت: مراد شوق کی دیوانگی۔ پنجاب کی زنجیر: اشارہ ہے گورنمنٹ کالج لاہور کی ملازمت کی طرف جو باہر جانے میں رکاوٹ تھی۔ دیدۂ حیراں: پھٹی پھٹی نگاہیں۔ گرویدۂ تقریر: مراد باتیں سننے کا عاشق۔

۱۔ جب سے اُس نے اس (محبوب) کی جدائی (رخصتی) کی گود سے حیرانی کا زخم چنا یعنی اٹھایا ہے اس وقت سے نگاہ، بجھی ہوئی شمع کی طرح میری آنکھ میں سوگئی ہے (مرزا عبدالقادر بیدل کا شعر)

۲۔ رحمت کے بادل نے میرے باغ سے اپنا پلو اٹھالیا (یعنی پوری طرح نہ برسا) اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ میری تمنا کی کلیوں پر برسا اور چلا گیا۔

۳۔ لیلیٰ کا چرچا کہاں ہے؟ کہ وہ پھر سے دیوانگی کی سجاوٹ کرے یعنی دیوانگی میں اضافہ کرے اور مجنوں کی خاک کو صحرا کے دل کا غبار بنا دے۔ (مرزا بیدل کا شعر)

۴۔ تصویر کے منہ / زبان میں بولنے کی طاقت نہیں ہے۔ جس چیز کو خاموشی کہتے ہیں وہی تصویر کا باتیں کرنا ہے۔ (امیر مینائی کا شعر ہے)

چاند

میرے ویرانے سے کوسوں دُور ہے تیرا وطن
ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن
قصد کس محفل کا ہے؟ آتا ہے کس محفل سے تُو؟
زرد رُو شاید ہُوا رنجِ رہِ منزل سے تُو
آفرینش میں سراپا نور تُو، ظلمت ہُوں میں
اس سِیَہ روزی پہ لیکن تیرا ہم قسمت ہُوں میں
آہ! میں جلتا ہوں سوزِ اشتیاقِ دید سے
تُو سراپا سوز داغِ منّتِ خورشید سے
ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے
میری گردش بھی مثالِ گردشِ پرکار ہے
زندگی کی رہ میں سرگرداں ہے تُو، حیراں ہوں مَیں
تُو فروزاں محفلِ ہستی میں ہے، سوزاں ہوں مَیں
مَیں رہِ منزل میں ہُوں، تُو بھی رہِ منزل میں ہے
تیری محفل میں جو خاموشی ہے، میرے دل میں ہے

تُو طلب خُو ہے تو میرا بھی یہی دستور ہے
چاندنی ہے نور تیرا، عشق میرا نور ہے

انجمن ہے ایک میری بھی جہاں رہتا ہوں میں
بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تُو، تنہا ہوں میں

مہر کا پرتَو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل
محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوۂ حُسنِ ازل

پھر بھی اے ماہِ مبیں! مَیں اور ہوں تُو اور ہے
درد جس پہلو میں اُٹھتا ہو، وہ پہلو اور ہے

گرچہ مَیں ظلمت سراپا ہوں، سراپا نور تُو
سیکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دُور تُو

جو مری ہستی کا مقصد ہے، مجھے معلوم ہے
یہ چمک وہ ہے، جبیں جس سے تری محروم ہے

کوسوں دُور: یعنی ہزاروں میل دُور۔ تیرا وطن: مراد چاند کی آسمانی منزل۔ دریائے دل: دل کا سمندر، مراد دل۔ موجزن: جوش مارنے والا۔ کشش: اپنی طرف کھینچنا، رغبت۔ قصد: ارادہ۔ زردرُو: پیلے چہرے والا۔ رنجِ رہِ منزل: ٹھکانے کے راستے میں پہنچنے والی تکلیف۔ آفرینش: پیدائش/ جسمانی لحاظ سے۔ سراپا نور: مکمل روشنی۔ ظلمت: تاریکی، سیاہی۔ سیہ روزی: تاریک دن والا ہونا، بدقسمت۔ ہم قسمت: ایک سی قسمت/ مقدر والا۔

بلالؓ

چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اُٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چُھٹا تجھ سے ایک دَم کے لیے
کسی کے شوق میں تُو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تری
شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثلِ کلیمؑ سودا تھا
اویسؓ طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
☆ خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسائید
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰؑ پر
تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند
☆☆
چہ برقِ جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند!
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

بلالؓ: حضرت بلالؓ کنیت ابوعبداللہ، حبشی غلام تھے۔ ولادت مکہ میں ہوئی۔ اسلام قبول کرنے پر ان کے آقا نے ان پر ظلم ڈھائے۔ حضور اکرمؐ سے بےحد عقیدت تھی۔ مسجد نبوی میں اذان وہی دیا کرتے تھے۔ حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد شام چلے گئے جہاں ۶۴۱ء میں فوت ہوئے۔ چمک اُٹھا: روشن ہوا۔ حبش: افریقہ کا علاقہ، باشندوں کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ حجاز: عرب (سعودی عرب) کا مشہور صوبہ۔ اُٹھا کر لانا: مراد پہنچانا۔ غمکدہ: دکھوں کا گھر، دل۔ آبادی: مراد دکھ دور ہوئے۔ آستاں: چوکھٹ، مراد حضور اکرمؐ کا در مبارک۔ دم: پل، گھڑی۔ کسی کے: مراد حضور اکرمؐ کے۔ جفا: سختی۔ صورتِ سلمانؓ: حضرت سلمانؓ فارسی کی مانند، جو حضور اکرمؐ کے مشہور صحابی تھے۔ حضورؐ نے انھیں "سلیمان الخیر" کا لقب دیا تھا۔ ۶۵۳ء بمقام مداین فوت ہوئے۔ دید: نظارہ،

محبوب کا دیدار۔ پیاس بڑھنا: مراد حضورؐ سے محبت میں زیادہ اضافہ ہونا۔ مثلِ کلیم: حضرت موسیٰؑ کی طرح، جنھوں نے خدا سے اپنا جلوہ دکھانے کی درخواست کی تھی۔ سودا: مراد شوق و جذبہ۔ اویسؓ: حضرت اویس قرنیؓ۔ حضور اکرمؐ کے نادیدہ عاشق، حضورؐ نے انھیں "خیر التابعین" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ ۶۵۷ء میں شہید ہوئے۔ طاقتِ دیدار: حضورؐ کے دیدار کو برداشت کرنے کی ہمت۔ ترستا تھا: مراد انھیں شدید خواہش تھی۔ نگاہوں کا نور: آنکھوں کی روشنی، مراد بیحد عزیز۔ طور: طورِ سینا جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدائی جلوہ نظر آیا۔ حسرت: افسوس، مراد شدید آرزو۔ برق: آسمانی بجلی۔ جانِ ناشکیبا: عشق کے سبب بے صبر روح۔ خندہ زن: ہنسی/مذاق اُڑانے والی۔ دستِ موسیٰؑ: حضرت موسیٰؑ کا ہاتھ، جب وہ جیب سے باہر نکالتے تو وہ بہت روشن ہوتا۔ ادائے دید: دیکھنے/نظارہ کرنے کا انداز۔ سراپا نیاز: پورے طور پر عاجزی/انکسار۔ کسی کو: مراد حضور اکرمؐ کو۔ نماز: مراد عبادت۔ ازل: مراد شروع ہی سے۔ اُس کے: مراد حضور اکرمؐ کے۔ خوشا: بہت اچھا۔ یثرب: مدینہ منورہ کا پرانا نام۔ مقام: ٹھکانے/رہنے کی جگہ۔ اس کا: حضور اکرمؐ کا۔ دیدارِ عام: مراد ہر کوئی حضورؐ کو دیکھ لیتا تھا۔

☆ وہ دل بڑا مبارک ہے جو تڑپا اور ایک پل کو بھی نہ ٹھہرا یعنی جذبۂ عشق سے تڑپتا رہا

☆☆ (قضا و قدر نے) شعلے سے حرارت لی اور اسے تیرے دل پر مارا یعنی دل میں جذبۂ عشق پیدا کیا، تجلی کی کیسی بجلی تیری فصل کی خاشاک پر گرائی گئی۔

سرگزشتِ آدم

سُنے کوئی مری غربت کی داستاں مجھ سے
بھلایا قصۂ پیمانِ اوّلیں میں نے

لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں
پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے

رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو
دِکھایا اوجِ خیالِ فلک نشیں میں نے

مِلا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا
کِیا قرار نہ زیرِ فلک کہیں میں نے

نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی
کبھی بُتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے

کبھی میں ذوقِ تکلّم میں طور پر پہنچا
چُھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
کِیا فلک کو سفر، چھوڑ کر زمیں میں نے

کبھی میں غارِ حرا میں چُھپا رہا برسوں
دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں نے

سُنایا ہند میں آکر سرُودِ ربّانی
پسند کی کبھی یوناں کی سر زمیں میں نے

دیارِ ہند نے جس دَم مری صدا نہ سُنی
بسایا خطۂ جاپان و مُلکِ چِیں میں نے

بنایا ذرّوں کی ترکیب سے کبھی عالم
خلافِ معنیِ تعلیمِ اہلِ دِیں میں نے

لہو سے لال کِیا سیکڑوں زمینوں کو
جہاں میں چھیڑ کے پیکارِ عقل و دِیں میں نے

سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی
اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے

ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں
سِکھایا مسئلۂ گردشِ زمیں میں نے

کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر
لگا کے آئنۂ عقلِ دُوربیں میں نے

کیا اسیر شعاعوں کو، برقِ مُضطر کو
بنا دی غیرتِ جنت یہ سرزمیں میں نے

مگر خبر نہ مِلی آہ! رازِ ہستی کی
کیا خرد سے جہاں کو تہِ نگیں میں نے

ہوئی جو چشمِ مظاہر پرست وا آخر
تو پایا خانۂ دل میں اُسے مکیں میں نے

سرگزشت: واقعہ، کہانی۔آدم: حضرت آدمؑ، انسان۔غربت: پردیس یا سفر میں رہنے کی حالت۔پیمانِ اوّلیں: وہ عہد جو انسان سے عالمِ ارواح میں لیا گیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ ۷، آیہ ۱۷۲ میں ہے۔طبیعت لگنا: دل لگنا، دل کو پسند آنا۔ریاض: باغ۔شعور: عقل، تمیز۔جامِ آتشیں: عشق کا جوش و جذبہ پیدا کرنے والا جام۔حقیقتِ عالم: کائنات کی اصل، کائنات کیا ہے؟ جستجو: تلاش۔اوج: بلندی۔خیالِ فلک نشیں: مراد بہت بلند خیال۔تغیر پسند: ہر گھڑی کوئی تبدیلی چاہنے والا۔قرار: مراد آرام ٹھکانا۔زیرِ فلک: مراد دنیا میں۔پتھر کی مُورتیں: پتھر کے بنے ہوئے بُت۔حرم نشیں: مراد کعبہ میں رکھے ہوئے۔ذوقِ تکلم: کلام/بات کرنے کا جذبہ حضرت موسیٰؑ کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے خدا سے کلام کیا اور کلیم اللہ کہلائے۔نورِ ازل: حضرت موسیٰؑ کے "یدِ بیضا" کی طرف اشارہ ہے۔ جب وہ اپنا ہاتھ جیب سے باہر نکالتے تو وہ بہت روشن ہوتا۔آستیں: قمیص کا وہ حصہ جس میں بازو ہوتا ہے۔صلیب: پھانسی کا تختہ، حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ ہے جنھیں صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔فلک کو سفر کرنا: مراد عیسیٰؑ جو آسمان پر زندہ اُٹھا لیے گئے تھے۔مَیں: یعنی حضور اکرمؐ۔غارِ حرا: وہ غار جہاں حضور اکرمؐ بہت عرصہ عبادت میں مصروف رہے۔جامِ آخریں: مراد دینِ اسلام، ایک مکمل دین۔ہند: ہندوستان۔سرودِ ربانی: خدائی ترانہ۔مَیں: مراد افلاطون۔سرزمین: مُلک۔دیار: مُلک۔مری صدا: میرا یعنی

مہاتما بدھ کا پیغام۔ خطہ: علاقہ، ملک۔ ذرّوں کی ترکیب: حضرت عیسیٰؑ سے چار صدی قبل کے فلسفی دیمقراطیس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ کائنات مادے کے ذروں سے مل کر بنی ہے اور خدا نہیں ہے۔ عالم: کائنات۔ خلاف معنیِ تعلیمِ اہلِ دیں: مذہبی راہنماؤں نے مذہب کا جو تصور دیا اس کے برعکس۔ میں: مراد دیمقراطیس۔ لہو سے لال کرنا: جنگ یا فساد سے انسانی خون زمین پر بہانا۔ سیکڑوں زمینیں: بہت سے ملک۔ چھیڑ کے: شروع کر کے۔ پیکارِ عقل و دیں: عقل اور مذہب کی لڑائی جو وسطی زمانوں میں عیسائیوں اور فلسفیوں کے درمیان رہی۔ کلیسا کے مطابق رومن کیتھولک یعنی عیسائی حق پر ہیں اور یونانی فلسفہ عقل کو درست کہتا تھا۔ حقیقت: اصلیت، یعنی وہ کیا ہیں۔ راتیں گزار دیں: یعنی سونے کی بجائے مدتوں رات رات بھر جاگنے کی کوشش میں جاگتا رہا۔ میں: مراد ہیئت دان گلیلیو (۱۵۶۴ء۔۱۶۴۲ء)۔ کلیسا: مراد عیسائی مذہبی رہنما۔ مسئلۂ گردشِ زمیں: یہ سائنسی مسئلہ کہ زمین ساکن نہیں بلکہ حرکت میں رہتی ہے۔ میں: مراد نکولس کوپرنیکس جس نے یہ نظریہ پیش کیا۔ کشش: نیوٹن (۱۶۴۲ء۔۱۷۲۶ء) کا پیش کردہ نظریہ کہ زمین اشیا کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ہویدا کرنا: ظاہر کرنا۔ عقلِ دُور بیں: دُور تک دیکھنے والی عقل۔ اسیر: قید، گرفتار۔ برقِ مضطر: بے چین بجلی، مراد ایکس ریز۔ میں: مراد ولیم کونراڈ رنٹگن (۱۸۴۵ء۔۱۹۲۳ء) اور مائیکل فراڈے (۱۷۹۱ء۔۱۸۶۷ء)۔ غیرتِ جنت: جو جنت کے لیے باعث رشک ہو۔ یہ سرزمیں: یہ دنیا۔ ثمر نہ ملی: ظاہر نہ ہوا۔ رازِ ہستی: زندگی / کائنات کا بھید / حقیقت۔ خرد: عقل، علم و فلسفہ۔ تہِ نگیں کرنا: اپنا ماتحت بنانا۔ چشمِ مظاہر پرست: کائنات کی ظاہری چیزیں دیکھنے والی آنکھ۔ وا ہونا: کھلنا۔ خانۂ دل: یعنی دل میں۔ مکیں: رہنے والا۔ اُسے: یعنی خدا کو۔

ترانۂ ہندی

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا

غربت میں ہوں اگر ہم، رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی، دل ہو جہاں ہمارا

پربت وہ سب سے اونچا، ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا، وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

اے آبِ رودِ گنگا! وہ دن ہیں یاد تجھ کو؟
اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یونان و مصر و روما سب مِٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا

کچھ بات ہے کہ ہستی مِٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دَورِ زماں ہمارا

اقبالؔ! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

ترانۂ ہندی: ہندوستانی گیت۔ گلستاں: باغ۔ غربت: پردیس۔ پربت: پہاڑ۔ آسماں کا ہمسایہ: مراد بہت اونچا۔ گودی: گود، مراد وادی۔ کھیلتی ہیں: یعنی بہہ رہی ہیں۔ گلشن: پھولوں کا باغ۔ دَم: وجہ، باعث۔ رشکِ جناں: (جس کی خوبصورتی) جنتوں کے لیے رشک کا باعث ہے۔ آب: پانی۔ رودِ گنگا: دریائے گنگا، ہندوؤں کا مقدس دریا جو بھارت کے کئی شہروں سے گزر کر خلیج بنگال (مشرقی بنگال) میں گرتا ہے۔ کارواں اترنا: قافلہ کا کسی جگہ پڑاؤ کرنا۔ بَیر: دشمنی۔ یونان و مصر و روما: مراد ان ملکوں کی قدیم وعظیم تہذیبیں۔ نام و نشاں: مراد تہذیب اور وجود۔ دَورِ زماں: زمانے کی گردش۔ محرم: واقفِ حال، اپنا۔ دردِ نہاں: چھپا ہوا دکھ۔

جگنو

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
آیا ہے آسماں سے اُڑ کر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا
غربت میں آکے چمکا، گمنام تھا وطن میں
تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا
ذرّہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں
حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی
لے آئی جس کو قُدرت خلوت سے انجمن میں
چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا کبھی گہن سے، آیا کبھی گہن میں

پروانہ اک پتنگا، جگنو بھی اک پتنگا
وہ روشنی کا طالب، یہ روشنی سراپا

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی

پروانے کو تپش دی، جگنو کو روشنی دی

رنگیں نوا بنایا مُرغانِ بے زباں کو

گُل کو زبان دے کر تعلیمِ خامشی دی

نظّارۂ شفق کی خوبی زوال میں تھی

چمکا کے اس پری کو تھوڑی سی زندگی دی

رنگیں کِیا سحَر کو بانکی دُلھن کی صورت

پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

سایہ دیا شجَر کو، پرواز دی ہوا کو

پانی کو دی روانی، موجوں کو بے کلی دی

یہ امتیاز لیکن اک بات ہے ہماری

جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہے ہماری

حُسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے

انساں میں وہ سخن ہے، غنچے میں وہ چٹک ہے

یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا

واں چاندنی ہے جو کچھ، یاں درد کی کسک ہے

اندازِ گفتگو نے دھوکے دیے ہیں ورنہ

نغمہ ہے بُوئے بُلبل، بُو پھول کی چہک ہے

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے، وہ پھول میں مہک ہے
یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو
ہر شے میں جبکہ پنہاں خاموشیِ ازل ہو

جگنو: رات کو اُڑنے والا کیڑا جس میں سے روشنی نکلتی ہے۔ کاشانہ: گھر، محل۔ مہتاب: چاندنی، چاند۔ شب: رات۔ سفیر: کسی ملک کا ایلچی۔ غربت: پردیس۔ تکمہ: بٹن۔ پیرہن: لباس، قمیص۔ حُسنِ قدیم: مراد قدرت کا حسن جو ازل سے ہے۔ جھلک: چمک۔ ظلمت: تاریک، اندھیرا۔ گہن: گرہن، وہ دھبا جو کسی خاص وقت میں چاند یا سورج کو لگتا ہے۔ طالب: مانگنے والا۔ سراپا: پورے طور پر۔ دلبری: پیارا ہونا۔ تپش: تڑپ۔ رنگیں نوا: مراد دل کو بھانے والی آواز۔ مرغان: جمع مرغ، پرندے۔ گُل: پھول۔ زبان: پتّی جو زبان سے ملتی جلتی ہے۔ شفق: وہ سُرخی جو صبح وشام کے وقت آسمان پر نظر آتی ہے۔ زوال: اُتار، دن کا ڈھلنا۔ پری: مراد شفق۔ سحر: صبح۔ بانکی: مراد خوبصورت۔ رنگیں کرنا: رنگ دار بنانا۔ آرسی: آئینہ۔ شجر: درخت۔ روانی: بہنا۔ بے کلی: بے چینی۔ امتیاز: فرق۔ حُسنِ ازل: قدرت کا حُسن۔ ہویدا: ظاہر۔ سخن: بات کرنا۔ غنچہ: کلی۔ چٹک: کھلنا۔ واں: وہاں، آسمان پر۔ کسک: ٹیس۔ انداز گفتگو: بات کرنے کا طریقہ۔ نغمہ: ترانہ، مراد چہچہانا۔ چہک: پرندے کا چہچہانا۔ کثرت: بہت تعداد میں ہونا۔ وحدت: ایک ہونا۔ محل: موقع۔ خاموشیِ ازل: مراد قدرت کا وجود جو بولتا نہیں۔

صبح کا ستارہ

لطفِ ہمسایگیِ شمس و قمر کو چھوڑوں
اور اس خدمتِ پیغامِ سحر کو چھوڑوں
میرے حق میں تو نہیں تاروں کی بستی اچھی
اس بلندی سے زمیں والوں کی پستی اچھی
آسماں کیا، عدم آباد وطن ہے میرا
صبح کا دامنِ صد چاک کفن ہے میرا
میری قسمت میں ہے ہر روز کا مرنا جینا
ساقیِ موت کے ہاتھوں سے صَبُوحی پینا
نہ یہ خدمت، نہ یہ عزت، نہ یہ رفعت اچھی
اس گھڑی بھر کے چمکنے سے تو ظلمت اچھی

میری قُدرت میں جو ہوتا تو نہ اختر بنتا
قعرِ دریا میں چمکتا ہوا گوہر بنتا
واں بھی موجوں کی کشاکش سے جو دل گھبراتا
چھوڑ کر بحر کہیں زیبِ گلو ہو جاتا

ہے چمکنے میں مزا حُسن کا زیور بن کر
زینتِ تاجِ سرِ بانوئے قَیصر بن کر

ایک پتھر کے جو ٹکڑے کا نصیبا جاگا
خاتمِ دستِ سلیماں کا نگیں بن کے رہا

ایسی چیزوں کا مگر دہر میں ہے کام شکست
ہے گُہر ہائے گراں مایہ کا انجام شکست

زندگی وہ ہے کہ جو ہو نہ شناسائے اجل
کیا وہ جینا ہے کہ ہو جس میں تقاضائے اجل

ہے یہ انجام اگر زینتِ عالَم ہو کر
کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر!

کسی پیشانی کے افشاں کے ستاروں میں رہوں
کسی مظلوم کی آہوں کے شراروں میں رہوں

اشک بن کر سرِ مژگاں سے اٹک جاؤں میں
کیوں نہ اُس بیوی کی آنکھوں سے ٹپک جاؤں میں

جس کا شوہر ہو رواں ہو کے زرہ میں مستور
سُوئے میدانِ وغا، حُبِّ وطن سے مجبور

یاس و اُمید کا نظّارہ جو دِکھلاتی ہو
جس کی خاموشی سے تقریر بھی شرماتی ہو

جس کو شوہر کی رضا تابِ شکیبائی دے
اور نگاہوں کو حیا طاقتِ گویائی دے
زرد، رُخصت کی گھڑی، عارضِ گلگوں ہوجائے
کششِ حُسن غمِ ہجر سے افزوں ہوجائے
لاکھ وہ ضبط کرے پر میں ٹپک ہی جاؤں
ساغرِ دیدۂ پُرنم سے چھلک ہی جاؤں
خاک میں مِل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں
عشق کا سوز زمانے کو دِکھاتا جاؤں

صبح کا ستارہ: ستارہ زُہرہ جو صبح کے وقت طلوع اور بہت روشن ہوتا ہے۔لطفِ ہمسائیگی: ایک دوسرے کے قریب رہنے کا مزہ۔شمس: سورج۔قمر: چاند۔ پیغامِ سحر: مراد صبح چڑھنے کا پتا دینا۔بستی: آبادی، مراد آسمان۔عدم آباد: فنا کی دنیا۔دامنِ صد چاک: قمیص کی ایسی جھولی جو کئی جگہ سے پھٹی ہو۔کفن: وہ سفید کھلا کپڑا جس میں مُردے کو لپیٹا جاتا ہے۔ساقیِ موت: موت کی شراب پلانے والا، مراد سورج۔صبوحی: صبح کی شراب، مراد ستارے کا غروب ہونا۔رفعت: بلندی۔گھڑی بھر: تھوڑی دیر۔قدرت: مراد اختیار۔اختر: ستارہ۔قعرِ دریا: سمندر کی گہرائی۔گوہر: موتی۔واں: وہاں یعنی سمندر میں۔کشاکش: کھینچا تانی۔بحر: سمندر۔زیبِ گلو: گلے کی سجاوٹ۔تاجِ سرِ بانوئے قیصر: روم کے بادشاہ کی ملکہ کے سر کا تاج۔ضیا جاگا: قسمت چمکی۔خاتمِ دستِ سلیمانؑ: حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ کی انگوٹھی۔نگیں: نگینہ، نگ۔شکست: ٹوٹنے کا عمل۔گہر ہائے گراں مایہ: بہت قیمتی موتی۔شناسائے اجل: موت/فنا سے واقف۔تقاضائے اجل: مراد لازمی فنا ہونا۔افشاں: مقیش کی باریک کرن جو عورتیں سر پہ چھڑکتی ہیں۔شراروں: چنگاریوں۔اشک: آنسو۔سرِ مژگاں: پلکوں پہ۔زرہ: فولاد کا جالی دار کرتا جو جنگ میں پہنتے ہیں۔مستور: چھپا ہوا، مراد پہنے ہوئے۔سوئے میدانِ وغا: میدانِ جنگ کی طرف۔حُبِّ وطن: وطن کی محبت۔یاس: نا اُمیدی۔تابِ شکیبائی: صبر کی طاقت۔طاقتِ گویائی: بولنے کی قوت۔عارضِ گلگوں: گلاب کی طرح سُرخ گال۔کششِ حُسن: خوبصورتی کی دل کشی۔غمِ ہجر: محبوب سے دوری کا دکھ۔افزوں: زیادہ۔ساغرِ دیدۂ پُرنم: آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں کا جام۔چھلک جانا: لبالب ہو کے نیچے گر جانا۔حیاتِ ابدی: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی۔سوز: تپش، گرمی۔

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت

چشتیؒ نے جس زمیں میں پیغامِ حق سُنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھُڑایا

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

یُونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا
سارے جہاں کو جس نے علم و ہُنر دیا تھا
مٹّی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا
تُرکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

ٹُوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے
پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
وحدت کی لے سُنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

بندے کلیمؑ جس کے، پربت جہاں کے سینا
نوحِ نبی کا آکر ٹھہرا جہاں سفینا
رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

قومی گیت: قومی ترانہ۔ پیغامِ حق: خدا کا پیغام۔ چشتی: حضرت خواجہ معین الدین چشتی، برصغیر کے مشہور صوفی، مزار بھارت کے شہر اجمیر میں ہے (وفات ۱۲۳۶ء)۔ نانک: مراد سکھوں کے گرو بابا نانک، انھوں نے پنجاب میں توحید کا درس دیا۔ چمن: مراد ملک۔ وحدت: خدا کی توحید۔ تاتاری: ترکستان کے باشندے۔ مراد مغلیہ خاندان کے بادشاہ (ظہیر الدین بابر سے بہادر شاہ ظفر تک) جنھوں نے برصغیر پر ۱۶ ویں صدی سے ۱۹ ویں صدی عیسوی تک دو سو برس سے زیادہ حکومت کی۔ حجازی: حجاز کے رہنے والے، مراد مسلمان۔ دشتِ عرب: عرب کا ریگستان۔ یونانی: مراد یونان کے فلسفی جو برصغیر کے فلسفے سے حیران ہوئے تھے۔ علم و ہنر: مختلف قسم کے علوم اور فنون۔ زر: سونا۔ دامن ہیروں سے بھرنا: دولت سے مالا مال کر دینا۔ فارس کا آسمان: مراد ایران کا ملک۔ جو ستارے ٹوٹے: مراد جن اہلِ علم و معرفت نے وہاں سے ہجرت کی۔ تاب دینا: چمکانا، پالش کرنا۔ کہکشاں: لکیر سے ملتے جلتے چھوٹے چھوٹے ستارے۔ لے: نغمہ، مراد گیت۔ مکاں: ملک۔ میرِ عربؐ: حضور اکرمؐ۔ ٹھنڈی ہوا: مراد توحید کا جھونکا۔ کلیم: اللہ سے باتیں کرنے والے (حضرت موسیٰؑ کی طرح)۔ پربت: پہاڑ۔ سینا: وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے باتیں کیں۔ نوحِ نبی: حضرت نوحؑ، جن کی دعا سے طوفان (نوح) آیا۔ سفینا: سفینہ، کشتی۔ بامِ فلک: آسمان کی چھت۔ زینا: زینہ، سیڑھی۔

نیا شِوالا

سچ کہہ دوں اے برہمن! گر تو بُرا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بُت ہو گئے پُرانے
اپنوں سے بَیر رکھنا تُو نے بُتوں سے سیکھا
جنگ و جدَل سِکھایا واعظ کو بھی خدا نے
تنگ آ کے میں نے آخر دَیر و حرم کو چھوڑا
واعظ کا وعظ چھوڑا، چھوڑے ترے فسانے
پتھر کی مُورتوں میں سمجھا ہے تُو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے
آ، غیریت کے پردے اک بار پھر اُٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں، نقشِ دوئی مٹا دیں
سُونی پڑی ہوئی ہے مدّت سے دل کی بستی
آ، اِک نیا شِوالا اس دیس میں بنا دیں

دُنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
ہر صبح اُٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پُجاریوں کو مے پِیت کی پلا دیں
شکتی بھی، شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مُکتی پریت میں ہے

شِوالا: ہندوؤں کی عبادت گاہ، مندر۔ صنم کدوں: جمع صنم کدہ، بتوں کے گھر۔ جنگ و جدل: مار دھاڑ، لڑائی جھگڑا۔ واعظ: مسلمانوں کا مذہبی رہنما۔ دَیر و حرم: مراد غیر مسلموں اور مسلمانوں کی عبادت گاہیں۔ پتھر کی مورتیں: پتھر سے تراشے ہوئے بت۔ دیوتا: پیغمبر، نبی، فرشتہ مراد مقدس، پوجنے کے قابل۔ غیریت: اپنے نہ ہونا۔ پردے اُٹھانا: رُکاوٹیں ہٹانا/ ختم کرنا۔ نقشِ دُوئی: دو ہونے کا نشان، جدائی اور بیگانگی کا نقش۔ سُونی: اُجاڑ۔ دل کی بستی: مراد دل جو محبت کا مرکز ہے۔ تیرتھ: مقدس مقام جس کی زیارت کرتے ہیں۔ اُونچا: مراد بلند مرتبہ۔ دامان: دامن، پلّو۔ کلس: گنبد کے اوپر کا نوکدار حصہ۔ منتر: ہندوؤں کی مقدس کتاب کے الفاظ/ عبارتیں۔ پِیت: پیار، محبت۔ شکتی: طاقت، زور۔ شانتی: امن، سکون۔ بھگت: ہندوؤں کا متقی، دیندار۔ باسیوں: جمع باسی، باشندے۔ مُکتی: بخشش، نجات۔

داغؔ

عظمتِ غالبؔ ہے اک مدّت سے پیوندِ زمیں
مہدیِ مجروحؔ ہے شہرِ خموشاں کا مکیں
توڑ ڈالی موت نے غربت میں مینائے امیرؔ
چشمِ محفل میں ہے اب تک کیفِ صہبائے امیرؔ
آج لیکن ہمنوا! سارا چمن ماتم میں ہے
شمعِ روشن بجھ گئی، بزمِ سخن ماتم میں ہے
بلبلِ دِلّی نے باندھا اُس چمن میں آشیاں
ہم نوا ہیں سب عنادِل باغِ ہستی کے جہاں
چل بسا داغؔ، آہ! میّت اس کی زیبِ دوش ہے
آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے
اب کہاں وہ بانکپن، وہ شوخیِ طرزِ بیاں
آگ تھی کافورِ پیری میں جوانی کی نہاں
تھی زبانِ داغؔ پر جو آرزو ہر دل میں ہے
لیلیِ معنی وہاں بے پردہ، یاں محمل میں ہے

اب صبا سے کون پوچھے گا سکُوتِ گُل کا راز
کون سمجھے گا چمن میں نالۂ بُلبل کا راز

تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں
آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

اور دِکھلائیں گے مضموں کی ہمیں باریکیاں
اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں

تلخیِ دوراں کے نقشے کھینچ کر رُلوائیں گے
یا تخیل کی نئی دُنیا ہمیں دِکھلائیں گے

اس چمن میں ہوں گے پیدا بُلبلِ شیراز بھی
سیکڑوں ساحر بھی ہوں گے، صاحبِ اعجاز بھی

اُٹھیں گے آزر ہزاروں شعر کے بُت خانے سے
مے پلائیں گے نئے ساقی نئے پیمانے سے

لِکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت
ہوں گی اے خوابِ جوانی! تیری تعبیریں بہت

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون؟
اُٹھ گیا ناوک فگن، مارے گا دل پر تیر کون؟

اشک کے دانے زمینِ شعر میں بوتا ہوں میں
تُو بھی رو اے خاکِ دِلّی! داغ کو روتا ہوں میں

اے جہان آباد! اے سرمایۂ بزمِ سخن!
ہو گیا پھر آج پامالِ خزاں تیرا چمن
وہ گُلِ رنگیں ترا رخصت مثالِ بُو ہُوا
آہ! خالی داغؔ سے کاشانۂ اُردو ہُوا
تھی نہ شاید کچھ کشش ایسی وطن کی خاک میں
وہ مہِ کامل ہُوا پنہاں دکن کی خاک میں

اُٹھ گئے ساقی جو تھے، مے خانہ خالی رہ گیا
یادگارِ بزمِ دہلی ایک حالؔی رہ گیا

آرزو کو خون رُلواتی ہے بیدادِ اجل
مارتا ہے تیر تاریکی میں صیّادِ اجل
کھل نہیں سکتی شکایت کے لیے لیکن زباں
ہے خزاں کا رنگ بھی وجہِ قیامِ گلِستاں

ایک ہی قانونِ عالم گیر کے ہیں سب اثر
بُوئے گُل کا باغ سے، گُل چیں کا دنیا سے سفر

داغ: اُردو کے مشہور شاعر، نواب مرزا خاں۔ ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا اور ۱۹۰۵ء میں بمقام حیدرآباد دکن فوت اور دفن ہوئے۔ عظمت: بڑائی۔ غالب: اردو فارسی کے مشہور شاعر اسد اللہ خان غالب (۱۷۹۷ء۔ ۱۸۶۹ء)۔ مہدی مجروح: غالب کے عزیز شاگرد۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے۔ پیوند زمیں: مراد زمین میں دفن۔ شہرِ خموشاں: قبرستان۔ مینا توڑ ڈالی: مراد اس دنیا سے اُٹھا لیا۔ امیر: اُردو کے

مشہور شاعر امیر احمد مینائی، امیر تخلص۔ ولادت ۱۸۲۹ء لکھنؤ۔ ۷۳ برس کی عمر میں حیدرآباد دکن میں فوت ہوئے۔ کیفِ صہبائے امیر: امیر مینائی کی شراب یعنی شاعری کی مستی/نشہ۔ ماتم: مرنے والے کا افسوس۔ سارا چمن: مراد پورا ملک۔ شمعِ روشن: مراد داغ دہلوی۔ بزمِ سخن: شاعری کی محفل۔ بلبلِ دلی: مراد داغ جو ایک خوش فکر شاعر تھا۔ عنادل: جمع عندلیب، بلبلیں۔ باغِ ہستی: زندگی کا باغ۔ چل بسا: مر گیا۔ زیبِ دوش: کندھوں کے لیے سجاوٹ کا باعث۔ جہان آباد: دلی کا پرانا نام۔ خاموش ہے: مر گیا ہے۔ بانکپن: مراد انوکھا پن۔ شوخیِ طرزِ بیاں: شعر کہنے کا ایسا انداز جس میں چلبلا پن ہو۔ کافوری پیری: مراد بڑھاپے کی ٹھنڈک۔ زبانِ داغ: مراد داغ کی شاعری۔ لیلیِ معنی: مراد شعروں میں پیدا کیے گئے عمدہ مضامین۔ وہاں: داغ کی شاعری میں۔ بے پردہ: مراد ذہن سے باہر شعر کی صورت میں۔ محمل میں ہونا: مراد ذہن ہی میں رہنا۔ صبا: صبح کی ہوا۔ سکوتِ گل: پھول کی خاموشی۔ نالۂ بلبل: مراد بلبل کا چہکنا۔ فکر کی پرواز: شاعری میں تخیل کی بلندی۔ طائر: پرندہ۔ نشیمن: گھونسلا۔ مضمون کی باریکیاں: شعری مضمونوں/خیالات کی گہرائیاں۔ فکرِ نکتہ آرا: ایسا تخیل جو گہرے دلکش مضامین پیدا کرے۔ فلک پیمائی: آسمان پر پرواز کی حالت۔ تلخیِ دوراں: زمانے کی تکلیفیں۔ نقش کھینچنا: لفظوں میں تصویر کھینچنا۔ تخیل کی نئی دنیا: مراد نئے نئے خیالات۔ بلبلِ شیراز: مراد شیخ سعدی شیرازی (۱۱۹۳ء تا ۱۲۹۱ء)۔ شیراز میں دفن ہیں۔ ان کا مزار "سعدیہ" کہلاتا ہے۔ صاحبِ اعجاز: انسانی بس سے باہر کے کام کرنے والا۔ آزر: اپنے زمانے کے مشہور بت ساز، مراد شاعر۔ اٹھیں گے: پیدا ہوں گے۔ شعر کا بت خانہ: مراد شاعری۔ کتابِ دل: مراد دل کے جذبے۔ خوابِ جوانی: مراد جوانی کی خواہشیں۔ تعبیر: خواب کا نتیجہ بیان کرنا۔ تصویر کھینچنا: مراد لفظوں میں بیان کرنا۔ اٹھ گیا: مر گیا۔ ناوک فگن: تیر چلانے والا۔ دل پہ تیر مارنا: مراد دلکش شعروں سے متاثر کرنا۔ دانہ: بیج، مراد اشک۔ زمینِ شعر میں بونا: شعر کی صورت میں دکھ کا اظہار کرنا۔ سرمایہ: دولت، پونجی۔ بزمِ سخن: شعر و شاعری کی محفل۔ پامال: مراد تباہ۔ گلِ رنگیں: رنگدار پھول، مراد داغ۔ مثالِ بو: خوشبو کی طرح۔ کاشانۂ اردو: مراد اردو زبان کا گھر۔ مہِ کامل: پورا چاند۔ دکن: حیدرآباد دکن جو اس وقت ایک مسلم ریاست تھی۔ میخانہ: شراب خانہ، مراد ملک ادب۔ بزمِ دہلی: مراد دلی کا ادبی ماحول۔ حالی: مولانا الطاف حسین حالی اردو کے مشہور شاعر اور غالب کے شاگرد۔ (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء)۔ خون رُلوانا: بہت صدمہ/دکھ دینا۔ بیدادِ اجل: موت کی سختی۔ صیاد: شکاری۔ زبان کھلنا: بات/الفاظ زبان پر لانا۔ رنگ: مراد موسم۔ وجہِ قیامِ گلستاں: باغ کے قائم رہنے کا سبب۔ قانونِ عالمگیر: پوری دنیا میں رائج دستور۔ گل چیں: پھول توڑنے والا۔ دنیا سے سفر: مراد دنیا سے اُٹھ/مر جانا۔

ابر

اُٹھی پھر آج وہ پُورب سے کالی کالی گھٹا
سیاہ پوش ہُوا پھر پہاڑ سربن کا

نہاں ہُوا جو رُخِ مہر زیرِ دامنِ ابر
ہَوائے سرد بھی آئی سوارِ توسنِ ابر

گرج کا شور نہیں ہے، خموش ہے یہ گھٹا
عجیب مے کدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا

چمن میں حکمِ نشاطِ مدام لائی ہے
قبائے گُل میں گہر ٹانکنے کو آئی ہے

جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے، اُٹھے
زمیں کی گود میں جو پڑ کے سو رہے تھے، اُٹھے

ہوا کے زور سے اُبھرا، بڑھا، اُڑا بادل
اُٹھی وہ اور گھٹا، لو! برس پڑا بادل

عجیب خیمہ ہے کُہسار کے نہالوں کا
یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا

ابر: بادل. پورب: مشرق. گھٹا: بدلی. سیاہ پوش: کالے لباس والا. سربن: ایبٹ آباد کے مشرق میں پہاڑی چوٹی کا نام. نہاں ہونا: چھپنا. رُخِ مہر: سورج کا چہرہ. دامنِ ابر: بادل کا پلو. توسن: گھوڑا. گرج: بادل کی کڑک. بے خروش: شور سے خالی. نشاطِ مدام: ہمیشہ ہمیشہ کی خوشی. سو چلے تھے: مرجھانے کے قریب تھے. اُٹھے: تازہ ہو گئے. لو: وہ دیکھو. نہال: درخت. وادی: گھاٹی، دو پہاڑوں کے درمیان جگہ.

ایک پرندہ اور جگنو

سرِ شام ایک مرغِ نغمہ پیرا
کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا

چمکتی چیز اک دیکھی زمیں پر
اُڑا طائر اُسے جگنو سمجھ کر

کہا جگنو نے او مرغِ نوا ریز!
نہ کر بیکس پہ منقارِ ہوس تیز

تجھے جس نے چہک، گُل کو مہک دی
اُسی اللہ نے مجھ کو چمک دی

لباسِ نور میں مستور ہوں میں
پتنگوں کے جہاں کا طُور ہوں میں

چہک تیری بہشتِ گوش اگر ہے
چمک میری بھی فردوسِ نظر ہے

پروں کو میرے قُدرت نے ضیا دی
تجھے اُس نے صدائے دل رُبا دی

تری منقار کو گانا سِکھایا
مجھے گُلزار کی مشعل بنایا

چمک بخشی مجھے، آواز تجھ کو
دیا ہے سوز مجھ کو، ساز تجھ کو

مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز
جہاں میں ساز کا ہے ہم نشیں سوز

قیامِ بزمِ ہستی ہے اِنھی سے
ظہورِ اوج و پستی ہے اِنھی سے

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اِسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

سرِ شام: شام کے وقت. نغمہ پیرا: مراد چہچہانے والا. مرغِ نوا ریز: چہچہانے والا پرندہ. بیکس: جس کا کوئی نہ ہو. منقارِ ہوس: لالچ کی چونچ. تیز کرنا: مراد چونچ مارنا. چہک: چہچہانے کی حالت. پتنگوں: جمع پتنگا، شمع پر جلنے والے کیڑے. طُور: وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا. بہشتِ گوش: کانوں کے لیے بہشت کی طرح خوش گوار. فردوسِ نظر: آنکھ کے لیے بہشت کی طرح خوشگوار. ضیا: روشنی. صدائے دلربا: دل کو لبھانے والی آواز. گلزار: باغ، چمن. مشعل: چراغ دان. ساز: مراد ترنم. قیام: قائم/ آباد رہنا. بزمِ ہستی: مراد دنیا، کائنات. اَوج: بلندی. ہم آہنگی: ہم خیال ہونے کی کیفیت. بوستاں: باغ، چمن.

بچّہ اور شمع

کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلکِ پروانہ خُو!
شمع کے شعلوں کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تُو
یہ مری آغوش میں بیٹھے ہوئے جنبش ہے کیا
روشنی سے کیا بغل گیری ہے تیرا مدّعا؟
اس نظارے سے ترا ننھا سا دل حیران ہے
یہ کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے
شمع اک شعلہ ہے لیکن تُو سراپا نور ہے
آہ! اس محفل میں یہ عُریاں ہے تُو مستور ہے
دستِ قُدرت نے اسے کیا جانے کیوں عُریاں کیا!
تجھ کو خاکِ تیرہ کے فانوس میں پنہاں کیا
نور تیرا چُھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی
ہے غبارِ دیدۂ بینا حجابِ آگہی
زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
خواب ہے، غفلت ہے، سرمستی ہے، بے ہوشی ہے یہ

محفلِ قُدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حُسن

آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حُسن

حُسن، کوہستاں کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے

مہر کی ضوگستری، شب کی سِیہ پوشی میں ہے

آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ

شام کی ظلمت، شفق کی گُل فروشی میں ہے یہ

عظمتِ دیرینہ کے مِٹتے ہوئے آثار میں

طفلکِ ناآشنا کی کوششِ گفتار میں

ساکنانِ صحنِ گلشن کی ہم آوازی میں ہے

ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے

چشمۂ کُہسار میں، دریا کی آزادی میں حُسن

شہر میں، صحرا میں، ویرانے میں، آبادی میں حُسن

رُوح کو لیکن کسی گُم گشتہ شے کی ہے ہوس

ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرَس!

حُسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بے تاب ہے

زندگی اس کی مثالِ ماہیِ بے آب ہے

شمع: موم بتی۔ طفلک: چھوٹا سا بچہ۔ پروانہ خو: پتنگے کی سی عادت والا۔ گھڑیوں: جمع گھڑی، دیر تک۔ جنبش: ہلنا جُلنا۔ بغل گیری: گلے ملنا۔ مُدّعا: مقصد، خواہش۔ سراپا نور: مکمل روشنی۔ عُریاں: مراد ظاہر۔ مستور: چھُپا ہوا

خاکِ تیرہ کا فانوس: سیاہ مٹی کا شمعدان، مراد جسم۔ زیر: نیچے۔ نقابِ آگہی: شعور / علم کا پردہ۔ غبار: گرد۔ دیدۂ بینا: مراد بصیرت۔ سرمستی: بہت نشے کی حالت۔ محفلِ قدرت: مراد کائنات۔ دریائے بے پایاں: بہت وسیع سمندر۔ طوفانِ حُسن: مراد حسن کی بیحد کثرت۔ ہیبت ناک خاموشی: ایسی خاموشی جس سے ڈر آئے۔ مہر: سورج۔ ضوگستری: روشنی پھیلانا۔ سیہ پوشی: کالا لباس، مراد اندھیرا۔ آسمانِ صبح: مراد صبح سویرے آسمان کا منظر۔ آئینہ پوشی: مراد آئینے کی طرح صاف شفاف ہونا۔ گل فروشی: پھول بیچنا۔ عظمتِ دیرینہ: مراد بادشاہوں وغیرہ کی شان و شوکت۔ مٹتے ہوئے آثار: ختم یا تباہ ہوتی ہوئی نشانیاں۔ گفتار: بول چال۔ ساکنان: جمع ساکن، رہنے والے، پرندے۔ صحنِ گلشن: باغ کا آنگن۔ ہم آوازی: مل کر گانا / چہکنا۔ آشیاں سازی: گھونسلا بنانا۔ چشمۂ کہسار: پہاڑوں سے نکلنے والا چشمہ / سوتا۔ دریا کی آزادی: دریا کا کسی رکاوٹ کے بغیر بہنا۔ گم گشتہ شے: کھوئی ہوئی چیز، مراد محبوبِ حقیقی (خدا)۔ نالاں: رونے والے۔ مثلِ جرس: گھنٹے کی طرح۔ عام جلوہ: مراد حسنِ قدرت کا ہر جگہ نظر آنا۔ بے ذوق: ماہیِ بے آب: پانی سے باہر کی مچھلی، جو تڑپتی رہتی ہے۔

کنارِ راوی

سکُوتِ شام میں محوِ سرود ہے راوی
نہ پُوچھ مجھ سے جو ہے کیفیت مرے دل کی
پیام سجدے کا یہ زیر و بم ہُوا مجھ کو
جہاں تمام سوادِ حرم ہُوا مجھ کو
سرِ کنارۂ آبِ رواں کھڑا ہوں میں
خبر نہیں مجھے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں
شرابِ سُرخ سے رنگیں ہُوا ہے دامنِ شام
لیے ہے پیرِ فلک دستِ رعشہ دار میں جام
عدم کو قافلۂ روزِ تیز گام چلا
شفق نہیں ہے، یہ سورج کے پھول ہیں گویا
کھڑے ہیں دُور وہ عظمت فزائے تنہائی
منارِ خواب گہِ شہسوارِ چغتائی
فسانۂ ستمِ انقلاب ہے یہ محل
کوئی زمانِ سلَف کی کتاب ہے یہ محل
مقام کیا ہے، سرودِ خموش ہے گویا
شجر، یہ انجمنِ بے خروش ہے گویا

رواں ہے سینۂ دریا پہ اک سفینۂ تیز
ہُوا ہے موج سے ملّاح جس کا گرمِ ستیز
سبک روی میں ہے مثلِ نگاہ یہ کشتی
نِکل کے حلقۂ حدِ نظر سے دُور گئی
جہازِ زندگیِ آدمی رواں ہے یونہی
ابد کے بحر میں پیدا یونہی، نہاں ہے یونہی
شکست سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
نظر سے چُھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

راوی: پنجاب کا مشہور دریا جو لاہور سے بھی گزرتا ہے۔ محوِ سرود: گانے میں مشغول۔ سجدے کا پیام: مراد اللہ کے حضور جھکنے کا اشارہ۔ زیر و بم: مراد لہروں کا ابھرنا گرنا۔ جہاں: کائنات۔ سوادِ حرم: کعبہ کا نواح، مراد سجدوں کی جگہ۔ سرِ کنارہ: کنارے پر۔ پیرِ فلک: آسمان کا بوڑھا، مراد پرانا آسمان۔ دستِ رعشہ دار: کانپتا ہوا ہاتھ۔ جام: شراب کا پیالہ، مراد سورج جو ڈوبنے والا ہے۔ عدم: فنا، نیستی۔ روزِ تیز گام: تیز تیز قدم اٹھانے / چلنے والا دن۔ سورج کے پھول: مراد مُردہ سورج (یعنی ڈوبنے والا) کی ہڈیوں کی راکھ۔ عظمت فزائے تنہائی: اکیلے پن کی بڑائی میں اضافہ کرنے والے۔ خواب گہِ شہسوارِ چغتائی: مراد مقبرہ جہانگیر بادشاہ، جسے شاہجہاں نے ۱۰۳۷ھ میں تعمیر کرایا اور جو لاہور میں دریائے راوی کے کنارے واقع ہے۔ ستم: ظلم، سختی۔ انقلاب: تبدیلیوں کی حالت، وقت کا بدلتے رہنا۔ محل: جگہ، مقام۔ زمانِ سلف: پرانا گزرا ہوا زمانہ۔ سرودِ خموش: ایسا گیت جس میں آواز نہ ہو۔ شجر: درخت۔ انجمنِ بے خروش: ایسی محفل جس میں شور نہ ہو۔ رواں: چل رہا۔ سینۂ دریا: مراد پانی کی سطح۔ پہ: پر۔ سفینہ: کشتی۔ ملاح: کشتی چلانے والا۔ گرمِ ستیز: لڑنے / مقابلہ کرنے میں مصروف۔ سبک روی: تیز چلنا۔ مثلِ نگاہ: نگاہ کی طرح۔ حلقہ: دائرہ۔ حدِ نظر: نظر کی انتہا۔ جہازِ زندگیِ آدمی: مراد انسانی زندگی۔ ابد: ہمیشگی۔ بحر: سمندر۔ نہاں: چُھپا ہوا۔ شکست: ٹوٹنے کا عمل۔

اِلتجائے مُسافر

(بہ درگاہِ حضرت محبوبِ الٰہیؒ، دہلی)

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری، فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اُونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی
بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ دلم، داغِ لالہ زارِ تو ام
☆
وگر کشادہ جبینم، گُلِ بہارِ تو ام

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ گُل
ہُوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے

شرابِ علم کی لذّت کشاں کشاں مجھ کو

نظر ہے ابرِ کرم پر، درختِ صحرا ہُوں

کِیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو

فلک نشیں صفَتِ مہر ہُوں زمانے میں

تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو

مقام ہم سفروں سے ہو اس قدر آگے

کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو

مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دُکھے

کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجھ کو

دلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر

تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو

بنایا تھا جسے چُن چُن کے خار و خس میں نے

چمن میں پھر نظر آئے وہ آشیاں مجھ کو

پھر آ رکھوں قدمِ مادر و پدر پہ جبیں

کِیا جنھوں نے محبت کا رازداں مجھ کو

وہ شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی

رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو

نفَس سے جس کے کِھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروّت نے نکتہ داں مجھ کو
دعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو
وہ میرا یوسفِ ثانی، وہ شمعِ محفلِ عشق
ہُوئی ہے جس کی اُخوّت قرارِ جاں مجھ کو
جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من و تُو
ہَوائے عیش میں پالا، کِیا جواں مجھ کو
ریاضِ دہر میں مانندِ گُل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجھ کو
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے!
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے!

التجا: عرض، درخواست۔ مسافر: مراد زیارت کرنے والا پردیسی۔ بہ: میں۔ درگاہ: مراد مزار، روضہ۔ حضرت محبوب الٰہی: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ، نام محمد، برصغیر کے مشہور صوفی، ولادت بدایوں (۱۲۳۶ء) وفات دہلی (۱۳۲۳ء)۔ جناب: درگاہ۔ فیض: فائدہ پہنچانے کا عمل۔ کشش: اپنی طرف مائل کرنے/ کھینچنے کی حالت۔ نظامِ مہر: سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کا سلسلہ۔ صورت: مانند، طرح۔ لحد: قبر، مزار۔ مسیح: حضرت عیسیٰؑ جن کا لقب مسیح اللہ ہے۔ خضر: حضرت خضرؑ، روایتی پیغمبر جو بھولوں بھٹکوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ رنگِ محبوبی: پیارے/ عزیز ہونے کا رنگ۔ احترام: قدر و عزت۔ چمن: مراد وطن۔ نکہت: خوشبو۔ نگار خانہ: تصویر خانہ، مراد دلچسپیوں کا مرکز یعنی وطن۔ شرابِ علم کی لذت: مراد علم حاصل کرنے کا بیحد شوق۔ کشاں کشاں: کھینچ کھینچ کر۔ ابرِ کرم:

مہربانی کا بادل. درختِ صحرا: خود کو بیابان کے درخت سے تشبیہ دی ہے. محتاج: کسی سے اپنی ضرورت پوری کروانے والا. فلک نشیں: آسمان پر بیٹھنے والا، مراد بلند مرتبہ. صفتِ مہر: سورج کی طرح. ہُوں: یعنی ہوں. نردباں: سیڑھی، ذریعہ. ہم سفروں: جمع ہم سفر، مراد ساتھی. آگے: مراد بڑھ کر. منزلِ مقصود: جس جگہ پہنچنے کا ارادہ ہو. زبانِ قلم: مراد تحریر. دل دُکھنا: تکلیف پہنچنا. زیرِ آسماں: مراد دنیا میں. دلوں کو چاک کرنا: دلوں پر بہت اثر کرنا. شانہ: کنگھی. فُغاں: فریاد، شاعری. خار و خس: کانٹے، تنکے، گھاس پھوس، گھر بنانے کا معمولی سازوسامان. مادر و پدر: ماں اور باپ. جبیں: ماتھا. رازداں: حقیقت سے باخبر. وہ شمع: مراد علامہ کے استاد شمس العلما سید میر حسن سیالکوٹی. بارگہِ خاندانِ مرتضوی: حضرت علیؓ کے خاندان کی درگاہ/ آستانہ. مثلِ حرم: کعبہ کی طرح قابلِ احترام. آستاں: چوکھٹ. نفس: دم، سانس. آرزو کی کلی کھِلنا: مراد/ خواہش پوری ہونا. نکتہ داں: گہری/ باریک باتیں جاننے والا. شادماں: خوش. یوسفِ ثانی: دوسرا یوسفؑ، مراد علامہ کے بھائی شیخ عطا محمد جنھوں نے ان کی تعلیم و تربیت کا خرچ برداشت کیا اور بہت محبت سے رکھا. اخوت: بھائی چارہ، بھائی ہونا. قرارِ جاں: روح/ دل کے لیے سکون کا باعث. دفترِ من و تُو: میں اور تو کی کتاب، مراد غیریت. ہوائے عیش: بہت خوشی و مسرت کی فضا. پالا: پرورش کیا. ریاضِ دہر: زمانے کا باغ. مانندِ گُل: پھول کی طرح. خنداں: ہنستا مسکراتا. عزیز تر از جاں: جان سے زیادہ پیارا. جانِ جاں: مراد محبوب، بہت پیارا/ عزیز. شگفتہ ہونا: کھِلنا. قبول ہونا: منظور ہونا.

☆ اگر میں سیاہ دل والا (یعنی گنہگار) ہُوں تو میں تیرے لالہ کے باغ کا داغ رکھتا ہوں، اور اگر میں کُھلی پیشانی والا (خوش خلق) ہوں تو تیری بہار کا پھول ہوں۔

غزلیات

(۱)

گلزارِ ہست و بُود نہ بیگانہ وار دیکھ
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

آیا ہے تُو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ
دَم دے نہ جائے ہستیِ ناپائدار دیکھ

مانا کہ تیری دِید کے قابل نہیں ہوں میں
تُو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ

کھولی ہیں ذوقِ دِید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

گلزارِ ہست و بود: مراد یہ دنیا. بیگانہ وار: غیروں کی طرح. دیکھنے کی چیز: دل لبھانے والی چیز. مثالِ شرار: مراد چنگاری کی طرح تھوڑی زندگی والا. دَم دینا: دھوکا دینا. ہستیِ ناپائدار: فانی زندگی. دِید: دیدار. قابل: لائق، مناسب. ذوقِ دِید: محبوب کے دیکھنے کا شوق. رہ گزر: راستہ. نقش: نشان. کفِ پائے یار: محبوب کے پاؤں کے تلوے.

(۲)

نہ آتے، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

تمھارے پیامی نے سب راز کھولا
خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی

بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا
تری آنکھ مستی میں ہُشیار کیا تھی!

تامّل تو تھا اُن کو آنے میں قاصد
مگر یہ بتا طرزِ انکار کیا تھی

کھنچے خود بخود جانبِ طُور موسیٰؑ
کشش تیری اے شوقِ دیدار کیا تھی!

کہیں ذکر رہتا ہے اقبالؔ تیرا
فسوں تھا کوئی، تیری گفتار کیا تھی

تکرار: جھگڑا. عار: شرم. پیامی: پیغام لانے لے جانے والا. راز کھولنا: بھید کی بات بتا دینا. بندہ: غلام، اپنے لیے عاجزی کا لفظ. سرکار: آقا، محبوب کے لیے ادب کا لفظ. بھری بزم میں: مراد سب حاضرین کے سامنے. تاڑنا: بھانپ/جان لینا. مستی: نشہ، مدہوشی. ہُشیار: ہوشیار، ہوش میں رہنے والی. تامّل: سوچ. طرز: طریقہ، انداز. کھنچے: کشش کے سبب آگے بڑھے. جانب: طرف. طُور: طورِ سینا، جہاں حضرت موسیٰؑ نے خدا کا جلوہ دیکھا. ذکر رہنا: کسی کے متعلق باتیں ہونا. فسوں: افسوں، جادو. گفتار: باتیں، مراد شاعری.

(۳)

عجب واعظ کی دِیں داری ہے یا رب!
عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

کوئی اب تک نہ یہ سمجھا کہ انساں
کہاں جاتا ہے، آتا ہے کہاں سے

وہیں سے رات کو ظُلمت مِلی ہے
چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے

ہم اپنی دردمندی کا فسانہ
سُنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے

عجب: حیران کرنے والی۔ واعظ: مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کرنے والا۔ دِیں داری: دین/شریعت کی پابندی۔ عداوت: دشمنی۔ ظلمت: اندھیرا۔ دردمندی: تکلیف/دکھ کی حالت۔ فسانہ: افسانہ، کہانی۔ رازداں: واقف حال۔ باریک: گہری۔ چالیں: جمع چال، دھوکا دینے کے طریقے۔ لرز جانا: کانپ کانپ اُٹھنا۔

(۴)

لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لیے

وائے ناکامی، فلک نے تاک کر توڑا اُسے
مَیں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لیے

آنکھ مِل جاتی ہے ہفتاد و دو ملّت سے تری
ایک پیمانہ ترا سارے زمانے کے لیے

دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں
لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کے لیے

جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چُن کے تُو
آ ہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لیے

پاس تھا ناکامیِ صیّاد کا اے ہم صفیر
ورنہ مَیں اور اُڑ کے آتا ایک دانے کے لیے!

اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت
آہ! یہ گُلشن نہیں ایسے ترانے کے لیے

بیتاب: بے چین ہوا ہے نا کامی: نامرادی پر افسوس ہے. فلک: آسمان. تاک کر: نشانہ باندھ کر. تاڑا: دیکھا، چتا. ہفتاد و دو ملت: بہتّر فرقے، مراد دنیا کے مختلف مذہب. آنکھ لڑ جانا: نظر سے نظر لڑ جانا. پیمانہ: جام، پیالہ. لوٹ جانا: تڑپ جانا. خرمن: فصل کا ڈھیر. پاس: لحاظ. صیاد: شکاری. ہم صفیر: ساتھ چہچہانے والا، ساتھی پرندہ. مرغِ دل: دل کا پرندہ، دل. گلشن: باغ.

(۵)

کیا کہوں اپنے چمن سے مَیں جُدا کیونکر ہوا
اور اسیرِ حلقۂ دامِ ہَوا کیونکر ہوا

جائے حیرت ہے بُرا سارے زمانے کا ہُوں میں
مجھ کو یہ خِلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا

کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طُور پر
کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلا کیونکر ہوا

ہے طلب بے مدّعا ہونے کی بھی اک مدّعا
مرغِ دل دامِ تمنّا سے رِہا کیونکر ہوا

دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے
پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا

حُسنِ کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب
وہ جو تھا پردوں میں پنہاں، خود نما کیونکر ہوا

موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے دردِ فراق!
چارہ گر دیوانہ ہے، مَیں لا دوا کیونکر ہوا

تُو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گُل
ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا

پُرسشِ اعمال سے مقصد تھا رُسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ، کیا ہوا، کیونکر ہوا

میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
کیا بتاؤں اُن کا میرا سامنا کیونکر ہوا

اسیر: قیدی. حلقۂ دامِ ہوا: لالچ / ہوس کے جال کی ڈوری. جائے حیرت: مراد حیرانی کی بات. مُہیں: مراد انسان. شرافت کا خلعت: مراد انسان کے تمام مخلوق میں افضل / اشرف ہونے کا خاص لباس. تقاضا: اصرار طلب: خواہش. بے مدعا ہونا: مراد کوئی مقصد یعنی آرزو نہ ہونا. دامِ تمنا: خواہش کا جال رہا ہونا: چھوٹ جانا. حشر: قیامت. صبر آزما: تکلیف دینے والا. حُسنِ کامل: مکمل حُسن، مراد قدرت کا حُسن. بے حجابی: پردے کے بغیر ہونا. وہ: مراد محبوب حقیقی. پنہاں: چُھپا ہوا. خود نما: خود کو ظاہر کرنے والا. نسخہ: کاغذ کی پرچی جس پر طبیب دوا تجویز کرتا ہے. دردِ فراق: محبوب سے دوری کا دکھ. چارہ گر: طبیب، حکیم. دیوانہ: پاگل. لا دوا: لا علاج. دیدۂ عبرت: سبق حاصل کرنے والی آنکھ. رنگیں قبا: سُرخ لباس والا. پُرسشِ اعمال: عملوں کے بارے میں (قیامت کے روز) پوچھ گچھ

(۲)

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں

علاجِ درد میں بھی درد کی لذّت پہ مرتا ہوں
جو تھے چھالوں میں کانٹے، نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

پھلا پھُولا رہے یا رب! چمن میری اُمیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بُوٹے میں نے پالے ہیں

رُلاتی ہے مجھے راتوں کو خاموشی ستاروں کی
نرالا عشق ہے میرا، نرالے میرے نالے ہیں

نہ پوچھو مجھ سے لذّت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سیکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر، ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

اُمیدِ حور نے سب کچھ سِکھا رکھا ہے واعظ کو
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے، بھولے بھالے ہیں

مرے اشعار اے اقبالؔ! کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
مرے ٹُوٹے ہوئے دل کے یہ دردانگیز نالے ہیں

انوکھی وضع: نرالی شکل وصورت۔ بستی: آبادی، شہر۔ درد: مرادعشق کا دکھ۔ نوکِ سوزن: سُوئی کا سرا۔ پھلا پھولا: سرسبز۔ جگر کا خون دینا: بہت غم اُٹھانا۔ بُوٹے پالنا: پودوں کی پرورش کرنا۔ نرالا: سب سے الگ، انوکھا۔ خانماں برباد: جس کا گھر یا رتباہ ہو۔ نشیمن: گھونسلا۔ سیکڑوں: بہت سے۔ پھونک ڈالنا: جلا دینا۔ بیگانگی: غیر ہونا۔ رفیقِ راہِ منزل: مرادسفر کا ساتھی۔ ٹھہر جا: رُک جا۔ شرر: چنگاری۔ مٹنے والا: فنا ہونے والا۔ امید: مراد خواہش۔ واعظ: مسجد میں وعظ کرنے والا۔ سیدھا سادہ: بھولا بھالا، جسے کوئی تجربہ نہ ہو۔ اشعار: شعر کی جمع۔ ٹوٹا ہوا دل: محبت میں مایوسی کا شکار دل۔ دردانگیز نالے: دکھ بھرے گیت۔

(۷)

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

منصور کو ہُوا لبِ گویا پیامِ موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

ہو دِید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

میں انتہائے عشق ہوں، تُو انتہائے حُسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

عذر آفرینِ جرمِ محبت ہے حُسنِ دوست
محشر میں عذرِ تازہ نہ پیدا کرے کوئی

چُھپتی نہیں ہے یہ نگہِ شوق ہم نشیں!
پھر اور کس طرح اُنھیں دیکھا کرے کوئی

اُڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طُور پر کلیمؑ
طاقت ہو دِید کی تو تقاضا کرے کوئی

نظّارے کو یہ جنبشِ مژگاں بھی بار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

کھل جائیں، کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

ظاہر کی آنکھ: ماتھے والی آنکھیں۔ دیدۂ دل: مراد بصیرت کی آنکھ تماشا کرنا: مراد کائنات میں قدرت کی نشانیاں دیکھنا۔ منصور: حسین بن حلاّج (ولادت ۸۵۸ء) فارس کے ایک قصبے سے تعلق تھا۔ ''انا الحق'' کہنے پر علمائے وقت نے ان کے خلاف فتویٰ دیا، جس پر خلیفۂ بغداد مقتدر کے حکم پر انھیں پھانسی دی گئی۔ لب گویا: مراد زبان۔ پیامِ موت: مراد موت کا باعث۔ دعویٰ کرنا: مراد اظہار کرنا۔ دید: محبوب کا دیدار۔ انتہائے عشق: مراد عشق کا پورا/ مکمل جذبہ رکھنے والا۔ عذر آفریں: بہانے گھڑنے/ تراشنے والا۔ جُرم: گناہ، خطا۔ محشر: قیامت۔ عذرِ تازہ: نیا بہانہ۔ ہم نشیں: ساتھی۔ اَڑ بیٹھنا: ضد/ اصرار کرنا۔ طور: طورِ سینا۔ کلیم: حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ جنبشِ مژگاں: پلکوں کا جھپکنا۔

(۸)

کہوں کیا آرزوئے بے دِلی مجھ کو کہاں تک ہے
مرے بازار کی رونق ہی سودائے زیاں تک ہے

وہ مے کش ہوں فروغِ مے سے خود گُلزار بن جاؤں
ہوائے گُل فراقِ ساقیِ نامہرباں تک ہے

چمن افروز ہے صیاد میری خوش نوائی تک
رہی بجلی کی بے تابی، سو میرے آشیاں تک ہے

وہ مُشتِ خاک ہُوں، فیضِ پریشانی سے صحرا ہُوں
نہ پُوچھو میری وسعت کی، زمیں سے آسماں تک ہے

جرس ہُوں، نالہ خوابیدہ ہے میرے ہر رگ و پے میں
یہ خاموشی مری وقتِ رحیلِ کارواں تک ہے

سکُونِ دل سے سامانِ کشودِ کار پیدا کر
کہ عقدہ خاطرِ گرداب کا آبِ رواں تک ہے

چمن زارِ محبت میں خموشی موت ہے بُلبل!
یہاں کی زندگی پابندیِ رسمِ فُغاں تک ہے

جوانی ہے تو ذوقِ دید بھی، لطفِ تمنّا بھی
ہمارے گھر کی آبادی قیامِ میہماں تک ہے

زمانے بھر میں رُسوا ہوں مگر اے وائے نادانی!
سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے رازداں تک ہے

آرزوئے بیدلی: عاشق کی تمنّا۔ سودائے زیاں: گھاٹے/ نقصان کا کاروبار۔ مے کش: شراب پینے والا۔ فروغ: چمک، روشنی۔ گلزار: گلاب کے پھولوں کا باغ۔ ہوائے گل: پھول کی خواہش۔ ساقی: شراب پلانے والا۔ نامہرباں: مراد بے وفا۔ چمن افروز: باغ کو روشن کرنے والا/ والی۔ صیّاد: شکاری۔ خوش نوائی: اچھی لے میں گانا/ چہچہانا۔ رہی بجلی کی بیتابی: جہاں تک بجلی کی بے چینی کا تعلق ہے۔ سو: تو وہ۔ مشتِ خاک: مٹی کی مٹھی، مراد معمولی شے۔ فیضِ پریشانی سے: بکھرنے کے طفیل/ باعث۔ جرس: گھنٹی۔ نالہ: شور، فریاد۔ خوابیدہ: سویا ہوا۔ ہر رگ و پے میں: نس نس/ رُویں رُویں میں۔ رحیلِ کارواں: قافلے کا روانہ ہونا۔ سکونِ دل: دل کا قرار/ چین۔ سامان پیدا کرنا: چارہ ڈھونڈنا، بندوبست کرنا۔ کشودِ کار: مشکل کا حل۔ عقدہ: گرہ، گانٹھ۔ خاطر گرداب: بھنور کا دل۔ آبِ رواں: بہتا ہوا پانی۔ چمن زار: جہاں کئی چمن ہوں، مراد باغ۔ پابندیِ رسمِ فغاں: فریاد کی رسم کو باقاعدگی سے نبھانا۔ ذوقِ دید: دیدارِ محبوب کا شوق۔ لطفِ تمنّا: خواہش کا مزہ۔ قیام: ٹھہرنا۔ اے وائے: افسوس ہے افسوس کی بات ہے۔ رازداں: واقفِ کار/ حال

(۹)

جنھیں مَیں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جُبہہ سائی سے
تو سنگِ آستانِ کعبہ جا مِلتا جبینوں میں

کبھی اپنا بھی نظّارہ کِیا ہے تُو نے اے مجنوں
کہ لیلیٰ کی طرح تُو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جُدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

مجھے روکے گا تُو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو، ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

چُھپایا حُسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پَیرا نازنینوں میں

جلا سکتی ہے شمعِ کُشتہ کو موجِ نفَس ان کی
الٰہی! کیا چُھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پُوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انھی خلوت گزینوں میں

کسی ایسے شرر سے پھُونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹُوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

سراپا حُسن بن جاتا ہے جس کے حُسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

پھڑک اُٹھا کوئی تیری ادائے 'مَا عَرَفنَا' پر
ترا رُتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

نمایاں ہو کے دِکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
بہت مُدّت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

خموش اے دل! بھری محفل میں چِلاّنا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

بُرا سمجھوں انھیں، مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبالؔ اپنے نکتہ چینوں میں

جنھیں: مراد محبوب حقیقی۔ظلمت خانہ: تاریک گھر / جگہ۔مکین: رہنے والا۔مکاں: رہنے کی جگہ۔آشنا: واقف، باخبر۔مذاقِ جبیں سائی: ماتھا گھسانے یعنی سجدہ کرنے کا ذوق۔سنگِ آستانِ کعبہ: کعبہ کی چوکھٹ کا پتھر۔ جبینوں: جمع جبیں، ماتھے۔مجنوں: لیلیٰ کا عاشق۔لیلیٰ: عرب کی مشہور حسینہ جس کا رنگ کالا تھا۔محمل نشیں: اونٹ پر لدے کجاوہ / پردہ میں بیٹھنے والی۔وصل: محبوب سے ملاپ۔گھڑیوں کی صورت: مراد بڑی تیزی سے۔مہینوں میں: مراد بہت آہستہ۔ناخُدا: ملاح، کشتی چلانے والا۔غرق ہونا: ڈوبنا۔سفینوں: جمع سفینہ، کشتیاں۔کلیم اللہ: خدا سے باتیں کرنے والا، حضرت موسیٰؑ کا لقب۔جس نے: مراد خدا نے۔ناز آفریں: ادا پیدا کرنے والا، مراد ناز و ادا کرنے والا۔جلوہ پیرا: مراد اپنا حُسن / تجلّی ظاہر کرنے والا۔نازنینوں: جمع نازنیں، مراد کُل مخلوقات جس میں خدا کا جلوہ ہے۔شمعِ کشتہ: بجھی ہوئی موم بتی۔موجِ نفس: سانس کی لہر، پھونک۔اہلِ دل: مراد عشق کا جذبہ رکھنے والے۔دردِ دل: مراد عشقِ الٰہی۔گوہر: موتی، دولت۔خزینوں: جمع خزینہ، خزانے۔خرقہ پوش: گدڑی پہننے والا، صوفی۔ارادت: عقیدت، اعتقاد۔یدِ بیضا: روشن ہاتھ، حضرت موسیٰؑ کا ایک معجزہ۔نگاہِ نارسا: محبوب تک نہ پہنچنے والی نظر۔خلوت گزیں: تنہائی اختیار کرنے والا، اللہ والا۔شرر: چنگاری۔پھونکنا: جلانا۔خرمن: غلے کا ڈھیر۔خورشیدِ قیامت: قیامت کے روز نکلنے والا سورج۔خوشہ چیں: مراد فیض حاصل کرنے والا۔ٹوٹنے والا دل: ذرا سی ٹھیس سے متاثر ہونے والا دل۔نازک: جو مضبوط نہ ہو۔مے: شراب۔آبگینوں: جمع آبگینہ، شیشے کا برتن۔سراپا: پورے طور پر، مکمل۔بھلا: خدا جانے۔پھڑک اُٹھا: تڑپ اُٹھا، عش عش کر اٹھا۔ادا: انداز۔"ما عرفنا": حضورِ اکرمؐ کی حدیث ہے "ہم نے اے خدا تجھے ویسا ہی پہچانا ہے جیسا پہچاننے کا حق ہے"۔بڑھ چڑھ کے رہنا: بہت زیادہ ہونا۔نمایاں ہونا: سامنے آنا۔جمال: حُسن۔چرچے: جمع چرچا، شُہرتیں۔باریک بیں: جس کا فہم بہت تیز ہو۔چِلاّنا: زور سے بولنا۔ادب: دوسروں کا پاس لحاظ۔قرینہ: سلیقہ، ڈھنگ۔نکتہ چیں: عیب ڈھونڈنے والا۔

(۱۰)

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

ستم ہو کہ ہو وعدۂ بے حجابی
کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو
کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا
وہی لن ترانی سُنا چاہتا ہوں

کوئی دَم کا مہماں ہوں اے اہلِ محفل
چراغِ سحر ہوں، بجھا چاہتا ہوں

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں، سزا چاہتا ہوں

انتہا: اخیر۔ سادگی: بھولپن۔ ستم: ظلم، سختی۔ بے حجابی: مراد کھل کر سامنے آنا۔ صبر آزما: جس سے قوت برداشت پرکھی جائے۔ زاہدوں: جمع زاہد، عبادت گزار۔ آپ کا سامنا: مراد خدا کا سامنے ہونا۔ شوخ: گستاخ، بے خوف۔ "لن ترانی": تو مجھے نہیں دیکھ سکتا، طور پر حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر خدا کا جواب۔ کوئی دَم کا مہماں: مراد فانی انسان۔ اہلِ محفل: دنیا والے۔ چراغِ سحر: صبح سویرے کا چراغ جسے کسی وقت بجھایا جا سکتا ہے۔ بے ادب: گستاخ۔

(۱۱)

گشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیازمند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

بٹھا کے عرش پہ رکّھا ہے تُو نے اے واعظ!
خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

مری نگاہ میں وہ رِند ہی نہیں ساقی
جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے

مدام گوش بہ دل رہ، یہ ساز ہے ایسا
جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

سخن میں سوز، الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

تمیزِ لالہ و گُل سے ہے نالۂ بُلبل
جہاں میں وا نہ کوئی چشمِ امتیاز کرے

غرورِ زُہد نے سِکھلا دیا ہے واعظ کو
کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے

ہَوا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبالؔ
اُڑا کے مجھ کو غبارِ رہِ حجاز کرے

کشادہ کرنا: کھولنا۔ دستِ کرم: سخاوت/ بخشش کا ہاتھ۔ وہ بے نیاز: مراد خدا تعالیٰ۔ نیاز مند: عاجزی کرنے والا۔ ناز کرنا: فخر کرنا۔ احتراز کرنا: بچنا، دور رہنا۔ رند: شراب پینے والا۔ ساقی: شراب پلانے والا۔ ہوشیاری: ہوش میں ہونا۔ مستی: مدہوشی، ہوش میں نہ ہونا۔ امتیاز کرنا: فرق کرنا۔ مدام: ہمیشہ۔ گوش بہ دل رہنا: دل کی طرف متوجہ رہنا/ کان لگائے رہنا۔ ساز: موسیقی کا آلہ۔ شکستہ: ٹوٹا ہوا۔ محبت میں چور۔ پیدا کرنا: نکالنا۔ نوائے راز: بھید کا گیت۔ واعظ: مسجد میں وعظ کرنے والا۔ بے عمل: جس نے کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ رحمت: مہربانی، بخشش۔ سخن: بات، شاعری۔ سوز: تپش، گرمی، تاثر۔ گداز کرنا: پگھلانا۔ تمیز: فرق کرنا۔ لالہ وگل: مختلف قسم کے پھول۔ نالۂ بلبل: بلبل کا رونا/ چہچہانا۔ وا کرنا: کھولنا۔ چشمِ امتیاز: فرق کرنے والی آنکھ۔ غرور: خود کو بڑا کہنا۔ غبار: گرد، مٹی۔ رہِ حجاز: حجاز کا راستہ، مراد اسلام اور حضور اکرمؐ سے عقیدت۔

سختیاں کرتا ہُوں دل پر، غیر سے غافل ہُوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہُوں میں، جاہل ہُوں میں

میں جبھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی
جو نمودِ حق سے مِٹ جاتا ہے وہ باطل ہُوں میں

علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بدست
وائے محرومی! خزف چینِ لبِ ساحل ہُوں میں

ہے مری ذلّت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کو مَلک روتے ہیں وہ غافل ہُوں میں

بزمِ ہستی! اپنی آرائش پہ تُو نازاں نہ ہو
تُو تو اک تصویر ہے محفل کی اور محفل ہُوں میں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبالؔ اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہُوں میں

سختی کرنا: ظلم کرنا. غیر: مراد اللہ کے سوا جو کچھ ہے. کیا اچھی کہی: بڑی اچھی بات کہی. ظالم ہُوں، جاہل ہُوں: ایک قرآنی آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں انسان کو ''ظلوماً جہولا'' (ظالم، جاہل) کہا گیا ہے. جبھی

تک : اس وقت تک. جلوہ پیرائی : مراد خدا کی تجلی ظاہر ہونا. نمود حق : حق / خدا کا ظہور. مٹ جانا : فنا ہو جانا. باطل : جس کی کوئی حقیقت نہ ہو. غوطہ زن : ڈبکی لگانے والا / والے. گوہر بدست : ہاتھوں میں موتی لیے. وائے محرومی : افسوس ہے بے نصیبی پر. خزف چین : ٹھیکریاں چننے والا. لب ساحل : کنارے پر. شرافت : شریف ہونا. جس کی : مراد انسان کی. غفلت : لاپروائی، بھول چوک. ملک : فرشتہ / فرشتے. روتے ہیں : افسوس کرتے ہیں. بزم ہستی : وجود کی محفل، کائنات. آرائش : سجاوٹ. نازاں ہونا : فخر کرنا. محفل ہوں میں : یعنی انسان ہی سے کائنات میں رونق ہے. اپنے آپ کو ڈھونڈنا : اپنی حقیقت جاننے کی کوشش کرنا.

(۱۴)

مجنوں نے شہر چھوڑا تُو صحرا بھی چھوڑ دے
نظّارے کی ہوس ہو تو لیلٰی بھی چھوڑ دے

واعظ! کمالِ ترک سے مِلتی ہے یاں مُراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبٰی بھی چھوڑ دے

تقلید کی روِش سے تو بہتر ہے خودکُشی
رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

مانندِ خامہ تیری زباں پر ہے حرفِ غیر
بیگانہ شے پہ نازشِ بے جا بھی چھوڑ دے

لُطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق
بِسمل نہیں ہے تُو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

شبنم کی طرح پھولوں پہ رو، اور چمن سے چل
اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے

ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا
بُت خانہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

جینا وہ کیا جو ہو نفَسِ غیر پر مدار
شہرت کی زندگی کا بھروسا بھی چھوڑ دے

شوخی سی ہے سوالِ مکرر میں اے کلیم!
شرطِ رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے

واعظ ثبوت لائے جو مے کے جواز میں
اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے

نظارے کی ہوس: مراد محبوبِ حقیقی کو دیکھنے کی شدید خواہش. کمالِ ترک: دنیا اور آخرت سے پوری طرح بے نیاز ہو جانا. عقبیٰ: آخرت. تقلید: پیروی، کسی کے پیچھے چلنا. روش: طریقہ. خودکشی: اپنے ہاتھوں خود کو مار لینا. خضر: مراد رہنما. سودا: مراد خیال. مانندِ خامہ: قلم کی طرح. حرفِ غیر: مراد غیر اللہ کی بات. بیگانہ: غیر، پرایا/ پرائی. شے: چیز. نازشِ بے جا: غلط قسم کا فخر. لطفِ کلام: شاعری کا مزہ. دردِ عشق: مراد عشق کا شدید جذبہ. نسل: زخمی. رسم: دستور. سب سے الگ بیٹھنا: مراد مذہبی/ فرقہ پرستی کے تعصب سے دور رہنا. بتخانہ، حرم، کلیسا: مراد مختلف قوموں کے عبادت خانے. سوداگری: کاروبار. جزا: ثواب. پاسبان: چوکیدار، حفاظت کرنے والا. نفَسِ غیر: دوسرے کی ذات، کوئی دوسرا. مدار: انحصار. شوخی: گستاخی. سوالِ مکرر: بار بار سوال کرنا. کلیم: مراد حضرت موسیٰ کلیم اللہ جنھوں نے اللہ سے اپنا جلوہ دکھانے پر اصرار کیا. شرطِ رضا: مراد خدا کی مرضی پر خوش رہنے کی شرط. ثبوت لانا: دلیل پیش کرنا. مے: شراب. ضد: اصرار.

حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

محبت

عروسِ شب کی زُلفیں تھیں ابھی نا آشنا خَم سے
ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذّتِ رَم سے

قمر اپنے لباسِ نَو میں بیگانہ سا لگتا تھا
نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلّم سے

ابھی امکاں کے ظُلمت خانے سے اُبھری ہی تھی دُنیا
مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالَم سے

کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی ابتدا گویا
ہوَیدا تھی نگینے کی تمنّا چشمِ خاتَم سے

سُنا ہے عالَمِ بالا میں کوئی کیمیاگر تھا
صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے

لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اِکسیر کا نسخہ
چُھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ رُوحِ آدم سے

نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیاگر کی
وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے

بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب
تمنائے دِلی آخر بَر آئی سعیِ پیہم سے

پھرایا فکرِ اجزا نے اُسے میدانِ امکاں میں
چُھپے گی کیا کوئی شے بارگاہِ حق کے محرم سے

چمک تارے سے مانگی، چاند سے داغِ جگر مانگا
اُڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زُلفِ برہم سے

تڑپ بجلی سے پائی، حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفسہائے مسیحِ ابنِ مریمؑ سے

ذرا سی پھر ربوبیّت سے شانِ بے نیازی لی
مَلک سے عاجزی، اُفتادگی تقدیرِ شبنم سے

پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں
مرکّب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے

مُہوّس نے یہ پانی ہستیِ نوخیز پر چھڑکا
گرہ کھولی ہُنر نے اُس کے گویا کارِ عالم سے

ہوئی جنبش عیاں، ذرّوں نے لطفِ خواب کو چھوڑا
گلے ملنے لگے اُٹھ اُٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے
خِرامِ ناز پایا آفتابوں نے، ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی، داغ پائے لالہ زاروں نے

عروسِ شب: رات کی دلہن۔ زلفیں: جمع زلف، بالوں کا لچھا۔ خَم: مُڑے ہوا، ٹیڑھ۔ لذتِ رَم: مراد طلوع ہو کر غائب/غروب ہونے کا مزہ۔ قمر: چاند۔ لباسِ نو: نیا لباس۔ بیگانہ سا لگنا: غیر غیر سا معلوم ہونا۔ گردش: چکر کاٹنے کا عمل۔ آئینِ مسلّم: مانا ہوا اصول۔ ظلمت خانہ: تاریک جگہ۔ اُبھرنا: اوپر کو اُٹھنا۔ مذاقِ زندگی: زندگی گزارنے کا ذوق۔ پہنائے عالم: کائنات کا پھیلاؤ۔ کمالِ نظمِ ہستی: وجود/ کائنات کی ترتیب کا مکمل ہونا۔ ہویدا: ظاہر۔ چشمِ خاتم: انگوٹھی کی آنکھ۔ عالمِ بالا: اوپر کی/ آسمانی دنیا۔ کیمیا گر: تانبے کو سونا بنانے والا، مراد حضورِ اکرمؐ کا نورِ مبارک جس کی روشنی سے ساری کائنات پیدا ہوئی۔ صفا: پاکیزگی۔ خاکِ پا: پاؤں کی گرد/ مٹی۔ ساغرِ جم: ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کا شراب کا پیالہ۔ اکسیر: مراد لازمی اثر کرنے والی دوا۔ نسخہ: کاغذ کا پرچہ جس پر حکیم دوائیں تجویز کرتا ہے۔ تاک میں رہنا: گھات میں رہنا۔ اسمِ اعظم: خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک بزرگ تر نام جس کے ورد سے دعا فوراً قبول ہوتی ہے۔ تسبیح خوانی: اللہ کے نام کا ورد کرنا۔ تمنائے دلی بر آنا: دل کی خواہش پوری ہونا۔ سعیِ پیہم: لگاتار کوشش۔ پھرانا: تلاش میں مصروف رکھنا۔ اجزا: جمع جزو، حصے، جن سے کوئی چیز ترکیب پاتی ہے۔ میدانِ امکاں: مراد یہ کائنات۔ بارگاہِ حق: خدا کا دربار۔ محرم: واقف، بھید جاننے والا۔ داغِ جگر: مراد وہ داغ/ دھبا جو چاند میں ہوتا ہے۔ تیرگی: سیاہی، تاریکی۔ اُڑانا: چرانا۔ شب: رات۔ زُلفِ برہم: بکھرے ہوئے بال۔ پاکیزگی: پاک صاف ہونے کی حالت۔ نفسہائے: جمع نفس، سانس، پھونکیں۔ مسیحِ ابنِ مریم: حضرت مریمؑ کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ مسیح اللہ جو اپنے دَم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ ربوبیت: پروردگاری۔ شانِ بے نیازی: بے پروائی کا انداز۔ مَلک: فرشتہ۔ عاجزی: خود کو کمتر سمجھنا۔ اُفتادگی: گرنا۔ اجزا: جمع جزو، حصے، ٹکڑے۔ چشمۂ حیواں: آبِ حیات کا چشمہ۔ مرکب: کئی چیزیں اکٹھی ملائی ہوئیں۔ عرشِ اعظم: خدا کا تخت۔ ہُوس: لالچ، کیمیاگر۔ ہستیِ نوخیز: تازہ تازہ وجود میں آئی ہوئی زندگی۔ گرہ کھولنا: مشکل حل کرنا۔ ہُنر: کاریگری۔ کارِ عالم: دنیا کا کاروبار/ معاملہ۔ جنبش: ہلنا۔ عیاں: ظاہر۔ لطفِ خواب: نیند کا مزہ۔ ہمدم: ساتھی۔ خرامِ ناز: ادا سے چلنا۔ آفتابوں: جمع آفتاب، سورج۔ چٹک: کِھلنا۔ داغ: نشان۔ لالہ زار: لالہ کے پھولوں کا باغ۔

حقیقتِ حُسن

خدا سے حُسن نے اک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تُو نے لازوال کیا

مِلا جواب کہ تصویر خانہ ہے دُنیا
شبِ درازِ عدم کا فسانہ ہے دُنیا

ہوئی ہے رنگِ تغیر سے جب نمود اس کی
وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جس کی

کہیں قریب تھا، یہ گفتگو قمر نے سُنی
فلک پہ عام ہوئی، اخترِ سحر نے سُنی

سحر نے تارے سے سُن کر سُنائی شبنم کو
فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو

بھر آئے پھول کے آنسو پیامِ شبنم سے
کلی کا ننھا سا دل خون ہو گیا غم سے
چمن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا، سوگوار گیا

لا زوال: جسے فنا نہ ہو. تصویر خانہ: وہ گھر جس میں تصویریں ہوں، مختلف صورتوں کا مرقع. شبِ دراز عدم: فنا، نیستی کی لمبی رات. رنگِ تغیر: بدلتے رہنے کا انداز. نمود: ظاہر ہونا. حسیں: خوبصورت. حقیقت: اصلیت. زوال: فنا، اُتار. گفتگو: بات چیت. قمر: چاند. فلک: آسمان. عام ہونا: مراد پھیل جانا. اخترِ سحر: صبح کا تارا. شبنم: اوس. محرم: واقف، رازداں. آنسو بھر آنا: آنسو نکل آنا. دل خون ہونا: سخت دکھ بھرا ہونا. شباب: جوانی. سیر کو آنا: مراد تھوڑی دیر کے لیے کہیں آنا. سوگوار: غم کا مارا ہوا.

پیام

عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ تپش سے آشنا
بزم کو مثلِ شمعِ بزم حاصلِ سوز و ساز دے

شانِ کرم پہ ہے مدار عشقِ گرہ کشاے کا
دَیر و حرم کی قید کیا! جس کو وہ بے نیاز دے

صورتِ شمع نور کی مِلتی نہیں قبا اُسے
جس کو خدا نہ دہر میں گریۂ جاں گداز دے

تارے میں وہ، قمر میں وہ، جلوہ گہِ سحر میں وہ
چشمِ نظارہ میں نہ تُو سُرمۂ امتیاز دے

عشق بلند بال ہے رسم و رہِ نیاز سے
حُسن ہے مستِ ناز اگر تُو بھی جوابِ ناز دے

پیرِ مغاں! فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
اس میں وہ کیفِ غم نہیں، مجھ کو تو خانہ ساز دے

تجھ کو خبر نہیں ہے کیا! بزمِ کہن بدل گئی
اب نہ خدا کے واسطے ان کو مَے مجاز دے

ذوقِ تپش: تڑپ/بیقراری کا شوق۔ آشنا: واقف۔ مثل: مانند، طرح۔ حاصلِ سوز و ساز: عشقِ حقیقی میں پیدا ہونے والے جذبے۔ شانِ کرم: مہربانی/بخشش کا انداز۔ مدار: انحصار۔ عشقِ گرہ کشائے: مشکلیں حل کرنے والا عشق۔ دَیر و حرم: مراد مختلف مذاہب۔ قید: پابندی۔ وہ بے نیاز: مراد خدا تعالیٰ۔ صورتِ شمع: شمع/موم بتی کی طرح۔ قبا: آگے سے کھلا ہوا لمبا کوٹ۔ دہر: زمانہ۔ گریۂ جاں گداز: روح کو پگھلانے/بیحد متاثر کرنے والا رونا۔ وہ: مراد خدا تعالیٰ۔ جلوہ گہِ سحر: صبح کی تجلی کی جگہ، مراد صبح۔ چشمِ نظارہ: دیکھنے والی آنکھ۔ سُرمۂ امتیاز: دو یا زیادہ چیزوں میں فرق کرنے والا سرمہ۔ بلند بال ہونا: مراد بہت دور/بلند ہونا۔ رسم و رہِ نیاز: عاجزی کے طور طریقے۔ مستِ ناز: اپنی اداؤں میں مگن۔ جواب ناز دینا: مراد حسن والا نازی اختیار کرنا۔ پیرِ مُغاں: آتش پرستوں کا پیشوا، شراب بیچنے والا۔ مَے: شراب، مراد زندگی گزارنے کے طریقے۔ نشاط: خوشی، مسرّت۔ کیفِ غم: غم کا خمار۔ خانہ ساز: مراد دیسی شراب یعنی اپنے یہاں کی اسلامی معاشرت اور علوم۔ بزمِ کہن: پرانی محفل، مراد مسلمان جو کبھی ہندوستان میں حکمران تھے اب غلام ہیں۔ مَے مجاز: مراد دنیاوی شراب یعنی صرف دنیا ہی سے تعلق جسے ''ماسوا اللہ'' کہتے ہیں۔

سوامی رام تیرتھ

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بے تاب تُو
پہلے گوہر تھا، بنا اب گوہرِ نایاب تُو

آہ! کھولا کس ادا سے تُو نے رازِ رنگ و بُو
میں ابھی تک ہوں اسیرِ امتیازِ رنگ و بُو

مِٹ کے غوغا زندگی کا شورشِ محشر بنا
یہ شرارہ بُجھ کے آتش خانۂ آزر بنا

نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
'لا' کے دریا میں نہاں موتی ہے 'اِلَّا اللہ' کا

چشمِ نابینا سے مخفی معنیِ انجام ہے
تھم گئی جس دم تڑپ، سیماب سیمِ خام ہے

توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارُو ہے گویا مستیِ تسنیمِ عشق

سوامی رام تیرتھ: تیرتھ رام سوامی جو محبت سے خدا ملنے کا نظریہ رکھتے تھے۔ (۱۸۷۳ء۔۱۹۰۶ء)۔ گوجرانوالہ کے ایک گاؤں سے تعلق تھا۔ دریائے گنگا میں ڈوب کر فوت ہوئے۔ ہم بغل: مراد ملا ہوا۔ قطرۂ بیتاب: بے چین قطرہ۔ گوہرِ نایاب: نہ ملنے والا اور عجیب موتی۔ ادا: مراد طریقہ۔ رنگ و بو: یعنی کائنات۔ اسیرِ امتیاز: فرق کرنے کا قیدی۔ غوغا: شور، ہنگامہ۔ شورشِ محشر: قیامت کا ہنگامہ۔ شرارہ: چنگاری۔ آتش خانہ: آتش پرستوں کا عبادت خانہ جہاں ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے۔ آزر: حضرت ابراہیمؑ کے دور کا مشہور بت تراش، حضرت ابراہیمؑ کے والد یا چچا (ذال سے ہو تو بمعنی آگ)۔ نفیِ ہستی: اپنی ہستی کو محبوب (حقیقی) کی ذات میں فنا کرنا۔ کرشمہ: انوکھی بات۔ دلِ آگاہ: باخبر دل۔ لا: مراد کوئی معبود نہیں۔ اِلا اللہ: خدا کے سوا (کوئی معبود نہیں) نہاں: چھپا ہوا۔ چشمِ نابینا: اندھی آنکھ۔ مخفی: چھپا ہوا۔ معنیِ انجام: خاتمہ/اخیر کا مطلب۔ تھم گئی: رک گئی۔ تڑپ: بے چین رہنے کی حالت۔ سیماب: پارا۔ سیمِ خام: کچی چاندی۔ بتِ ہستی: وجود کا بت۔ ابراہیمِ عشق: عشق کو حضرت ابراہیمؑ سے تشبیہ دی ہے جنھوں نے بت خانہ میں رکھے ہوئے بت توڑ ڈالے تھے۔ ہوش: عقل/حواس بجا ہونا۔ دارو: دوا۔ تسنیم: جنت کی ایک ندی۔

طلبۂ علی گڑھ کے نام

اَوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سُن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے

آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکُوں
کہتا تھا مُورِ ناتواں لطفِ خِرام اور ہے

جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ حجاز کا
اس کا مقام اور ہے، اس کا نظام اور ہے

موت ہے عیشِ جاوداں، ذوقِ طلب اگر نہ ہو
گردشِ آدمی ہے اور، گردشِ جام اور ہے

شمعِ سحر یہ کہہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز
غم کدۂ نمود میں شرطِ دوام اور ہے

بادہ ہے نیم رس ابھی، شوق ہے نارسا ابھی
رہنے دو خُم کے سر پہ تم خشتِ کلیسیا ابھی

طلب: جمع طالب، مراد طالب علم. علی گڑھ کالج: برصغیر کا مشہور کالج جو اب علی گڑھ یونیورسٹی ہے۔ سرسید احمد خان مرحوم نے اس کی بنیاد رکھی. اَوروں: جمع اور، دوسروں. عشق کا دردمند: مراد عشق کے جذبے سے سرشار. طرزِ کلام: بات کرنے کا طریقہ. طائرِ زیرِ دام: جال میں پھنسا ہوا پرندہ، عشق کے جذبوں سے خالی. طائرِ بام: چھت پر بیٹھا ہوا پرندہ، مراد مومن. کوہ: پہاڑ. رازِ حیات: زندگی کی حقیقت. سکوں: ٹھہراؤ، ایک جگہ ٹکے رہنا. مورِ ناتواں: کمزور چیونٹی. لطفِ خرام: چلنے یعنی حرکت میں رہنے کا مزہ. جذبِ حرم: کعبہ کی کشش، مرکزِ اسلام سے وابستگی. فروغ: روشنی، رونق. انجمنِ حجاز: مراد ملتِ اسلامیہ. مقام: مرتبہ، شان. نظام: طور طریقے. عیشِ جاوداں: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی. ذوقِ طلب: مراد دنیاوی خواہشات رکھنا. گردشِ آدمی: انسان کا چلنا پھرنا. سوز: مراد عشق کی تپش. زندگی کا ساز: زندگی کی کامیابی کا سامان. غمکدۂ نمود: مراد دنیا جو دکھوں کا گھر ہے. شرطِ دوام: ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کی پابندی. بادہ: شراب. نیم رس: آدھ پکی. شوق: جذبۂ عشق. نارسا: بے اثر. خُم: مٹکا. سر پہ: اُوپر. خشتِ کلیسیا: گرجے کی اینٹ، مراد یورپی تہذیب کا اثر لینا.

اخترِ صبح

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا
مِلی نگاہ مگر فرصتِ نظر نہ مِلی
ہوئی ہے زندہ دمِ آفتاب سے ہر شے
اماں مجھی کو تہِ دامنِ سحر نہ مِلی
بساط کیا ہے بھلا صبح کے ستارے کی
نفَس حباب کا، تابندگی شرارے کی

کہا یہ میں نے کہ اے زیورِ جبینِ سحر!
غمِ فنا ہے تجھے! گنبدِ فلک سے اُتر
ٹپک بلندیِ گردُوں سے ہمرہِ شبنم
مرے ریاضِ سخن کی فضا ہے جاں پرور
میں باغباں ہوں، محبت بہار ہے اس کی
بِنا مثالِ ابد پائدار ہے اس کی

اخترِ صبح: ایک خاص ستارہ جو صبح کے وقت طلوع اور بہت روشن ہوتا ہے۔ فرصتِ نظر: دیکھنے کی مہلت۔ دمِ آفتاب: سورج کا وجود۔ تہِ دامنِ سحر: صبح کے پلّو کے نیچے، مراد صبح کے وقت۔ بساط: اوقات، حوصلہ۔ نفَس: مراد وجود۔ حباب: بلبلا۔ تابندگی: چمک۔ جبینِ سحر: صبح کا ماتھا۔ غمِ فنا: مٹنے کا دکھ۔ گنبدِ فلک: مراد آسمان۔ بلندیِ گردُوں: آسمان کی اُونچائی۔ ہمرہِ شبنم: اوس کے ساتھ۔ ریاضِ سخن: شاعری کا باغ۔ جاں پرور: روح کو تازہ کرنے والا۔ بِنا: بنیاد۔ مثالِ ابد: ہمیشگی کی طرح۔

حُسن و عشق

جس طرح ڈوبتی ہے کشتیِ سیمینِ قمر
نورِ خورشید کے طوفان میں ہنگامِ سحر
جیسے ہو جاتا ہے گُم، نور کا لے کر آنچل
چاندنی رات میں مہتاب کا ہم رنگ کنول
جلوۂ طور میں جیسے یدِ بیضائے کلیم
مَوجۂ نکہتِ گُلزار میں غنچے کی شمیم
ہے ترے سیلِ محبت میں یونہی دل میرا

تُو جو محفل ہے تو ہنگامۂ محفل ہُوں میں
حُسن کی برق ہے تُو، عشق کا حاصل ہُوں میں
تُو سحَر ہے تو مرے اشک ہیں شبنم تیری
شامِ غربت ہُوں اگر مَیں تو شفق تُو میری
مرے دل میں تری زُلفوں کی پریشانی ہے
تری تصویر سے پیدا مری حیرانی ہے
حُسن کامل ہے ترا، عشق ہے کامل میرا

ہے مرے باغِ سخن کے لیے تُو بادِ بہار
میرے بے تاب تخیل کو دیا تُو نے قرار
جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں
نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں
حُسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریکِ کمال
تجھ سے سرسبز ہوئے میری اُمیدوں کے نہال
قافلہ ہو گیا آسُودۂ منزل میرا

کشتیِ سیمینِ قمر: چاندی کی چاندی ایسی سفید کشتی۔نورِ خورشید: سورج کی روشنی۔طوفان: مراد تیزی۔ ہنگامِ سحر: صبح کے وقت۔آنچل: دوپٹا۔مہتاب کا ہمرنگ: چاندنی جیسے رنگ والا، سفید۔کنول: سفید رنگ کا پھول۔جلوۂ طُور: طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی جو حضرت موسیٰؑ نے دیکھی۔ یدِ بیضا: سفید ہاتھ،حضرت موسیٰؑ کا ایک معجزہ۔کلیم: مراد حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ۔موج: لہر۔نکہتِ گلزار: باغ کی خوشبو۔شمیم: خوشبو، مہک۔سیلِ محبت: محبت کی طغیانی۔ ہنگامۂ محفل: محفل کی رونق۔برق: بجلی۔حاصل: فصل، پیداوار۔اشک: آنسو۔غربت: پردیس۔شفق: آسمان پر صبح اور شام پھیلنے والی سُرخی۔ پریشانی: بکھرے ہونے کی حالت۔حیرانی: کسی چیز میں کھو جانا۔ باغِ سخن: شاعری کا باغ یعنی شاعری۔ بادِ بہار: موسمِ بہار کی (خوشگوار) ہوا۔بیتاب: بے چین۔تخیل: خیال کی قوت۔ جوہر: آئینے کی چمک دمک، خوبی۔فطرت: مزاج، پیدائش۔تحریکِ کمال: مکمل ہونے کی رغبت دلانا۔سرسبز: تروتازہ۔نہال: درخت۔آسودۂ منزل: اپنے ٹھکانے پر آرام سے پہنچ جانے والا۔

......کی گود میں بلّی دیکھ کر

تجھ کو دُزدیدہ نگاہی یہ سِکھا دی کس نے
رمز آغازِ محبت کی بتا دی کس نے
ہر ادا سے تری پیدا ہے محبت کیسی
نیلی آنکھوں سے ٹپکتی ہے ذکاوت کیسی
دیکھتی ہے کبھی ان کو، کبھی شرماتی ہے
کبھی اُٹھتی ہے، کبھی لیٹ کے سو جاتی ہے
آنکھ تیری صفَتِ آئنہ حیران ہے کیا
نورِ آگاہی سے روشن تری پہچان ہے کیا
مارتی ہے انھیں پونچھوں سے، عجب ناز ہے یہ
چھیڑ ہے، غصہ ہے یا پیار کا انداز ہے یہ؟
شوخ تُو ہوگی تو گودی سے اُتاریں گے تجھے
گِر گیا پھول جو سینے کا تو ماریں گے تجھے

کیا تجسّس ہے تجھے، کس کی تمنّائی ہے
آہ! کیا تُو بھی اسی چیز کی سَودائی ہے

خاص انسان سے کچھ حُسن کا احساس نہیں
صورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں

شیشۂ دہر میں مانندِ مےَ ناب ہے عشق
رُوحِ خورشید ہے، خونِ رگِ مہتاب ہے عشق

دلِ ہر ذرّہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی
نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

کہیں سامانِ مسرّت، کہیں سازِ غم ہے
کہیں گوہر ہے، کہیں اشک، کہیں شبنم ہے

دُزدیدہ نگاہی: انکھیوں سے دیکھنے کی کیفیت۔ رمز: بھید۔ آغاز: شروع۔ ادا: انداز، ناز۔ ذکاوت: ذہن کی تیزی، ذہانت۔ چمکنا: مراد ظاہر ہونا۔ صفتِ آئنہ: آئینے کی طرح۔ نورِ آگاہی: باخبری کی روشنی۔ عجب ناز: حیران کرنے والی ادا۔ شوخ: شریر۔ تجسّس: کھوج، تلاش۔ تمنّائی: خواہش رکھنے والی۔ سودائی: شیدائی، دیوانی۔ احساس: محسوس کرنے کی حالت۔ صورتِ دل: دل کی طرح۔ باطن: اندر، ضمیر۔ مکیں: رہنے والا۔ شیشۂ دہر: زمانے کی صراحی، زمانہ۔ مےَ ناب: خالص شراب۔ خورشید: سورج۔ رگِ مہتاب: چاند کی لَس/لاشعا۔ پوشیدہ: چھپی ہوئی۔ کسک: ٹیس، درد۔ جھلک: چمک۔ سامانِ مسرّت: خوشی کا سبب۔ سازِ غم: دکھ کا سامان۔ گوہر: موتی۔ اشک: آنسو۔ شبنم: اوس۔

کلی

جب دِکھاتی ہے سحر عارضِ رنگیں اپنا
کھول دیتی ہے کلی سینۂ زرّیں اپنا
جلوہ آشام ہے یہ صبح کے مے خانے میں
زندگی اس کی ہے خورشید کے پیمانے میں
سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے
مرے خورشید! کبھی تُو بھی اُٹھا اپنی نقاب
بہرِ نظّارہ تڑپتی ہے نگاہِ بے تاب
تیرے جلوے کا نشیمن ہو مرے سینے میں
عکس آباد ہو تیرا مرے آئینے میں
زندگی ہو ترا نظّارہ مرے دل کے لیے
روشنی ہو تری گہوارہ مرے دل کے لیے

ذرّہ ذرّہ ہو مرا پھر طرَب اندوزِ حیات
ہو عیاں جوہرِ اندیشہ میں پھر سوزِ حیات
اپنے خورشید کا نظّارہ کروں دُور سے میں
صفَتِ غُنچہ ہم آغوش رہوں نور سے میں
جانِ مُضطر کی حقیقت کو نمایاں کر دوں
دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی عُریاں کر دوں

سحر: صبح۔ عارض: گال، چہرہ۔ سینۂ زرّیں: سنہری سینہ۔ سینہ کھولنا: مراد کھلنا۔ جلوہ آشام: جلوے کی خواہش مند۔ خورشید، مہر: سورج۔ پیمانہ: پیالہ۔ دل چیر کے رکھ دینا: مراد کلی کا کھلنا۔ سینہ شگافی: سینے کا پھٹنا، مراد کھلنے کا عمل۔ خورشید: مراد محبوب۔ بہرِ نظارہ: دیکھنے کے لیے۔ نشیمن: گھونسلا، ٹھکانا۔ آباد ہونا: مراد پڑنا۔ زندگی ہونا: مراد قوت / طاقت کا باعث ہونا۔ گہوارہ: پنگوڑا۔ طرب اندوزِ حیات: زندگی کی خوشیاں حاصل کرنے والا۔ جوہرِ اندیشہ: غور و فکر کی اصل / جڑ۔ سوزِ حیات: زندگی کی تپش / حرارت۔ صفتِ غنچہ: کلی کی طرح۔ ہم آغوش: مراد ساتھ مل کر رہنے والا۔ جانِ مضطر: بے چین روح۔ حقیقت: اصلیت، کیفیت۔ عُریاں: ننگے مراد ظاہر۔

چاند اور تارے

ڈرتے ڈرتے دمِ سحر سے
تارے کہنے لگے قمر سے

نظّارے رہے وہی فلک پر
ہم تھک بھی گئے چمک چمک کر

کام اپنا ہے صبح و شام چلنا
چلنا، چلنا، مدام چلنا

بے تاب ہے اس جہاں کی ہر شے
کہتے ہیں جسے سکوں، نہیں ہے

رہتے ہیں ستم کشِ سفر سب
تارے، انساں، شجر، حجر سب

ہوگا کبھی ختم یہ سفر کیا
منزل کبھی آئے گی نظر کیا

کہنے لگا چاند، ہم نشینو
اے مزرعِ شب کے خوشہ چینو!

جنبش سے ہے زندگی جہاں کی
یہ رسم قدیم ہے یہاں کی

ہے دوڑتا اشہبِ زمانہ
کھا کھا کے طلب کا تازیانہ

اس رہ میں مقام بے محل ہے
پوشیدہ قرار میں اجل ہے

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا، کچل گئے ہیں

انجام ہے اس خرام کا حُسن
آغاز ہے عشق، انتہا حُسن

دمِ سحر: صبح کی پھونک۔ فلک: آسمان۔ مدام: ہمیشہ۔ ستم کشِ سفر: چلتے رہنے کی سختیاں سہنے والے۔ شجر: درخت۔ حجر: پتھر۔ ہم نشینو: جمع ہم نشین، ساتھیو۔ مزرعِ شب: رات کی کھیتی/فصل۔ خوشہ چینو: جمع خوشہ چین، فصل کٹنے کے بعد گرے ہوئے دانے وغیرہ اٹھانے والے/والو۔ جنبش: حرکت۔ رسمِ قدیم: پرانا دستور/طور طریقہ۔ اشہب: گھوڑا۔ طلب: خواہش، تمنا۔ تازیانہ: چابک۔ مقام: ٹھہرنا، رکنا۔ بے محل: بے موقع/وقت۔ قرار: ٹھہراؤ۔ اجل: موت۔ چلنے والے: مراد حرکت میں رہنے/عمل کرنے والے۔ نکل جانا: بڑھ جانا۔ خرام: ٹہلنا، چلنا۔ آغاز: شروع۔ انتہا: اخیر، انجام

وِصال

جستجو جس گُل کی تڑپاتی تھی اے بُلبل مجھے
خوبیِ قسمت سے آخر مِل گیا وہ گُل مجھے
خود تڑپتا تھا، چمن والوں کو تڑپاتا تھا میں
تجھ کو جب رنگیں نوا پاتا تھا، شرماتا تھا میں
میرے پہلو میں دلِ مضطر نہ تھا، سیماب تھا
ارتکابِ جُرمِ اُلفت کے لیے بے تاب تھا
نامرادی محفلِ گُل میں مری مشہور تھی
صبح میری آئنہ دارِ شبِ دیجور تھی

از نفَس در سینۂ خوں گشتہ نشتر داشتم
☆
زیرِ خاموشی نہاں غوغاے محشر داشتم

اب تاثّر کے جہاں میں وہ پریشانی نہیں
اہلِ گلشن پر گراں میری غزل خوانی نہیں

عشق کی گرمی سے شعلے بن گئے چھالے مرے
کھیلتے ہیں بجلیوں کے ساتھ اب نالے مرے

غازۂ اُلفت سے یہ خاکِ سیہ آئینہ ہے
اور آئینے میں عکسِ ہمدمِ دیرینہ ہے

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی
دل کے لُٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی

ضَو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے
چاندنی جس کے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

یک نظر کردی و آدابِ فنا آموختی ☆☆
اے خنک روزے کہ خاشاکِ مرا وا سوختی

وصال: دو محبت کرنے والوں کی ملاقات۔ خوبیٔ قسمت: مراد خوش قسمتی۔ گُل: پھول۔ رنگیں نوا: پُر سوز نغمہ الاپنے والا۔ پہلو: مراد سینہ۔ دلِ مضطر: بے چین دل۔ سیماب: پارہ، وہ دھات جو ہلتی رہتی ہے۔ ارتکابِ جُرم: قصور/ گناہ کرنا۔ اُلفت: محبت۔ نامرادی: بے نصیب ہونا، محرومی۔ آئینہ دار: عیب یا خوبی ظاہر کرنے والا۔ شبِ دیجور: کالی اور لمبی رات۔

☆ میرے خون شدہ سینے میں سانس، نشتر کی طرح چل رہا تھا۔ میری خاموشی کے نیچے قیامت کا شور برپا تھا

☆☆ اے محبوب! تو نے ایک نظر ڈالی اور مجھے فنا ہونے کے طور طریقے سکھا دیے۔ وہ دن بڑا مبارک دن تھا جب تو نے میری گھاس پھوس کو جلا ڈالا تھا۔

سُلیمیٰ

جس کی نمود دیکھی چشمِ ستارہ بیں نے
خورشید میں، قمر میں، تاروں کی انجمن میں

صُوفی نے جس کو دل کے ظلمت کدے میں پایا
شاعر نے جس کو دیکھا قُدرت کے بانکپن میں

جس کی چمک ہے پیدا، جس کی مہک ہویدا
شبنم کے موتیوں میں، پھُولوں کے پیرہن میں

صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر
ہنگامہ جس کے دَم سے کاشانۂ چمن میں

ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا
آنکھوں میں ہے سُلیمیٰ! تیری کمال اس کا

سلیمیٰ: غالباً کوئی محبوبہ مراد ہے۔ نمود: ظاہر ہونے کی حالت۔ ستارہ بیں: ستاروں کو دیکھنے والا، نجومی۔ قمر: چاند۔ جس کو: مراد محبوبِ حقیقی (خدا) کو۔ ظلمت کدہ: تاریک/اندھیر اگھر۔ بانکپن: بانکا البیلا ہونا۔ پیدا: ظاہر۔ مہک: خوشبو۔ ہویدا: ظاہر۔ شبنم: اوس۔ پیرہن: لباس۔ بسانا: آباد کرنا۔ سکوت: خاموشی۔ ہنگامہ: رونق۔ کاشانہ: گھر۔ دَم: مراد وجہ۔ نمایاں: ظاہر۔ جمال: حُسن۔ کمال: مکمل ہونے کی حالت، مہارت۔

عاشقِ ہرجائی

(۱)

ہے عجب مجموعۂ اضداد اے اقبالؔ تُو
رونقِ ہنگامۂ محفل بھی ہے، تنہا بھی ہے

تیرے ہنگاموں سے اے دیوانۂ رنگیں نوا!
زینتِ گلشن بھی ہے، آرائشِ صحرا بھی ہے

ہم نشیں تاروں کا ہے تُو رفعتِ پرواز سے
اے زمیں فرسا، قدم تیرا فلک پیما بھی ہے

عینِ شغلِ مے میں پیشانی ہے تیری سجدہ ریز
کچھ ترے مسلک میں رنگِ مشربِ مینا بھی ہے

مثلِ بُوئے گُل لباسِ رنگ سے عُریاں ہے تُو
ہے تو حکمت آفریں، لیکن تجھے سَودا بھی ہے

جانبِ منزل رواں بے نقشِ پا مانندِ موج
اور پھر اُفتادہ مثلِ ساحلِ دریا بھی ہے

حُسنِ نسوانی ہے بجلی تیری فطرت کے لیے
پھر عجب یہ ہے کہ تیرا عشق بے پروا بھی ہے

تیری ہستی کا ہے آئینِ تفنّن پر مدار
تُو کبھی ایک آستانے پر جبیں فرسا بھی ہے؟

ہے حسینوں میں وفا ناآشنا تیرا خطاب
اے تلوّن کیش! تُو مشہور بھی، رُسوا بھی ہے

لے کے آیا ہے جہاں میں عادتِ سیماب تُو
تیری بے تابی کے صدقے، ہے عجب بے تاب تُو

(۲)

عشق کی آشفتگی نے کر دیا صحرا جسے
مُشتِ خاک ایسی نہاں زیرِ قبا رکھتا ہُوں میں

ہیں ہزاروں اس کے پہلو، رنگ ہر پہلو کا اور
سینے میں ہیرا کوئی ترشا ہوا رکھتا ہُوں میں

دل نہیں شاعر کا، ہے کیفیتوں کی رستخیز
کیا خبر تجھ کو، درُونِ سینہ کیا رکھتا ہُوں میں

آرزو ہر کیفیت میں اک نئے جلوے کی ہے
مضطرب ہوں، دل سکوں نا آشنا رکھتا ہوں میں

گو حسینِ تازہ ہے ہر لحظہ مقصودِ نظر
حُسن سے مضبوط پیمانِ وفا رکھتا ہوں میں

بے نیازی سے ہے پیدا میری فطرت کا نیاز
سوز و سازِ جستجو مثلِ صبا رکھتا ہوں میں

موجبِ تسکیں تماشائے شرارِ جستہ اے
ہو نہیں سکتا کہ دل برق آشنا رکھتا ہوں میں

ہر تقاضا عشق کی فطرت کا ہو جس سے خموش
آہ! وہ کامل تجلّی مُدّعا رکھتا ہوں میں

جستجو کُل کی لیے پھرتی ہے اجزا میں مجھے
حُسن بے پایاں ہے، دردِ لادوا رکھتا ہوں میں

زندگی اُلفت کی درد انجامیوں سے ہے مری
عشق کو آزادِ دستورِ وفا رکھتا ہوں میں

سچ اگر پُوچھے تو افلاسِ تخیل ہے وفا
دل میں ہر دم اک نیا محشر بپا رکھتا ہوں میں

فیضِ ساقی شبنم آسا، ظرفِ دل دریا طلب
تشنۂ دائم ہوں آتش زیرِ پا رکھتا ہُوں میں

مجھ کو پیدا کر کے اپنا نکتہ چیں پیدا کیا
نقش ہوں، اپنے مصوّر سے گِلا رکھتا ہُوں میں

محفلِ ہستی میں جب ایسا تنک جلوہ تھا حُسن
پھر تخیّل کس لیے لا انتہا رکھتا ہُوں میں

در بیابانِ طلب پیوستہ می کوشیم ما
موجِ بحریم و شکستِ خویش بر دوشیم ما ☆

---

(۱)

ہرجائی: مراد بے وفا۔ مجموعۂ اضداد: جس میں ایک دوسرے کی مخالف عادتیں جمع ہوں۔ عجب: حیران کرنے والا۔ رونقِ ہنگامۂ محفل: محفل کے شور شرابے کی رونق۔ تنہا: دوسروں سے الگ تھلگ رہنے والا۔ دیوانہ: سودائی، عاشق۔ رنگیں نوا: دل کش شعر کہنے والا۔ رفعتِ پرواز: اُڑان کی بلندی۔ زمیں فرسا: مراد زمین پر چلنے والا۔ فلک پیما: آسمان پر چلنے والا۔ عین: مراد ایک ہی وقت۔ شغلِ مے: شراب پینے کا مشغلہ۔ سجدہ ریز: سجدے میں گرا ہوا۔ مسلک: راستہ، مذہب۔ رنگ: انداز، طریقہ۔ مشربِ مینا: شراب کی صراحی کا مذہب۔ لباسِ رنگ: مراد دکھاوا، ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ عُریاں: ننگا، لباس کے بغیر۔ حکمت آفریں: عقل و دانش کی باتیں کرنے والا، فلسفی۔ رواں: چلنے / بہنے والا۔ بے نقشِ پا: پاؤں کے نشانوں کے بغیر۔ مانندِ موج: لہر کی طرح۔ اُفتادہ: گرا ہوا۔ ساحلِ دریا: سمندر کا کنارہ۔ حُسنِ نسوانی: عورت کی خوبصورتی۔ بجلی: مراد آفت۔ فطرت: طبیعت۔ عجب: حیرانی کی بات۔ بے پروا: پروا نہ کرنے والا۔ ہستی: زندگی۔ آئینِ تفنّن: ہنسی مذاق / دل لگی کا دستور۔ مدار: انحصار۔ آستانہ: چوکھٹ۔ جبیں فرسا: ماتھا رگڑنے والا۔ وفا نا آشنا: وفا سے ناواقف / بے خبر۔ خطاب: وہ خاص نام جس سے کسی کو بلایا جائے۔ تلوّن کیش: جس کا مزاج بدلتا رہے، عادت۔ سیماب: پارے کی طرح بے چین

طبیعت۔صدقے: واری،قربان۔

(۲)

آشفتگی: بکھرے ہونے کی حالت، دیوانگی۔مشتِ خاک: مراد دل۔قبا: ایک خاص قسم کا لمبا اور کھلا لباس۔پہلو: مراد انداز۔رنگ: کیفیت۔اَور: دوسری، الگ۔کیفیتوں: جمع کیفیت، حالتوں۔رستخیز: قیامت۔درُونِ سینہ: دل کے اندر۔مضطرب: بے چین۔سکوں نا آشنا: جسے آرام کی خبر نہ ہو، بے چین۔گو: اگرچہ۔حسینِ تازہ: نیا محبوب۔مقصودِ نظر: مراد دیکھنے کی آرزو۔پیمانِ وفا: وفا کا عہد۔نیاز: عاجزی۔سوز و سازِ جستجو: مراد عشق کی تپش اور اس کا مزہ۔مثلِ صبا: ہوا کی طرح۔موجبِ تسکین: سکون/ راحت کا باعث۔تماشائے شرارِ جستہ: کسی اُچھلتی ہوئی چنگاری کو دیکھنا۔برق آشنا: مراد حسنِ مطلق سے لگاؤ رکھنے والا۔خموش: خاموش مراد ختم یا پورا۔کامل تجلّی: مکمل دیدار۔مدعا: آرزو۔کُل: تمام، مراد خدا تعالیٰ۔اجزا: جمع جزو، حصے، مراد کائنات کی ہر مخلوق خدا کی ذات کا حصہ ہے۔بے پایاں: جس کی کوئی حد نہ ہو۔دردِ لا دوا: ایسا غم/ دکھ جس کا کوئی علاج نہ ہو۔دردِ انجامی: جس کا انجام/ اخیر غم پر ہو۔دستورِ وفا: وفا کا قاعدہ قانون۔افلاسِ تخیل: سوچ کی قوت جس منزل پر ہے اس سے آگے بڑھنے سے اس کا محروم ہونا۔بپا رکھنا: برقرار/ قائم رکھنا۔فیضِ ساقی: شراب پلانے والے کی سخاوت۔شبنم آسا: اوس جیسا۔ظرف: برتن، حوصلہ۔دریا طلب: دریا مانگنے والا۔تشنۂ دائم: ہمیشہ کا پیاسا۔آتش زیرِ پا رکھنا: بہت بے چین/ بے قرار ہونا۔نکتہ چیں: عیب ڈھونڈنے والا۔نقش: تصویر۔مُصوّر: تصویر بنانے والا، مراد خدا۔گلا: گلہ، شکایت۔محفلِ ہستی: مراد دنیا۔تنک جلوہ: مراد تھوڑی دیر تک رہنے والا۔تخیل: لفظی طور پر خیال میں لانا۔لا انتہا: جس کی کوئی حد/ اخیر نہ ہو۔

☆ خواہش/ خواہشوں کے بیابان میں ہم لگاتار کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہم سمندر کی لہر ہیں اور اپنی ٹوٹ پھوٹ (خواہشوں کا پورا نہ ہونا) اپنے کندھوں پر لیے ہوتے ہیں۔

کوششِ ناتمام

فرقتِ آفتاب میں کھاتی ہے پیچ و تاب صبح
چشمِ شفق ہے خوں فشاں اخترِ شام کے لیے

رہتی ہے قیسِ روز کو لیلیِ شام کی ہوس
اخترِ صبح مضطرب تابِ دوام کے لیے

کہتا تھا قطبِ آسماں قافلۂ نجوم سے
ہمرہو، میں ترس گیا لطفِ خرام کے لیے

سوتوں کو ندیوں کا شوق، بحر کا ندیوں کو عشق
موجۂ بحر کو تپش ماہِ تمام کے لیے

حُسنِ ازل کہ پردۂ لالہ و گل میں ہے نہاں
کہتے ہیں بے قرار ہے جلوۂ عام کے لیے

رازِ حیات پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

فرقتِ آفتاب: سورج کی جدائی۔ پیچ و تاب کھانا: بے چین ہونا۔ چشمِ شفق: آسمان کی سرخی کی آنکھ مراد خود شفق۔ خوں فشاں: خون بکھیرنے والی۔ اخترِ شام: شام کا ستارہ۔ قیسِ روز: دن کا مجنوں (قیس، مجنوں کا نام تھا)۔ لیلیِ شام: شام/ رات کی لیلیٰ۔ تابِ دوام: ہمیشہ کی چمک۔ قطبِ آسماں: آسمان کا قطب نامی ستارہ جو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ ہمرہو: جمع ہمرہ، ہمراہی، ساتھیو۔ لطفِ خرام: ٹہلنے یعنی چلنے کا مزہ۔ سوتوں: جمع سوت، پانی کے چشمے۔ موجۂ بحر: سمندر کی لہر الہریں۔ تپش: تڑپ، بے چینی۔ ماہِ تمام: پورا چاند جس سے سمندر میں اونچی لہریں اٹھتی ہیں۔ حُسنِ ازل: مراد قدرت کی خوبصورتی/ جمال۔ لالہ و گل: مراد پھول، پودے وغیرہ۔ جلوۂ عام: مراد کھلا دیدار۔ رازِ حیات: زندگی کی حقیقت۔ خضر: حضرت خضرؑ، ایک روایتی پیغمبر جنھوں نے آبِ حیات پیا۔ خجستہ گام: مبارک قدموں والا۔

نوائے غم

زندگانی ہے مری مثلِ ربابِ خاموش
جس کی ہر رنگ کے نغموں سے ہے لبریز آغوش

بربطِ کون و مکاں جس کی خموشی پہ نثار
جس کے ہر تار میں ہیں سیکڑوں نغموں کے مزار

محشرستانِ نوا کا ہے اَمیں جس کا سکوت
اور منّت کشِ ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

آہ! اُمید محبت کی بَر آئی نہ کبھی
چوٹ مضراب کی اس ساز نے کھائی نہ کبھی

مگر آتی ہے نسیمِ چمنِ طور کبھی
سمتِ گرُدوں سے ہَوائے نفَسِ حور کبھی

چھیڑ آہستہ سے دیتی ہے مرا تارِ حیات
جس سے ہوتی ہے رِہا روحِ گرفتارِ حیات

نغمۂ یاس کی دھیمی سی صدا اُٹھتی ہے
اشک کے قافلے کو بانگِ دَرا اُٹھتی ہے

جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے
میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے

امیں: امانت رکھنے والا، حفاظت کرنے والا۔ سکوت: خاموشی۔ منّت کشِ ہنگامہ: شور شرابے کا احسان اُٹھانے والا۔ اُمید بَر آنا: خواہش/ آرزو پوری ہونا۔ مضراب: چھلا جس سے ستار بجاتے ہیں۔ نسیم: صبح کی نرم ہوا۔ چمنِ طور: طور کا باغ، جہاں موسیٰؑ نے خدا کا جلوہ دیکھا۔ گردُوں: آسمان۔ ہَوائے نفَسِ حور: حور کے سانس کی ہوا۔ تار چھیڑنا: ساز بجانا۔ حیات: زندگی۔ رہا: آزاد۔ گرفتارِ حیات: زندگی میں قید۔ نغمۂ یاس: نا اُمیدی/ مایوسی کی لے۔ صدا: آواز۔ بانگِ درا: قافلے کے روانہ ہوتے وقت گھنٹی کی آواز۔ رفعت: بلندی، بڑائی۔ مذاقِ رم: مراد اُڑ جانے کا ذوق/ شوق۔

عشرتِ امروز

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیامِ عیش و سرور
نہ کھینچ نقشۂ کیفیتِ شرابِ طہور

فراقِ حور میں ہو غم سے ہمکنار نہ تُو
پری کو شیشۂ الفاظ میں اُتار نہ تُو

مجھے فریفتۂ ساقیِ جمیل نہ کر
بیانِ حور نہ کر، ذکرِ سلسبیل نہ کر

مقامِ امن ہے جنت، مجھے کلام نہیں
شباب کے لیے موزُوں ترا پیام نہیں

شباب، آہ! کہاں تک اُمیدوار رہے
وہ عیش، عیش نہیں، جس کا انتظار رہے

وہ حُسن کیا کہ جو محتاجِ چشمِ بینا ہو
نمود کے لیے منّت پذیرِ فردا ہو

عجیب چیز ہے احساس زندگانی کا
عقیدہ 'عشرتِ امروز' ہے جوانی کا

عشرت: عیش/ خوشی۔ امروز: آج۔ اجل: موت۔ عیش و سرور: سکھ چین اور خوشی۔ نقشہ کھینچنا: منظر کشی کرنا۔ شرابِ طہور: پاکیزہ شراب جو جنت میں ملے گی۔ فراق: جدائی۔ حور: حورا کی جمع، جنت کی خوبصورت عورتیں۔ ہمکنار رہونا: بغل گیر ہونا، مراد ڈوبنا (غم میں)۔ پری: قصہ کہانی کی خوبصورت عورت جو اُڑتی بھی ہے۔ شیشۂ الفاظ میں اُتارنا: لفظوں میں قابو کرنا۔ فریفتہ: دیوانہ، عاشق۔ جمیل: حسین، خوبصورت۔ بیان: ذکر۔ سلسبیل: بہشت کی ایک نہر۔ مقامِ امن: سکون اور آرام کی جگہ۔ مجھے کلام نہیں: مجھے شک/ اعتراض نہیں۔ شباب: جوانی۔ موزوں: مناسب، ٹھیک۔ اُمیدوار: تمنا رکھنے والا۔ محتاج: حاجت مند۔ چشمِ بینا: دیکھنے والی آنکھ۔ منّت پذیر: احسان اُٹھانے والا۔ فردا: آنے والا کل، مستقبل۔ احساس: کسی حس کے ذریعے معلوم کرنا۔ عقیدہ: دل میں جمایا ہوا یقین، ایمان۔

انسان

قُدرت کا عجیب یہ ستم ہے!

انسان کو راز جُو بنایا — راز اس کی نگاہ سے چُھپایا

بے تاب ہے ذوق آگہی کا — کھلتا نہیں بھید زندگی کا

حیرت آغاز و انتہا ہے

آئینے کے گھر میں اور کیا ہے

ہے گرمِ خرام موجِ دریا — دریا سُوئے بحر جادہ پیما

بادل کو ہَوا اُڑا رہی ہے — شانوں پہ اُٹھائے لا رہی ہے

تارے مستِ شرابِ تقدیر — زندانِ فلک میں پا بہ زنجیر

خورشید، وہ عابدِ سحر خیز — لانے والا پیامِ 'برخیز'

مغرب کی پہاڑیوں میں چُھپ کر — پیتا ہے مَے شفق کا ساغر

لذت گیرِ وجود ہر شے — سرمستِ مَے نمود ہر شے

کوئی نہیں غم گسارِ انساں

کیا تلخ ہے روزگارِ انساں!

عجیب ستم: انوکھا ظلم، سختی۔ راز جو: حقیقت تلاش کرنے والا۔ ذوق: شوق، لطف۔ آگہی: آگاہی، باخبری۔ گرمِ خرام: چلنے میں مصروف۔ سوئے بحر: سمندر کی طرف۔ جادہ پیما: راستہ ناپنے/ چلنے والا۔ شانوں: جمع شانہ

کندھے۔ مست: نشے میں، مدہوش۔ زندانِ فلک: آسمان کا قید خانہ۔ پا بہ زنجیر: جس کے پاؤں میں زنجیر ڈالی گئی ہو۔ خورشید: سورج۔ عابد سحر خیز: صبح سویرے اُٹھ کر عبادت کرنے والا، مراد طلوع ہونے والا۔ "سحر خیز": اُٹھ کھڑے ہو۔ مے شفق: آسمانی سُرخی کی شراب۔ لذت گیر وجود: زندگی کا لطف / مزہ اُٹھانے والی۔ سرمست: نشے میں چُور۔ مے نمود: ظاہر ہونے کی شراب۔ روزگار تلخ ہونا: وقت ناگوار ہونا۔

جلوۂ حُسن

جلوۂ حُسن کہ ہے جس سے تمنا بے تاب
پالتا ہے جسے آغوشِ تخیل میں شباب

ابدی بنتا ہے یہ عالمِ فانی جس سے
ایک افسانۂ رنگیں ہے جوانی جس سے

جو سِکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں ہونا
منظرِ عالمِ حاضر سے گُریزاں ہونا

دُور ہو جاتی ہے اِدراک کی خامی جس سے
عقل کرتی ہے تاثر کی غلامی جس سے

آہ! موجود بھی وہ حُسن کہیں ہے کہ نہیں
خاتمِ دہر میں یا رب وہ نگیں ہے کہ نہیں

تمنا: آرزو۔آغوش: گود۔شباب: جوانی۔ابدی: ہمیشہ کا۔عالَمِ فانی: فنا ہونے/مٹنے والی دنیا۔افسانۂ رنگیں: دلچسپ کہانی۔سر بہ گریباں ہونا: سوچ بچار/غور کرنا۔منظر: نظارہ۔عالَمِ حاضر: موجودہ دنیا۔گریزاں ہونا: بھاگنا، دُور ہونا۔اِدراک: عقل فہم، سمجھ۔خامی: مراد کمی، نقص۔تاثر: اثر قبول کرنا۔خاتَمِ دہر: زمانے کی انگوٹھی۔ نگیں: نگینہ۔

ایک شام

(دریائے نیکر، ہائیڈل برگ، کے کنارے)

خاموش ہے چاندنی قمر کی — شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
وادی کے نوا فروش خاموش — کُہسار کے سبز پوش خاموش
فطرت بے ہوش ہو گئی ہے — آغوش میں شب کے سوگئی ہے
کچھ ایسا سکوت کا فُسوں ہے — نیکر کا خرام بھی سکوں ہے
تاروں کا خموش کارواں ہے — یہ قافلہ بے درا رواں ہے
خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا — قُدرت ہے مُراقبے میں گویا

اے دِل! تُو بھی خموش ہوجا
آغوش میں غم کو لے کے سوجا

دریائے نیکر: جرمنی کے ایک دریا کا نام. ہائیڈل برگ: جرمنی کا مشہور شہر جس کی یونیورسٹی لائبریری میں پانچ لاکھ سے زیادہ کتب ہیں.قمر: چاند. چاندنی: روشنی.شجر: درخت. وادی: دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین.نوا فروش: مراد چہچہانے والے، پرندے. کہسار: پہاڑی جگہ. سبز پوش: مراد درخت، پودے. بیہوش: بے سُدھ.شب: رات.فُسوں: افسوں، جادو.خرام: مراد بہنا.سکوں: ٹھہراؤ، خاموشی. بے درا: گھنٹی (کی آواز) کے بغیر.رواں ہے: چل رہا ہے.کوہ: پہاڑ.دشت: جنگل.مراقبہ: مراد سوچوں میں ڈوبی ہوئی.

تنہائی

تنہائیِ شب میں ہے حزیں کیا
انجم نہیں تیرے ہم نشیں کیا؟

یہ رفعتِ آسمانِ خاموش
خوابیدہ زمیں، جہانِ خاموش

یہ چاند، یہ دشت و در، یہ کہسار
فطرت ہے تمام نسترن زار

موتی خوش رنگ، پیارے پیارے
یعنی ترے آنسوؤں کے تارے

کس شے کی تجھے ہوس ہے اے دل!
قُدرت تری ہم نفَس ہے اے دل!

حزیں: غمگین۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ رفعت: بلندی۔ خوابیدہ: سوئی ہوئی۔ دشت و در: جنگل اور بیابان۔ نسترن زار: جہاں سیوتی کے سفید پھول ہوں۔ خوش رنگ: اچھے رنگوں والے۔ شے: چیز۔ ہم نفس: ساتھی، دوست۔

پیامِ عشق

سُن اے طلب گارِ دردِ پہلو! میں ناز ہُوں، تُو نیاز ہو جا
میں غزنوی سومناتِ دل کا ہُوں تُو سراپا ایاز ہو جا

نہیں ہے وابستہ زیرِ گردُوں کمال شانِ سکندری سے
تمام ساماں ہے تیرے سینے میں، تُو بھی آئینہ ساز ہو جا

غرَض ہے پیکارِ زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا
جہاں کا فرضِ قدیم ہے تُو، ادا مثالِ نماز ہو جا

نہ ہو قناعت شعار گُل چیں! اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گُل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا

گئے وہ ایام، اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوَردِیوں کا
جہاں میں مانندِ شمعِ سوزاں میانِ محفل گداز ہو جا

وجود افراد کا مجازی ہے، ہستیِ قوم ہے حقیقی
فِدا ہو مِلّت پہ یعنی آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبالؔ آزری کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامن بتوں سے اپنا غُبارِ راہِ حجاز ہو جا

دردِ پہلو: مراد دردِ دل، عشق۔ ناز: حسن، محبوب۔ نیاز: مراد عاشق۔ غزنوی: سلطان محمود غزنوی (۹۶۷ء۔ ۱۰۳۰ء) جس نے سومنات کے بت توڑے تھے، مراد بت شکن۔ سومناتِ دل: مراد دل کا بتخانہ۔ ایاز: سلطان محمود غزنوی کا غلام جس سے انھیں محبت تھی۔ زیرِ گردوں: آسمان کے نیچے، دنیا میں۔ شانِ سکندری: سکندرِ اعظم (یونانی) کا سا عزت و مرتبہ۔ آئینہ ساز: یعنی اپنے فن میں ماہر۔ پیکارِ زندگی: زندگی کی تگ و دو/ دوڑ دھوپ۔ کمال پانا: کامل/ پورا ہونا۔ ہلال: پہلی رات کا چاند۔ جہاں: دنیا۔ فرضِ قدیم: پرانا فرض۔ مثالِ نماز: نماز کی طرح۔ قناعت شعار: تھوڑی چیز پر خوش ہونے والا۔ گُل چیں: پھول توڑنے والا۔ قائم: برقرار۔ وفورِ گُل: پھولوں کی کثرت۔ دامن دراز: لمبی جھولی والا۔ ایّام: جمع یوم، دن۔ صحرا نوردیوں: جمع صحرا نوردی، جنگلوں بیابانوں میں پھرنا۔ شمعِ سوزاں: جلتی ہوئی موم بتی۔ میانِ محفل: محفل/ بزم کے اندر۔ گداز ہو جا: پگھل جا۔ وجود: زندگی۔ مجازی: جو حقیقی نہ ہو۔ ہستیِ قوم: قوم کا وجود۔ آتش زن: آگ لگانے والا۔ طلسمِ مجاز: مجاز کا جادو۔ فرقہ ساز: فرقہ پرست۔ آزری: بت تراشنا/ گھڑنا۔ دامن بچانا: کسی بُرائی سے بچ کے رہنا۔ غبارِ راہِ حجاز ہو جا: حجاز کے راستے کی گرد بن جا، مراد حضورِ اکرمؐ کے عشق میں ڈوب جا۔

فراق

تلاشِ گوشۂ عُزلت میں پھر رہا ہُوں مَیں
یہاں پہاڑ کے دامن میں آ چھُپا ہُوں مَیں

شکستہ گیت میں چشموں کے دلبری ہے کمال
دُعائے طِفلکِ گفتار آزما کی مثال

ہے تختِ لعلِ شفَق پر جلوسِ اخترِ شام
بہشتِ دیدۂ بینا ہے حُسنِ منظرِ شام

سکوتِ شامِ جُدائی ہُوا بہانہ مجھے
کسی کی یاد نے سِکھلا دیا ترانہ مجھے

یہ کیفیت ہے مری جانِ ناشکیبا کی
مری مثال ہے طفلِ صغیرِ تنہا کی

اندھیری رات میں کرتا ہے وہ سرود آغاز
صدا کو اپنی سمجھتا ہے غیر کی آواز

یونہی میں دل کو پیامِ شکیب دیتا ہوں
شبِ فراق کو گویا فریب دیتا ہوں

گوشۂ عزلت: تنہائی کا کونا۔ دامن: وادی۔ شکستہ گیت: پانی کے پہاڑ سے ٹکرا ٹکرا کر گرنے کی آواز۔ دلبری: دل کشی، دل لبھانے کا عمل۔ کمال: بہت زیادہ۔ طفلکِ گفتار آزما: وہ معصوم بچہ جو ابھی باتیں کرنا سیکھ رہا ہو۔ مثال: طرح، مانند۔ تختِ لعلِ شفق: دن اور شام کے وقت آسمان پر پھیلنے والی سُرخی کو سُرخ تخت کہا۔ جلوس: مراد تخت پر بیٹھنا۔ اختر: ستارہ۔ بہشتِ دیدۂ بینا: ظاہری آنکھ کے لیے بہشت کی مانند۔ حسنِ منظرِ شام: شام کے وقت کا خوبصورت نظارہ۔ شامِ جدائی: محبوب سے دُوری کی شام۔ ترانہ سکھانا: گانا سکھانا۔ کیفیت: حالت۔ ناشکیبا: بے چین، بیقرار۔ طفلِ صغیر: چھوٹا معصوم بچہ۔ سرود: گانا، مراد رونا۔ غیر: کوئی دوسرا۔ پیامِ شکیب: صبر/قرار کا پیغام۔ شبِ فراق: جدائی کی رات۔ گویا: جیسے۔ فریب دینا: دھوکا دینا۔

عبدالقادر کے نام

اُٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا اُفقِ خاور پر
بزم میں شعلہ نوائی سے اُجالا کر دیں

ایک فریاد ہے مانندِ سپند اپنی بساط
اسی ہنگامے سے محفل تہ و بالا کر دیں

اہلِ محفل کو دِکھا دیں اثرِ صَیقلِ عشق
سنگِ اِمروز کو آئینۂ فردا کر دیں

جلوۂ یوسفِ گُم گشتہ دِکھا کر ان کو
تپش آمادہ تر از خونِ زُلیخا کر دیں

اس چمن کو سبق آئینِ نمُو کا دے کر
قطرۂ شبنمِ بے مایہ کو دریا کر دیں

رختِ جاں بُت کدۂ چیں سے اُٹھا لیں اپنا
سب کو محوِ رُخِ سُعدیٰ و سُلیمیٰ کر دیں

دیکھ! یثرب میں ہُوا ناقۂ لیلیٰ بیکار
قیس کو آرزوئے نَو سے شناسا کر دیں

بادہ دیرینہ ہو اور گرم ہو ایسا کہ گداز
جگرِ شیشہ و پیمانہ و مِینا کر دیں

گرم رکھتا تھا ہمیں سردیِ مغرب میں جو داغ
چیر کر سینہ اُسے وقفِ تماشا کر دیں

شمع کی طرح جییں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

''ہر چہ در دل گذرد وقفِ زباں دارد شمع
سوختن نیست خیالے کہ نہاں دارد شمع'' ☆

عبدالقادر: شیخ عبدالقادر جو اقبال کے پُرانے ساتھی تھے۔ ولادت بمقام لدھیانہ ۱۸۷۴ء۔ انھوں نے ۱۹۰۱ء میں اپنا اُردو کا مشہور رسالہ ''مخزن'' نکالا۔ وہ اُردو ادب کے محسن تھے۔ وفات ۹ فروری ۱۹۵۰ء بمقام لاہور۔ ظلمت: اندھیرا۔ اُفقِ خاور: مشرق کا آسمانی کنارہ۔ بزم: مراد ملک، عوام۔ شعلہ نوائی: دلوں میں عمل کی آگ تیز کرنے والی شاعری۔ فریاد: مراد پُرجوش شاعری۔ سپند: سیاہ دانہ: جو آگ پر پڑنے سے چٹختا ہے۔ بساط: حیثیت۔ ہنگامہ: مراد کوشش، جدوجہد۔ تہ و بالا کرنا: مراد انقلاب پیدا کر دینا۔ صیقل: پالش، زنگ صاف کرنا۔ سنگِ امروز: آج، حال کا پتھر۔ آئینۂ فردا: مستقبل کا آئینہ۔ یوسفِ گم گشتہ: کھویا ہوا یوسفؑ، مراد پُرانے صاحبِ کمال بزرگ جنھیں لوگ بھول گئے ہیں۔ تپش آمادہ تر از خونِ زلیخا: مراد پرانے بزرگوں کی پیروی کے سلسلے میں زلیخا کے خون سے بھی زیادہ بیقرار۔ آئینِ نمو: بڑھنے پھولنے کا دستور، طریقہ۔ شبنمِ بے مایہ: بے

حقیقت اوس. دریا کر دیں: مراد بے حقیقت سے عظیم بنا دیں. رختِ جاں: روح کا سامان، مراد دل و جان. بتکدۂ چیں: مراد اسلام سے ہٹ کر ہر طرح کی رائج الوقت تعلیم وغیرہ. محو: مصروف، متوجہ. رخِ سعدیٰ و سلیمیٰ: عرب کی مشہور حسیناؤں سعدیٰ و سلیمیٰ کا چہرہ، مراد عرب (اسلامی) تہذیب و معاشرت کی خوبیاں. ناقۂ لیلیٰ بیکار رہوا: مراد اونٹوں پر سفر کا سلسلہ ختم ہوا (۱۹۰۸ء میں وہاں ریل آ گئی تھی). قیس: مجنوں کا اصل نام، مراد مسلمان. آرزوئے نَو: نئی تمنا، مراد ترقی کے جدید رجحانات. بادۂ دیرینہ: پرانی شراب، مراد اسلام اور حضور اکرمؐ سے محبت کا جذبہ. گداز کرنا: پگھلا دینا. جگر شیشہ و پیانہ و مینا: مراد پوری اُمت مسلمہ کے دل. سردیِ مغرب: مراد یورپ کی زندگی جو بے کیف اور جذبۂ عشق سے خالی ہے. داغ: حضور اکرمؐ سے محبت کی تپش / گرمی. وقفِ تماشا: مراد عام و خاص اس کو دیکھ لیں. بزم گہِ عالم: مراد دنیا. دیدۂ اغیار: مراد دوسرے لوگوں کی آنکھیں.

☆ شمع (موم بتی) کے دل پر جو کچھ گزرتی ہے وہ زبان پر لے آتی ہے جلنا کوئی خیال نہیں ہے کہ شمع اسے چھپا کر رکھے۔ (یہ شعر مرزا عبدالقادر بیدل کا ہے)

صِقلیہ

(جزیرۂ سسلی)

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصرِ کُہن کو جن کی تیغِ ناصبور

مُردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قُم سے ہُوا
آدمی آزاد زنجیرِ توہّم سے ہُوا

غلغلوں سے جس کے لذّت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے؟

آہ اے سِسلی! سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تُو

زیب تیرے خال سے رُخسارِ دریا کو رہے
تیری شمعوں سے تسلّی بحرپیما کو رہے

ہو سُبک چشمِ مسافر پر ترا منظر مدام
موج رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام

تُو کبھی اُس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
حُسنِ عالَم سوز جس کا آتشِ نظّارہ تھا

نالہ کش شیراز کا بُلبل ہُوا بغداد پر
داغؔ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر

آسماں نے دولتِ غرناطہ جب برباد کی
ابنِ بدرُوں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی

غم نصیب اقبالؔ کو بخشا گیا ماتم ترا
چُن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستاں
تیرے ساحل کی خموشی میں ہے اندازِ بیاں

دردِ اپنا مجھ سے کہہ، مَیں بھی سراپا درد ہُوں
جس کی تُو منزل تھا، میں اُس کارواں کی گرد ہُوں

رنگ تصویرِ کہن میں بھر کے دِکھلا دے مجھے
قصّہ ایّامِ سلَف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے

مَیں ترا تحفہ سُوئے ہندوستاں لے جاؤں گا
خود یہاں روتا ہوں، اَوروں کو وہاں رُلواؤں گا

صقلیہ: سسلی، بحیرۂ روم کا مشہور جزیرہ جہاں مسلمانوں نے زوردار حکومت کی۔ ابھی تک اسلامی تمدن کے آثار وہاں موجود ہیں۔ ۱۰۷۱ء کے بعد نارمنوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ دیدۂ خُونناب بار: خالص خون برسانے/رونے والی آنکھ۔ تہذیبِ حجازی: مراد اسلامی تہذیب وتمدن۔ مزار: مسلمانوں کی وہاں حکومت ختم ہونے کے سبب سے مزار (دفن ہونے کی جگہ) کہا۔ ہنگامہ: رونق، چہل پہل۔ صحرانشین: مراد عرب مسلمان جو ریگستانوں میں رہا کرتے تھے۔ بازی گاہ: کھیلنے کی جگہ۔ سفینوں: جمع سفینہ، کشتیاں۔ تلواروں میں بجلیوں کے آشیانے: مراد تلواریں آسمانی بجلی کی طرح چمکدار اور فنا کرنے والی تھیں۔ جہانِ تازہ کا پیغام: مراد اسلامی تہذیب و تمدن۔ ظہور: ظاہر ہونا، مراد وہاں حکومت ہونا۔ عصرِ کہن: پرانا زمانہ، مراد اُس ملک کی اپنی تہذیب و معاشرت۔ تیغِ ناصبور: بے چین تلوار۔ مُردہ عالم: مراد جذبوں اور ولولوں سے عاری قوم۔ شورشِ ''قُم'': مراد اُن کے جوش انگیز نعرے (قُم: قرآنی آیت کا ایک لفظ۔ حضرت عیسیٰ ''اللہ کے حکم سے اُٹھ'' کہہ کر مُردے کو زندہ کرتے تھے)۔ زنجیرِ توہّم: وہم پرستی کی بیڑی یعنی وہم پرستی۔ غُلغلوں: جمع غُلغلہ، شور، بلند آواز۔ لذّت گیر: مزہ لینے والا۔ گوش: کان۔ رہنما: راستہ دکھانے والا۔ زیب: آرائش۔ خال: تِل، مراد جزیرہ۔ رُخسارِ دریا: سمندر کا گال یعنی سمندر۔ بحر پیما: سمندر/سمندروں کا سفر کرنے والا۔ سبب ہونا: مراد دل کشی کا سبب ہونا۔ مُدام: ہمیشہ۔ گہوارہ: مراد مرکز۔ اُس قوم: مراد عرب مسلمان۔ حسنِ عالم سوز: دنیا کو جلانے والا حُسن، مراد دلوں میں عشق کی آگ بھڑکانے والا حُسن۔ آتشِ نظارہ: مراد جسے دیکھ کر آنکھیں چکا چوند ہو جائیں۔ نالہ کش: مراد ماتم کرنے/رونے والا۔ شیراز کا بلبل: مراد شیخ سعدی، فارسی کا مشہور شاعر اور گلستان و بوستان کا مصنف

(۱۱۹۳ء۔۱۲۹۱ء)۔ بغداد پر: مراد خلافت عباسیہ (بغداد) کی تباہی و بربادی پر ایک دل ہلا دینے والا مرثیہ لکھا۔ داغ: مراد داغ دہلوی، اُردو کا مشہور شاعر جس نے انگریزوں کے ہاتھوں دلی کے اُجڑنے پر ''شہر آشوب'' لکھا تھا۔ جہان آباد: دلی کا پرانا نام۔ دولتِ غرناطہ: ہسپانیہ کی ایک ریاست غرناطہ کی حکومت، یہ ریاست مسلمانوں کی گذشتہ عظمت کی آخری یادگار تھی۔ یہ فتح ہوئی تو مسلمان ہسپانیہ سے ہمیشہ کے لیے نکل گئے۔ ابن بدرُوں: ایک مشہور عرب شاعر جس نے غرناطہ کی تباہی پر مرثیہ لکھا تھا (بعض کا خیال ہے یہ مرثیہ اس شاعر نے نہیں بلکہ ابو محمد عبدالمجید ابن عبدون فہری (گیارھویں تا بارھویں صدی عیسوی) نے لکھا۔ دلِ ناشاد: غمزدہ دل۔ غم نصیب: جس کے مقدر میں غم ہو۔ ماتم حرا: یعنی صقلیہ کا ماتم۔ محرم: واقف حال۔ آثار: جمع اثر، نشانیاں، مراد عمارتیں وغیرہ۔ کس کی: اس سوال کا جواب ہے مسلمانوں کی۔ ساحل: سمندر کا کنارہ۔ اندازِ بیاں: بات کرنے کا ڈھنگ۔ سراپا: پورے طور پر۔ اُس کارواں: مراد مسلمانوں کا قافلہ یعنی ان کی حکومت۔ گرد: مٹی، مراد مسلم فاتحین کا عقیدت مند۔ تصویرِ کہن: پرانی تصویر، مراد اُس دور کا نقش۔ قصہ: کہانی، مراد واقعات۔ ایامِ سلف: گزرے ہوئے دن (جب مسلمان وہاں حکمران تھے)۔ تحفہ: سوغات۔ اَوروں کو: یعنی دوسرے مسلمانوں کو۔

غزلیات

(۱)

زندگی انساں کی اک دَم کے سوا کچھ بھی نہیں
دم ہَوا کی موج ہے، رَم کے سوا کچھ بھی نہیں

گُل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر
شمع بولی، گِریۂ غم کے سوا کچھ بھی نہیں

رازِ ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کھُل گیا جس دَم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں

زائرانِ کعبہ سے اقبالؔ یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں

دَم: سانس۔ رَم: بھاگنا، بھاگ اُٹھنا۔ تبسم: مسکرانے کی حالت۔ گِریۂ غم: دکھ درد کا رونا۔ رازِ ہستی: زندگی کا بھید، یعنی زندگی کیا ہے؟ محرم: واقف حال۔ کھُل گیا: ظاہر ہو گیا۔ دم: پل، گھڑی۔ زائران: جمع زائر، زیارت کرنے والے۔ حرم: کعبہ۔ زمزم: آبِ زمزم، زمزم وہ چشمہ جو کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان، حضرت اسمٰعیلؑ کی شیر خواری کے دنوں میں، پیاس کے سبب ان کے ایڑیاں رگڑنے سے پیدا ہوا تھا، یہ چشمہ آج بھی جاری اور کعبہ کے اندر ہے جہاں سے حاجی تحفے اور تبرک کے طور پر اس کا پانی لے کر آتے ہیں۔

(۲)

الٰہی عقلِ خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سِکھا دے
اسے ہے سودائے بخیہ کاری، مجھے سرِ پیرہن نہیں ہے

مِلا محبت کا سوز مجھ کو تو بولے صبحِ ازل فرشتے
مثالِ شمعِ مزار ہے تُو، تری کوئی انجمن نہیں ہے

یہاں کہاں ہم نفَس میسّر، یہ دیس ناآشنا ہے اے دل!
وہ چیز تُو مانگتا ہے مجھ سے کہ زیرِ چرخِ کُہن نہیں ہے

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار[۳] نے بنایا
بِنا ہمارے حصارِ مِلّت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

کہاں کا آنا، کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبیٰ
نمود ہر شے میں ہے ہماری، کہیں ہمارا وطن نہیں ہے

مُدیرِ مخزن[۴] سے کوئی اقبالؔ جا کے میرا پیام کہہ دے
جو کام کچھ کر رہی ہیں قومیں، اُنھیں مذاقِ سخن نہیں ہے

خجستہ پے: مبارک قدموں والی. دیوانگی: مراد عشق کا جذبہ. بخیہ کاری: ٹانکے بھرنا، مراد دنیا کے معاملات کو ٹھیک کرنا. سرِ پیرہن: لباس کی فکر. صبحِ ازل: مراد کائنات کے وجود میں آتے وقت. شمعِ مزار: قبر پہ جلنے والی

سوم تق، مراد تنہا۔ انجمن: بزم، محفل، مراد ساتھی، دوست۔ ہم نفس: یعنی ساتھی۔ میسّر: حاصل۔ زیرِ چرخِ کہن: پرانے آسمان کے نیچے دنیا میں۔ نرالا: انوکھا، عجیب۔ عرب کا معمار: مراد حضور اکرمؐ۔ بنا: بنیاد۔ حصارِ ملت: قوم کا قلعہ، مراد ملتِ اسلامیہ۔ اتحادِ وطن: مراد جغرافیائی حدود کو وطن قرار دینا۔ مخزن: اُردو کا وہ مشہور رسالہ جو سر شیخ عبدالقادر نے لاہور سے ۱۹۰۱ء میں جاری کیا۔ مذاقِ سخن: شعر و شاعری کا شوق/چسکا۔

(۳)

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اُٹھے گا گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے، گویا مزار ہے حرفِ آرزو کا

جو موجِ دریا لگی یہ کہنے، سفر سے قائم ہے شان میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو سامان آبرو کا

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل، وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہُوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جو کا

کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنّا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے، نگار خانہ ہے آرزو کا

کھلا یہ مر کر کہ زندگی اپنی تھی طلسمِ ہوَس سراپا
جسے سمجھتے تھے جسمِ خاکی، غبار تھا کُوئے آرزو کا

اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہُوں میں
نِگہ کو نظّارے کی تمنّا ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا

چمن میں گُل چیں سے غنچہ کہتا تھا، اتنا بیدرد کیوں ہے انساں
تری نگاہوں میں ہے تبسّم شکستہ ہونا مرے سبو کا

ریاضِ ہستی کے ذرّے ذرّے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقتِ گُل کو تُو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بُو کا

تمام مضموں مرے پرانے، کلام میرا خطا سراپا
ہُنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جُو کا

سپاس شرطِ ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اک دل دیا ہے، وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا

کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تُو جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گُل سے قطرہ انسان کے لہو کا

گیا ہے تقلید کا زمانہ، مجاز رختِ سفر اُٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا

جو گھر سے اقبالؔ دور ہوں میں، تو ہوں نہ محزُوں عزیز میرے
مثالِ گوہر وطن کی فرقت کمال ہے میری آبرو کا

گفتگو کا محشر اُٹھنا: مراد انقلاب پیدا کرنے والی شاعری کا آغاز ہونا. حرفِ آرزو: تمنا کی بات. سفر: مراد چلتے رہنا. شان قائم رہنا: زندگی برقرار رہنا، زندگی کی علامت ہونا. صدف نشینی: سیپی میں رہنا. آبرو کا سامان: عزت کا باعث. قابل ہونا: اہلیت رکھنا. سروِ کنارِ جو: ندی کے کنارے اُگا ہوا سرو کا درخت. خوابیدہ: سوئی ہوئی. آرزو کا نگارخانہ: مراد مختلف اور بہت سی آرزوؤں کا گھر. کھلا: ظاہر ہُوا، پتا چلا. طلسمِ ہوس: ہوس کا جادو. جسمِ خاکی: مٹی کا بدن. کوئے آرزو: تمنا کا کوچہ / گلی. پنہاں: چھُپی ہوئی. سودا: جنون،

دیوانگی. جستجو: تلاش. گل چیں: پھول توڑنے والا. بیدرد: ظالم. تبسم: مسکراہٹ. شکستہ ہونا: ٹوٹنا. سبو: پیالہ.
ریاضِ ہستی: وجود/ زندگی کا باغ. جلوہ: روشنی. پیمان: آپس میں ملنے کا عہد. رنگ و بو: رنگ اور خوشبو. عیب
جو: دوسروں میں بُرائیاں ڈھونڈنے والا. سپاس: شکر ادا کرنا. شرطِ ادب: احترام کے لیے لازمی بات. ستم:
ظلم. فریب خوردہ: جس نے دھوکا کھایا ہو. کمالِ وحدت: مراد ساری کائنات پورے طور پر ایک وحدت کی
حالت ہے. عیاں: ظاہر. نوکِ نشتر سے چھیڑنا: مراد نشتر سے چیرنا. مجاز: مراد اشاروں کنایوں میں بات.
رختِ سفر اُٹھانا: مراد چلنے/ ختم ہونے کے لیے تیار ہونا. حقیقت: اصل بات، اصلیت. یارا: ہمت، طاقت.
محزوں: غم زدہ. مثالِ گوہر: موتی کی طرح کہ سیپی سے نکل کر قیمتی بنتا ہے. فرقت: جدائی.

(۴)

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں، سورج میں، تارے میں

بلندی آسمانوں میں، زمینوں میں تری پستی
روانی بحر میں، اُفتادگی تیری کنارے میں

شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلّم کی
چُھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے
شجر میں، پھول میں، حیواں میں، پتھر میں، ستارے میں

مجھے پھُونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے
غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہُوں، مَیں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں

سکوں نا آشنا رہنا اسے سامانِ ہستی ہے
تڑپ کس دل کی یا رب چھُپ کے آ بیٹھی ہے پارے میں

صدائے لن ترانی سُن کے اے اقبالؔ میں چُپ ہوں
تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فُرقت کے مارے میں

تیری: مراد خدا تعالیٰ کی۔ آتش: آگ۔ شرارہ: چنگاری۔ جھلک: چمک۔ ہُویدا: ظاہر۔ روانی: مراد پانی کا بہنا۔ اُفتادگی: مراد ایک جگہ پڑے رہنا۔ شریعت: اسلام کے دینی اصول اور مسئلے۔ گریباں گیر: مجرم سمجھ کر پوچھ گچھ کرنے والی۔ ذوقِ تکلم: بات چیت کرنے کا شوق۔ استعارہ: مراد اشارہ کنایہ۔ دل کا مطلب: دل کی بات۔ شجر: درخت۔ حیواں: جانور (ہر قسم کا)۔ پھُونکا ہے: جلایا ہے۔ سوز: تپش، گرمی۔ غضب کی: مراد بہت تیز۔ جنس: مال، سودا۔ خسارہ: نقصان۔ سکوں نا آشنا: آرام/ چین سے ناواقف۔ سامانِ ہستی: زندہ رہنے کا باعث۔ پارا: وہ مائع دھات جو ہر وقت ہلتی رہتی ہے۔ صدا: آواز۔ ''لن ترانی'': تو مجھے نہیں دیکھ سکتا (طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے یہ فرمایا تھا)۔ تقاضوں: جمع تقاضا، کسی بات پر اصرار کرنا۔ فرقت کا مارا: محبوب سے دُوری کا شکار۔

(۵)

یُوں تو اے بزمِ جہاں! دلکش تھے ہنگامے ترے
اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی

پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مُدّتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی

کس قدر اے مے! تجھے رسمِ حجاب آئی پسند
پردۂ انگور سے نکلی تو میناؤں میں تھی

حُسن کی تاثیر پر غالب نہ آ سکتا تھا علم
اتنی نادانی جہاں کے سارے داناؤں میں تھی

میں نے اے اقبالؔ یورپ میں اُسے ڈھونڈا عبث
بات جو ہندوستاں کے ماہ سیماؤں میں تھی

یوں تو: اگر چہ۔ بزمِ جہاں: دنیا کی محفل، یعنی دنیا۔ دل کش: دل کو بھانے والے۔ ہنگامے: جمع ہنگامہ، رونق، چہل پہل۔ تماشاؤں: جمع تماشا، نظارے۔ آسودگی: آرام سکون۔ کوئے محبت: محبت کا کوچہ / گلی۔ خاک: مراد انسان۔ مُدتوں: ایک عرصہ تک۔ آوارہ: گھومتے پھرنے والی/والا۔ حکمت: عقل، فلسفہ، دانائی۔ رسمِ حجاب: پردے کا طور طریقہ۔ پردۂ انگور: مراد انگور میں۔ میناؤں: جمع مینا، شراب کی صراحیاں۔ تاثیر: اثر ہونا۔ علم: مراد عقل و فلسفہ۔ داناؤں: جمع دانا، عقلمند، فلسفی۔ عبث: بیکار، فضول۔ ماہ سیماؤں: چاند کی سی پیشانی والیاں، مراد حسینائیں (سیماؤں جمع سیما)۔

(۶)

مثالِ پرتوِ مے طوفِ جام کرتے ہیں
یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں

خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم تری
شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

نیا جہاں کوئی اے شمع! ڈھونڈیے کہ یہاں
ستم کشِ تپشِ ناتمام کرتے ہیں

بھلی ہے ہم نفسو اِس چمن میں خاموشی
کہ خوشنواؤں کو پابندِ دام کرتے ہیں

غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی
حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں

بھلا نبھے گی تری ہم سے کیونکر اے واعظ!
کہ ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں

الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا!
کہ اک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

میں اُن کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہُوں
جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

ہرے رہو وطنِ مازنی کے میدانو!
جہاز پر سے تمھیں ہم سلام کرتے ہیں

جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبالؔ
بُلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

مثال: طرح، مانند۔ پرتوِ مے: شراب کی چمک۔ طوفِ جام: شراب کے پیالے کے اردگرد چکر کاٹنا۔ کلیم: مراد حضرت موسیٰؑ جن کا خطاب کلیم اللہ ہے۔ حَجَر: پتھر۔ ستم کش: سختی/ ظلم جھیلنے والا۔ تپشِ ناتمام: ادھوری تڑپ/ گرمی۔ بھلی: اچھی۔ ہم نفسو: ساتھیو۔ خوش نواؤں: جمع خوش نوا، دل کش آواز میں چہچہانے والے پرندے پابندِ دام: جال میں گرفتار۔ نشاط: خوشی، مسرت۔ شغل: مشغلہ، تفریح۔ حلال: جس کا کھانا پینا جائز ہو۔ بھلا: خدا جانے۔ نبھنا: ایک دوسرے کے ساتھ موافقت/ اتفاق کرنا۔ رسمِ محبت عام کرنا: محبت کے طور طریقے سب میں پھیلانا۔ سحر: جادو۔ پیرانِ خرقہ پوش: گدڑی پہننے والے بوڑھے، مراد اللہ والے۔ رام کرنا: مطیع کرنا، مرید بنالینا۔ محفلِ عشرت: عیش و نشاط کی محفل۔ کانپ جاتا ہوں: ڈر جاتا ہوں۔ پھونک کے: جلا کر۔ نام کرنا: شہرت حاصل کرنا۔ ہرے رہو: خدا کرے تروتازہ سرسبز رہو۔ مازنی: یوسف مازنی، اٹلی کا محبِّ وطن۔ عمر بھر جمہوری قدروں کو مضبوط کرنے میں مصروف رہا (پیدائش، جنوری ۱۸۰۵ء وفات ۱۸۷۲ء)۔ سلام: مراد احترام بے نماز: نماز نہ پڑھنے والا۔ دیر: مندر، بت کدہ۔ امام: نماز پڑھانے والا۔

مارچ ۱۹۰۷ء

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدارِ یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اب آشکار ہوگا

گزر گیا اب وہ دَور ساقی کہ چھُپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہان میخانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

کبھی جو آوارۂ جنوں تھے، وہ بستیوں میں پھر آبسیں گے
برہنہ پائی وہی رہے گی، مگر نیا خارزار ہوگا

سُنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر
جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا، پھر اُستوار ہوگا

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سُنا ہے یہ قُدسیوں سے مَیں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

کِیا مرا تذکرہ جو ساقی نے بادہ خواروں کی انجمن میں
تو پیرِ میخانہ سُن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے، خوار ہوگا

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہوگا

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکُشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہوگا

سفینۂ برگِ گُل بنا لے گا قافلہ مُورِ ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

چمن میں لالہ دِکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو
یہ جانتا ہے کہ اس دِکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

جو ایک تھا اے نگاہ تُو نے ہزار کر کے ہمیں دکھایا
یہی اگر کیفیت ہے تیری تو پھر کسے اعتبار ہوگا

کہا جو قُمری سے مَیں نے اک دن، یہاں کے آزاد پا بہ گِل ہیں
تو غُنچے کہنے لگے، ہمارے چمن کا یہ رازدار ہوگا

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

یہ رسمِ بزمِ فنا ہے اے دل! گناہ ہے جنبشِ نظر بھی
رہے گی کیا آبرو ہماری جو تُو یہاں بے قرار ہوگا

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفَس مرا شعلہ بار ہوگا

نہیں ہے غیر از نمود کچھ بھی جو مدعا تیری زندگی کا
تو اک نفس میں جہاں سے مٹنا تجھے مثالِ شرار ہوگا

نہ پوچھ اقبالؔ کا ٹھکانا، ابھی وہی کیفیت ہے اُس کی
کہیں سرِ رہ گزار بیٹھا ستم کشِ انتظار ہوگا

بے حجابی: عورتوں کا پردے کے بغیر ہونا. دیدار یار: محبوب کا سامنے ہونا/ نظر آنا. سکوت: خاموشی. پردہ دار: چھپانے والا. راز: بھید. آشکار: ظاہر. بادہ خوار: شراب پینے والا. میخانہ: شراب خانہ. آوارۂ جنوں: عشقِ حق کی دیوانگی میں جگہ جگہ گھومنے والے صوفیا. آبسنا: آباد ہونا، آرہنا. برہنہ پائی: ننگے پاؤں ہونا. کارزار: کانٹوں کی جگہ، مراد جدوجہد کا مقام. گوشِ منتظر: انتظار کرنے والا کان. حجاز کی خامشی: مراد اسلام کی زبانِ حال. عہد باندھا جانا: قول وقرار ہونا، مراد اسلام قبول کرنے کے موقع پر عربوں سے رحمت نازل ہونے کا وعدہ. صحرائیوں: مراد عربوں. اُستوار: پکا. رُوما: مراد روم کی مشرقی سلطنت قسطنطنیہ، جس کے عیسائی حکمران عباسی خلفا سے ڈرتے تھے. اُلٹ دینا: ختم کر دینا، مٹا دینا. قدسیوں: جمع قدسی، فرشتے. وہ شیر: مراد مسلمان مجاہد. تذکرہ: ذکر. پیرِ میخانہ: پیرِ مغاں، شراب خانہ چلانے والا. مُنہ پھٹ: صاف صاف بات کر دینے والا. دیارِ مغرب: یورپ. خدا کی بستی: دنیا. زرِ کم عیار: گھٹیا ہونا، مراد یورپ کی تہذیب ومعاشرت. خودکشی: اپنے ہاتھوں خود کو مار ڈالنا. شاخِ نازک: کمزور ٹہنی. آشیانہ: گھونسلا. ناپائدار: کمزور. سفینہ: کشتی. برگِ گل: پھول کی پتی. مُور ناتواں: کمزور چیونٹی، مراد لگاتار جدوجہد کرنے والا انسان. ہزار: مراد کتنی ہی. کشاکش: کھینچا تانی. لالہ: مشہور پھول، غالباً مراد وحدتِ قوم. داغ: مراد عشق کا زخم. دکھاوا: ظاہری بات، ریاکاری. دل جلوں: جمع دل جلا، مراد ناکام عاشق. نثار ہونا: مراد شامل ہونا. کیفیت: حالت. قُمری: فاختہ کی قسم کا ایک پرندہ. آزاد: مراد سرو کا درخت، قمری جس پر عاشق ہے. پابہ گل: جس کے پاؤں کیچڑ میں دھنسے ہوں مراد حکومت کا غلام. رازدار: بھیدوں سے واقف. بنوں: جمع بَن، جنگل، صحرا، بیاباں. بندہ: غلام. رسم: طور طریقہ. بزمِ فنا: مراد دنیا. جنبشِ نظر: نگاہ کا ہلنا. آبرو: عزت. بے قرار: بے چین. ظلمتِ شب: رات کا اندھیرا. درماندہ کارواں: پیچھے رہا ہوا قافلہ، مراد اس دور کے مسلمان جو ہر طرح سے پست زندگی گزار رہے تھے. شرر فشاں: چنگاریاں بکھیرنے والی، مراد اسلام سے محبت کا جذبہ وتپش پیدا کرنے والی. آہ: مراد پُردرد شاعری. نفس: سانس، مراد کلام. شعلہ بار: شعلے برسانے والا، مراد جذبوں کی آگ تیز کرنے والا. غیر از: کے علاوہ. نمود: ظاہر ہونے کی حالت. مُدعا: مقصد. اِک نفس میں: فوراً، بہت جلد. مٹنا: ختم ہونا. مثالِ شرار: چنگاری کی طرح. سرِ رہ گزار: مراد راستے میں. ستم کشِ انتظار: انتظار کا ظلم/ دکھ اٹھانے والا.

بانگِ درا

www.iqbalkalmati.blogspot.com
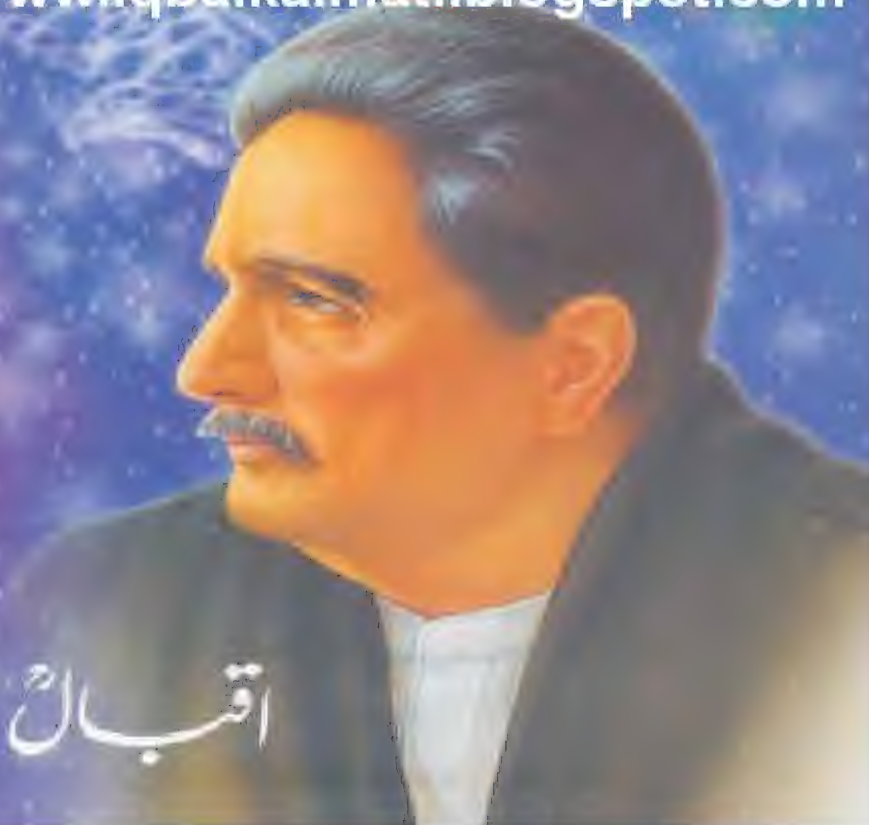
اقبالؒ

بانگِ درا

حصہ دوم

۱۹۰۸ سے ۔۔۔۔۔۔

فہرست

غزلیات

ظریفانہ

بلادِ اسلامیہ

سرزمیں دِلّی کی مسجودِ دلِ غم دیدہ ہے
ذرّے ذرّے میں لہو اَسلاف کا خوابیدہ ہے
پاک اس اُجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں
سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار
دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد
ہے زیارت گاہِ مسلم گو جہان آباد بھی
اس کرامت کا مگر حق دار ہے بغداد بھی
یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامانِ ناز
لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیبِ حجاز
خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ اِرم
جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبرؐ کے قدم

جس کے غنچے تھے چمن ساماں، وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے روما، اُن کا مدفن ہے یہی

ہے زمینِ قُرطُبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور

بجھ کے بزمِ ملّتِ بیضا پریشاں کر گئی
اور دِیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

قبر اُس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نم ناک ہے

خطۂ قُسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار
مہدیِ اُمّت کی سطوت کا نشانِ پائدار

صورتِ خاکِ حرم یہ سر زمیں بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاکؐ ہے

نکہتِ گُل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تُربتِ ایّوب انصاریؓ سے آتی ہے صدا

اے مسلماں! ملّتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر
سیکڑوں صدیوں کی کُشت وخوں کا حاصل ہے یہ شہر

وہ زمیں ہے تُو مگر اے خواب گاہِ مُصطفیؐ
دید ہے کعبے کو تیری حجِّ اکبر سے سوا

خاتمِ ہستی میں تُو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظمؒ کو مِلی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو مِلی

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے
جانشیں قیصر کے، وارث مسندِ جم کے ہوئے

ہے اگر قومیّتِ اسلام پابندِ مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی، نہ فارس ہے نہ شام

آہ یثرِب! دیس ہے مسلم کا تُو، ماوا ہے تُو
نُقطۂ جاذب تاثّر کی شعاعوں کا ہے تُو

جب تلک باقی ہے تُو دنیا میں، باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اِس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

بلادِ اسلامیہ: اسلامی ممالک/شہر۔ مسجود: جسے سجدہ کیا جائے، مراد لائق احترام۔ دلِ غم دیدہ: دُکھ بھرا دل۔ اَسلاف: جمع سلف، پرانے بزرگ۔ خوابیدہ: سویا ہوا، مراد بکھرا ہوا، اُجڑا گلستاں: تباہ شدہ باغ یعنی دلّی جو ۱۸۵۷ء میں تباہ ہوئی۔ خانقاہ: درویشوں کے رہنے کی جگہ۔ عظمتِ اسلام: اسلام کی بڑائی۔ خیر الامم: اُمتوں میں سب سے اچھی اُمت (قرآن کریم میں اُمت مسلمہ کے لیے کہا گیا "خیرُ اُمّۃ") تاجدار: بادشاہ، مراد حضرت نظام الدین اولیاؒ۔ نظمِ عالَم: دنیا کا انتظام۔ مدار: انحصار۔ گرمیِ محفل: محفل کی رونق۔ حاصل: کھیت یا باغ کی فصل/پیداوار۔ زیارت گاہ: مقدس مقام جہاں لوگ بطور عقیدت جاتے ہیں۔ بغداد: عراق کا مشہور اور بہت پرانا شہر۔ عباسی خلفا کا دار الخلافہ تھا۔ اس دَور میں وہاں علم کو خوب ترقی ہوئی۔ ۱۲۵۸ء میں منگول سردار

ہلاکو خان (چنگیز کا پوتا) نے وہاں بہت تباہی مچائی۔ قتل عام کے علاوہ کتاب خانے تک جلا دیے۔ سامانِ ناز: فخر کا باعث۔ لالۂ صحرا: مراد تہذیبِ حجاز یعنی اسلامی تمدن۔ ہمدوشِ ارم: جنت کی برابری کرنے والی۔ جانشینان: جمع جانشین، اپنے بزرگوں کی جگہ بیٹھنے والے مراد عباسی خلفا۔ چمن ساماں: باغ کی طرح تر و تازہ گلشن: باغ یعنی بغداد۔ مدفن: دفن ہونے کی جگہ۔ قرطبہ: ہسپانیہ یعنی سپین کا مشہور شہر جہاں دنیا کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد ہے۔ دیدۂ مسلم: مسلمانوں کی آنکھ۔ ظلمتِ مغرب: یورپ کی تاریکی مراد یورپ کا دورِ جہالت۔ روشن تھی: مراد وہاں علوم و فنون کا دور دورہ تھا۔ مثلِ شمعِ طور: کوہِ طور کی شمع کی طرح۔ بجھ کے: یعنی مٹ کر، تباہ ہو کر۔ بزمِ ملتِ بیضا: مراد اُمت مسلمہ کی محفل (بیضا: روشن)۔ پریشاں: منتشر، بکھری ہوئی۔ فروزاں: روشن۔ اس تہذیب: اسلامی تہذیب۔ سرزمینِ پاک: مقدس/ لائقِ احترام شہر۔ تاک: انگور کی بیل۔ تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے: مراد قرطبہ والے علوم و فنون اب یورپی ملکوں کے علوم و فنون کی زندگی کا باعث بن رہے ہیں۔ قسطنطنیہ: جو اب ترکی کا شہر اور استنبول کے نام سے مشہور ہے ۱۴۵۳ء میں ترک سلطان محمد فاتح نے فتح کیا تھا ۱۹۲۳ء تک ترکی کا پایۂ تخت رہا۔ قیصر: روم کے بادشاہوں کا لقب۔ دیار: شہر۔ مہدیٔ اُمت: مراد سلطان محمد فاتح۔ سطوت: شان و شوکت، دبدبہ۔ صورتِ خاکِ حرم: کعبہ کی سرزمین کی طرح۔ آستاں: دہلیز، درگاہ۔ مسند آرا: تخت کو زینت دینے والا۔ شہِ لولاکؐ: مراد حضور اکرمؐ۔ نکہتِ گل: پھول کی خوشبو۔ تربت: قبر، مزار۔ ایوب انصاری: حضرت ایوب انصاریؓ، نام خالد کنیت ابو ایوب۔ انھوں نے عقبہ کی گھاٹی میں حضور اکرمؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مدینہ میں حضورؐ کی میزبانی کا شرف انھی کو نصیب ہوا تھا۔ ایک جہاد پر جا رہے تھے کہ عام وبا پھیلنے کے سبب ۶۷۲ء میں فوت ہو گئے۔ کشت و خوں: قتل و غارت۔ حاصل: پیداوار، ثمرہ۔ خوابگاہ: آرام کی جگہ، مزار، روضہ۔ دید: دیکھنا۔ حجِ اکبر: بڑا حج۔ سوا بڑھ کر۔ خاتمِ ہستی: وجود/ کائنات کی انگوٹھی۔ تاباں: روشن، چمکدار۔ مانندِ نگیں: نگینے کی طرح۔ اپنی: یعنی مسلمانوں کی۔ ولادت گاہ: پیدا ہونے کی جگہ۔ شہنشاہِ معظم: بہت بڑا بادشاہ، مراد حضور اکرمؐ۔ دامن: سرپرستی۔ اماں: پناہ۔ اقوامِ عالم: دنیا کی بڑی بڑی قومیں۔ شاہنشاہِ عالم کے: دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ/ حکمران۔ نام لیوا: مراد حضورؐ کا نام مبارک لینے میں فخر کرنے والے۔ وارث: مالک۔ مسندِ جم: ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کا تخت، مراد بڑے بادشاہوں کے تخت۔ قومیت: ایک وطن/ ملک کے حوالے سے ایک قوم ہونا۔ پابند مقام: مراد جغرافیائی حدوں کی پابند۔ ہند: برصغیر/ ہندوستان۔ فارس ...... شام: مراد کوئی بھی اسلامی ملک۔ یثرب: مدینہ منورہ کا پرانا نام مسلم کا: مراد تمام مسلمانوں کا۔ ماوا: پناہ کی جگہ۔ نقطۂ جاذب: اپنی طرف کھینچنے والا مرکز۔ تاثر: مراد جذبۂ عشق۔ شعاعوں: جمع شعاع، کرنیں۔ گوہرِ شبنم: مراد اوس کے قطرے۔

ستارہ

قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجھ کو
مآلِ حُسن کی کیا مِل گئی خبر تجھ کو؟

متاعِ نور کے لُٹ جانے کا ہے ڈر تجھ کو
ہے کیا ہراسِ فنا صورتِ شرر تجھ کو؟

زمیں سے دُور دیا آسماں نے گھر تجھ کو
مثالِ ماہ اُڑھائی قبائے زر تجھ کو

غضب ہے پھر تری ننھی سی جان ڈرتی ہے!
تمام رات تری کانپتے گزرتی ہے

چمکنے والے مسافر! عجب یہ بستی ہے
جو اوج ایک کا ہے، دوسرے کی پستی ہے

اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادتِ مہر
فنا کی نیند مَے زندگی کی مستی ہے

وداعِ غنچہ میں ہے رازِ آفرینشِ گُل
عدم، عدم ہے کہ آئینہ دارِ ہستی ہے!

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

قمر: چاند۔ خطرۂ سحر: صبح کا اندیشہ/ ڈر۔ مآل: انجام۔ متاع: پونجی، دولت۔ لٹ جانا: لوٹا جانا۔ شرر: چنگاری۔ مثالِ ماہ: چاند کی طرح۔ اُڑھائی: پہنائی۔ قبائے زر: سونے کی قبا (ایک خاص قسم کا کھلا لمبا لباس)۔ غضب ہے: کتنی بُری بات ہے۔ مسافر: ستارے کو چلتے رہنے کی وجہ سے مسافر کہا۔ اوج: بلندی۔ اَجل: موت۔ ولادتِ مہر: مراد سورج کا طلوع ہونا۔ مئے زندگی: زندگی کی شراب۔ وداعِ غنچہ: مراد کلی کے کھلنے کا عمل۔ آفرینشِ گُل: مراد پھول بننا۔ عدم: فنا، نیستی۔ آئینہ دارِ ہستی: زندگی کا مظہر/ دکھانے والا۔ قدرت کا کارخانہ: مراد قدرت کا نظام۔ ثبات: قرار، ٹکے رہنا۔ تغیر: تبدیلی، بدلتے رہنے کی حالت۔

دو ستارے

آئے جو قِراں میں دو ستارے
کہنے لگا ایک، دوسرے سے
یہ وصل مدام ہو تو کیا خوب
انجامِ خرام ہو تو کیا خوب
تھوڑا سا جو مہرباں فلک ہو
ہم دونوں کی ایک ہی چمک ہو
لیکن یہ وصال کی تمنّا
پیغامِ فراق تھی سراپا
گردش تاروں کا ہے مقدر
ہر ایک کی راہ ہے مقرّر
ہے خواب ثباتِ آشنائی
آئینِ جہاں کا ہے جُدائی

قِران: دو ستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا۔ وصل: آپس میں ملنا۔ کیا خوب: بہت اچھا ہے۔ انجامِ خرام: چلنے کا خاتمہ۔ فلک: آسمان۔ سراپا: مکمل / پورے طور پر۔ ہے خواب: مراد جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ثباتِ آشنائی: دوستی کا مستقل ہونا۔

گورستانِ شاہی

آسماں، بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے
کچھ مکدّر سا جبینِ ماہ کا آئینہ ہے
چاندنی پھیکی ہے اس نظارۂ خاموش میں
صبحِ صادق سو رہی ہے رات کی آغوش میں
کس قدر اشجار کی حیرت فزا ہے خامشی
بربطِ قُدرت کی دھیمی سی نوا ہے خامشی
باطنِ ہر ذرّۂ عالم سراپا درد ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے
آہ! جولاں گاہِ عالم گیر یعنی وہ حصار
دوش پر اپنے اُٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار
زندگی سے تھا کبھی معمور، اب سنسان ہے
یہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

اپنے سُکانِ کُہن کی خاک کا دِلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثالِ پاسباں اِستادہ ہے

ابر کے روزن سے وہ بالائے بامِ آسماں
ناظرِ عالم ہے نجمِ سبز فامِ آسماں

خاک بازی وسعتِ دنیا کا ہے منظر اسے
داستاں ناکامیِ انساں کی ہے ازبر اسے

ہے ازل سے یہ مسافر سُوئے منزل جا رہا
آسماں سے انقلابوں کا تماشا دیکھتا

گو سکوں ممکن نہیں عالم میں اختر کے لیے
فاتحہ خوانی کو یہ ٹھہرا ہے دم بھر کے لیے

رنگ و آبِ زندگی سے گل بدامن ہے زمیں
سیکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں

خواب گہ شاہوں کی ہے یہ منزلِ حسرت فزا
دیدۂ عبرت! خراجِ اشکِ گلگوں کر ادا

ہے تو گورستاں مگر یہ خاک گردُوں پایہ ہے
آہ! اک برگشتہ قسمت قوم کا سرمایہ ہے

مقبروں کی شان حیرت آفریں ہے اس قدر
جنبشِ مژگاں سے ہے چشمِ تماشا کو حذر

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں
جو اُتر سکتی نہیں آئینۂ تحریر میں

سوتے ہیں خاموش، آبادی کے ہنگاموں سے دُور
مضطرب رکھتی تھی جن کو آرزوئے ناصبور

قبر کی ظلمت میں ہے اُن آفتابوں کی چمک
جن کے دروازوں پہ رہتا تھا جبیں گُستر فلک

کیا یہی ہے اُن شہنشاہوں کی عظمت کا مآل
جن کی تدبیرِ جہاں بانی سے ڈرتا تھا زوال

رعبِ فُغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری
ٹل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورش کبھی

بادشاہوں کی بھی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور
جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

شورشِ بزمِ طرَب کیا، عُود کی تقریر کیا
دردمندانِ جہاں کا نالۂ شب گیر کیا

عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا
خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا

اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویراں میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں

روح، مُشتِ خاک میں زحمت کشِ بیداد ہے

کوچہ گردِ نَے ہُوا جس دم نفَس، فریاد ہے

زندگی انساں کی ہے مانندِ مُرغِ خوش نوا

شاخ پر بیٹھا، کوئی دم چہچہایا، اُڑ گیا

آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم، کیا گئے!

زندگی کی شاخ سے پھُوٹے، کِھلے، مُرجھا گئے

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے

اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

سلسلہ ہستی کا ہے اک بحرِ ناپیدا کنار

اور اس دریائے بے پایاں کی موجیں ہیں مزار

اے ہوس! خوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار

یہ شرارے کا تبسم، یہ خسِ آتش سوار

چاند، جو صورت گرِ ہستی کا اک اعجاز ہے

پہنے سیمابی قبا محوِ خرامِ ناز ہے

چرخِ بے انجم کی دہشت ناک وسعت میں مگر

بیکسی اس کی کوئی دیکھے ذرا وقتِ سحر

اک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے، جو مہتاب تھا

آخری آنسو ٹپک جانے میں ہو جس کی فنا

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار
رنگہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار
اس زیاں خانے میں کوئی ملّتِ گردُوں وقار
رہ نہیں سکتی ابد تک بارِ دوشِ روزگار
اس قدر قوموں کی بربادی سے ہے خوگر جہاں
دیکھتا بے اعتنائی سے ہے یہ منظر جہاں
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدّت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار
ہے نگینِ دہر کی زینت ہمیشہ نامِ نو
مادرِ گیتی رہی آبستنِ اقوامِ نو
ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہ گزر
چشمِ کوہِ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجوَر
مصر و بابل مٹ گئے، باقی نشاں تک بھی نہیں
دفترِ ہستی میں ان کی داستاں تک بھی نہیں
آ دبایا مہرِ ایراں کو اجل کی شام نے
عظمتِ یونان و روما لوٹ لی ایام نے
آہ! مسلم بھی زمانے سے یونہی رخصت ہوا
آسماں سے ابرِ آذاری اُٹھا، برسا، گیا

ہے رگِ گُل صبح کے اشکوں سے موتی کی لڑی
کوئی سورج کی کرن شبنم میں ہے اُلجھی ہوئی

سینۂ دریا شعاعوں کے لیے گہوارہ ہے
کس قدر پیارا لبِ جُو مہر کا نظّارہ ہے

محوِ زینت ہے صنوبر، جوئبار آئینہ ہے
غنچۂ گُل کے لیے بادِ بہار آئینہ ہے

نعرہ زن رہتی ہے کوئل باغ کے کاشانے میں
چشمِ انساں سے نہاں، پتّوں کے عُزلت خانے میں

اور بُلبل، مُطربِ رنگیں نوائے گُلِستاں
جس کے دم سے زندہ ہے گویا ہوائے گُلِستاں

عشق کے ہنگاموں کی اُڑتی ہوئی تصویر ہے
خامۂ قُدرت کی کیسی شوخ یہ تحریر ہے

باغ میں خاموش جلسے گُلِستاں زادوں کے ہیں
وادیِ کُہسار میں نعرے شباں زادوں کے ہیں

زندگی سے یہ پُرانا خاک داں معمور ہے
موت میں بھی زندگانی کی تڑپ مستور ہے

پتّیاں پھولوں کی گرتی ہیں خزاں میں اس طرح
دستِ طفلِ خُفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

اس نشاط آباد میں گو عیش بے اندازہ ہے
ایک غم، یعنی غمِ مِلّت ہمیشہ تازہ ہے

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ اُمّت بھولنے والی نہیں

اشک باری کے بہانے ہیں یہ اُجڑے بام و در
گریۂ پیہم سے بینا ہے ہماری چشمِ تر

دہر کو دیتے ہیں موتی دیدۂ گریاں کے ہم
آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طوفاں کے ہم

ہیں ابھی صدہا گُہر اس ابر کی آغوش میں
برق ابھی باقی ہے اس کے سینۂ خاموش میں

وادیِ گُل، خاکِ صحرا کو بنا سکتا ہے یہ
خواب سے اُمیدِ دہقاں کو جگا سکتا ہے یہ

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

گورستانِ شاہی: دکن میں قطب شاہی بادشاہوں کا قبرستان/مقبرہ۔ علامہ نے وہاں کی زیارت کی تھی جس کا نتیجہ یہ نظم ہے۔ خرقۂ دیرینہ: پرانی گدڑی۔ مکدر: دھندلا، میلا۔ جبینِ ماہ: چاند کی پیشانی۔ چھٹکی: ہلکی روشنی۔ صبحِ صادق: نور کا تڑکا، سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے کی روشنی۔ سو رہی ہے: مراد ابھی طلوع نہیں ہوتی۔ اشجار: جمع شجر، درخت۔ حیرت فزا: حیرانی بڑھانے والی۔ بربط: باجا۔ نوا: لے، سُر۔ ہر ذرۂ عالم: دنیا کی چھوٹی سے

چھوٹی چیز. سراپا درد: پورے طور پر تکلیف. لبِ ہستی: وجود کے ہونٹ. جولاں گاہِ عالمگیر: مراد بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے جہاں (گولکنڈہ کا مقام) ۱۶۸۷ء میں مشہور قلعہ فتح کرنے کے لیے حملہ کیا تھا. حصار: قلعہ. دوش: کندھا. معمور: آباد. سُکانِ کُہن: پرانے رہنے والے (سُکان جمع ساکن). دلدادہ: عاشق. مثالِ پاسباں: چوکیدار/ محافظ کی طرح. استادہ: ایستادہ، کھڑا. روزن: سوراخ، روشندان. بالائے بامِ آسماں: آسمان کی چھت کے اُوپر. ناظرِ عالم: دنیا کو دیکھنے والا. سبز فام: ہرے رنگ کا. خاکبازی: مراد حقیر/ معمولی سی بات. ازبر: مشر زبانی یاد. سوئے منزل: منزل کی طرف. انقلابوں: جمع انقلاب، تبدیلیاں. اختر: ستارہ فاتحہ خوانی: مُردے کو ثواب پہنچانے کے لیے سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنا. رنگ و آب: سجاوٹ/ رونق کا سامان. گُل بداماں: جھولی میں پھول لیے ہوئے. خوں گشتہ: مراد مٹی ہوئی. تہذیبوں: جمع تہذیب، مل کر زندگی گزارنے کے طور طریقے. خواب گہ: خواب گاہ، آرام کی جگہ، مدفن. حسرت فزا: افسوس بڑھانے والی. دیدۂ عبرت: تبدیلیوں/ انقلابوں سے نصیحت حاصل کرنے والی آنکھ. خراج: محصول، ٹیکس. اشکِ گلگوں: سُرخ/ خون کے آنسو. خاکِ گردوں پایہ: آسمان کے سے مرتبے والی یعنی بلند زمین. برگشتہ قسمت: جس کے نصیب پھوٹ گئے ہوں. حیرت آفریں: حیرانی پیدا کرنے والی. جنبشِ مژگاں: پلکوں کا ہلنا. چشمِ تماشا: دیکھنے والی آنکھ. حذر: بچنے کی حالت. آئینۂ تحریر میں نہ اُترنا: جس کا لکھا جانا بہت مشکل ہو. آرزوئے نامسعود: بے چین تمنا، پوری نہ ہونے والی خواہش. جبیں گستر: ماتھا رکھنے والا. تدبیرِ جہانبانی: حکومت کرنے کے انداز پر غور و فکر. رعبِ فغفوری: چین کے بادشاہوں کا دبدبہ. ٹلنا: رُکنا، دُور ہونا. غنیم: دشمن. یورش: حملہ. کشتِ عمر: زندگی کی کھیتی. جادہ: راستہ. شورشِ بزمِ طرب: عیش و نشاط کی محفل کا شور و ہنگامہ. عُود کی تقریر: مراد باجے کی تان/ سُر. نالۂ شب گیر: راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر رونا. کیا: چاہیے (کوئی بات ہو). عرصۂ پیکار: میدانِ جنگ. ہنگامۂ شمشیر: مراد تلوار کا مسلسل چلنا. سینۂ ویراں: مراد مُردہ جسم. جانِ رفتہ: گئی (نکلی) ہوئی روح. مُشتِ خاک: جسمِ انسانی. زحمت کشِ بیداد: سختی/ ظلم کی تکلیف اُٹھانے والی. کوچہ گردِ نَے: بانسری میں گھومنے والا. خوش نوا: دل کش آواز میں چہچہانے والا. ریاضِ دہر: زمانے کا باغ. کیا آئے، کیا گئے: مراد بہت تھوڑی مدت کے لیے آئے. پھوٹے: اُگے. بحرِ ناپیدا کنار: بہت وسیع سمندر. بے پایاں: جو کہیں ختم نہ ہوتا ہو، بہت وسیع. خون رونا: بہت دکھ کے ساتھ رونا. خسِ آتش سوار: آگ پر پڑا ہوا تنکا. صورت گرِ ہستی: کائنات کی تصویر بنانے والا، خالقِ کائنات. سیمابی قبا: چاندی لباس، مراد چاند کی روشنی. خرامِ ناز: ادا سے ٹہلنا. چرخِ بے انجم: ستاروں کے بغیر آسمان. بیکسی: تنہائی. مہتاب: چاند. رنگہائے رفتہ: اُڑے ہوئے رنگ، مراد وہ حالتیں جو فنا ہو چکیں. زیاں خانہ: وہ جگہ جہاں نقصان ہی نقصان ہو. گردوں وقار: آسمان کے

سے مرتبے والی۔ بارِ دوشِ روزگار: زمانے کے کندھے کا بوجھ۔ خُوگر: عادی۔ بے اعتنائی: بے پروائی۔ قرار: ٹھہراؤ۔ ذوقِ جدّت: ہر گھڑی نئی چیز کا شوق۔ ترکیبِ مزاج: مزاج کا کئی چیزوں سے بننا۔ نگینِ دہر: زمانے کا نگینہ۔ نامِ نو: نیا نام، نئی بات۔ مادرِ گیتی: زمانے کی ماں یعنی زمانہ۔ آبستن: جس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ کوہِ نور: ایک مشہور ہیرے کا نام جو کئی بادشاہوں کے تاجوں میں لگا، آخر میں ملکہ برطانیہ کے تاج کی زینت بنا۔ تاجور: بادشاہ۔ بابل: عیسیٰ سے چار ہزار سال پہلے عراق کا پایۂ تخت تھا۔ مصر: مشہور اور قدیم مملک جہاں فرعونوں نے حکومت کی۔ دفترِ ہستی: وجود/ کائنات کی کتاب۔ آ دبایا: قابو کیا، پکڑ لیا۔ مہرِ ایراں: آریامہر، مراد ایران جو قدیم میں سورج کی پرستش کرنے والا تھا اور ایرانی قوم کو عروج حاصل تھا۔ یونان و روما: دو ملک جو قدیم تہذیبوں کے سبب مشہور ہیں۔ ابرِ آذاری: موسمِ بہار کا بادل، مراد مسلمانوں کے شاندار کارنامے، فتوحات وغیرہ۔ سینۂ دریا: مراد دریا کے پانی کی سطح۔ گہوارہ: پنگوڑا، جھولا۔ لبِ جو: ندی کا کنارہ۔ محوِ زینت: خود کو سجانے میں مصروف۔ صنوبر: سرو کی قسم کا درخت جو ہمیشہ سبز رہتا ہے۔ جوئبار: ندی۔ بادِ ہوا۔ نعرہ زن: چہچہاری۔ کاشانہ: محل، گھونسلا۔ عزلت خانہ: تنہائی کی جگہ۔ مُطرب: گانے والا/ والی۔ رنگیں نوا: دل کش چہچہاہٹ والی۔ ہوائے گلستاں: باغ کی فضا۔ خامہ: قلم۔ شوخ تحریر: دل کو لبھانے والی عبارت۔ گلستاں زادہ: مراد پھول، پودے وغیرہ۔ شباں زادہ: چرواہے کا بیٹا۔ پیرِ ناخاکداں: دنیا۔ طفلِ خفتہ: سویا ہوا بچہ۔ نشاط آباد: خوشیوں کا شہر، دنیا۔ عہدِ رفتہ: مراد گزرا ہوا شاندار دور۔ اشکباری: آنسو بہانے کی حالت۔ بام و در: چھتیں اور دروازے، مراد قبرستان/ مقبرہ۔ گریۂ پیہم: مسلسل/ لگاتار رونا۔ بینا: دیکھنے والی۔ چشمِ تر: گیلی یعنی روتی آنکھ۔ دہر: زمانہ۔ موتی: مراد آنسو۔ دیدۂ گریاں: روتی ہوئی آنکھیں۔ صدہا: سیکڑوں۔ گہر: گوہر، موتی۔ آغوش: گود۔ برق: بجلی۔ وادیٔ گُل: پھولوں کا باغ یعنی سرسبز اور آباد جگہ/ مقام۔ خاکِ صحرا: تباہ شدہ/ اُجڑی ہوئی سرزمین۔ خواب: نیند دہقاں: کسان، مراد جدوجہد کرنے والا آدمی۔ ہو چکا: ختم ہو گیا ہے۔ شانِ جلالی: مراد مسلمانوں کا اپنی طاقت اور رعب و دبدبہ دکھانے کا زبردست انداز (فتوحات وغیرہ)۔ شانِ جمالی: مراد اچھے اخلاق اور پیار تا ثیر تدبّر۔ ظہور: ظاہر ہونا۔

نمودِ صبح

ہو رہی ہے زیرِ دامانِ اُفق سے آشکار
صبح یعنی دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار

پا چکا فرصت درُودِ فصلِ انجم سے سپہر
کشتِ خاور میں ہُوا ہے آفتاب آئینہ کار

آسماں نے آمدِ خورشید کی پا کر خبر
محملِ پروازِ شب باندھا سرِ دوشِ غبار

شعلۂ خورشید گویا حاصل اس کھیتی کا ہے
بوئے تھے دہقانِ گردُوں نے جو تاروں کے شرار

ہے رواں نجمِ سحر، جیسے عبادت خانے سے
سب سے پیچھے جائے کوئی عابدِ شب زندہ دار

کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی
کھینچتا ہو میان کی ظلمت سے تیغِ آب دار

مطلعِ خورشید میں مُضمَر ہے یوں مضمونِ صبح
جیسے خلوت گاہِ مینا میں شرابِ خوش گوار

ہے تہِ دامانِ بادِ اختلاط انگیزِ صبح
شورشِ ناقوس، آوازِ اذاں سے ہمکنار

جاگے کوئل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج
ہے ترنّم ریز قانونِ سحر کا تار تار

نمود: طلوع، ظاہر ہونا۔ زیر: نیچے۔ دامانِ اُفق: مراد آسمان کا دور کا کنارہ۔ آشکار: ظاہر۔ دختر: بیٹی۔ دوشیزہ: کنواری۔ لیل: رات۔ نہار: دن۔ درود: کٹائی مراد غروب۔ فصلِ انجم: ستاروں کی پیداوار۔ سپہر: آسمان۔ کشتِ خاور: مشرق کی کھیتی۔ آئینہ کار: مراد شیشے/ آئینے کی طرح روشن۔ آمدِ خورشید: سورج کا آنا/ چڑھنا۔ محمل: کجاوہ، اونٹ کا ہودہ۔ پروازِ شب: رات کا اُڑنا/ ختم ہونا۔ سر دوشِ غبار: گرد کے کندھے پر۔ دہقانِ گردُوں: آسمان کا کسان۔ شرار: چنگاریاں۔ رواں: چل رہا۔ انجمِ سحر: صبح کا ستارہ۔ عابدِ شب زندہ دار: راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والا۔ کیا: کتنا اچھا۔ سماں: منظر، نظارہ۔ میان: تلوار کا غلاف۔ ظلمت: تاریکی۔ تیغ آب دار: تیز چمکتی تلوار۔ مطلع: طلوع ہونے کی جگہ۔ مُضمر: چھپا ہوا۔ خلوت گاہ: تنہائی کی جگہ۔ مینا: شراب کی صراحی۔ خوشگوار: مزے دار۔ تہِ دامانِ بادِ اختلاط انگیز: آپس میں میل ملاپ اور محبت پیدا کرنے والی ہوا کے دامن کے نیچے۔ شورشِ ناقوس: سنکھ/ بگل کا (جو بتخانوں میں بجایا جاتا ہے) شور۔ ہمکنار: ساتھ ملا ہوا۔ کوئل کی اذاں: مراد کوئل کی چہکار۔ طائرانِ نغمہ سنج: مراد چہچہانے والے پرندے۔ ترنّم ریز: سُر یں بکھیرنے والا۔ قانونِ سحر: صبح کا باجا۔ تار تار: ہر ہر تار۔

تضمین بر شعرِ انیسی شاملو

ہمیشہ صورتِ بادِ سحر آوارہ رہتا ہوں
محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی

دلِ بیتاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجر میں
میسّر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی

ابھی نا آشنائے لب تھا حرفِ آرزو میرا
زباں ہونے کو تھی منّت پذیرِ تابِ گویائی

یہ مرقد سے صدا آئی، حرم کے رہنے والوں کو
شکایت تجھ سے ہے اے تارکِ آئینِ آبائی!

ترا اے قیس کیونکر ہوگیا سوزِ دروں ٹھنڈا
کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی اندازِ لیلائی

نہ تخمِ 'لاالہ' تیری زمینِ شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رُسوا ہے تری فطرت کی نازائی

تجھے معلوم ہے غافل کہ تیری زندگی کیا ہے
کُنِشتی ساز، معمورِ نوا ہائے کلیسائی

ہُوئی ہے تربیت آغوشِ بیت اللہ میں تیری
دلِ شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی

''وفا آموختی از ما، بکارِ دیگراں کردی
ربودی گوہرے از ما نثارِ دیگراں کردی" ☆

تضمین بر شعر: شعر پر گرہ لگانا، کسی دوسرے شاعر کے شعر کو مضمون کی نسبت سے اپنے شعروں میں کھپانا۔ انیسی شاملو: مشہور شاعر، ایران سے برصغیر آیا اور ایک عرصہ تک عبدالرحیم خان خاناں کے دربار سے وابستہ رہا۔ ۱۰۱۴ھ بمقام براہ پور فوت ہوا۔ صورتِ بادِ سحر: صبح کی ہوا کی طرح۔ خوشتر: زیادہ اچھی۔ جادہ پیمائی: مراد سفر میں رہنا۔ دیار: شہر۔ پیرِ سنجرؒ: مراد مشہور ولی اللہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (وفات ۶۳۲ھ) مزار اجمیر میں ہے۔ درماں: علاج، دوا۔ دردِ ناشکیبائی: بے صبری کا دُکھ۔ نا آشنائے لب: یعنی ہونٹوں پر نہیں آیا تھا۔ حرفِ آرزو: خواہش / تمنا کی بات۔ منّت پذیر: احسان اُٹھانے والی۔ تابِ گویائی: بولنے کی طاقت۔ حرم کے رہنے والے: مراد مسلمان۔ تارک: چھوڑنے والا۔ آئینِ آبائی: اپنے بزرگوں کا دستور۔ قیس: مجنوں کا نام، مراد عاشق۔ سوزِ دروں: دل کی تپش، جذبۂ عشق۔ لیلیٰ: مجنوں کی محبوبہ، مراد محبوب۔ لیلائی: محبوب ہونے کی کیفیت۔ تخم: بیج۔ ''لا اِلٰہ'': مراد اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زمینِ شور: بنجر زمین جس میں کچھ نہ اُگتا ہو۔ پھوٹا: اُگا۔ رُسوا: ذلیل۔ فطرت: مزاج، طبیعت۔ نازائی: بانجھ پن۔ غافل: بے خبر، سستی کا مارا۔ کُنِشتی ساز: مراد غیر مسلموں کے سے عمل۔ معمور: آباد، مراد جس میں ہیں۔ نوا ہائے کلیسائی: عیسائیت کے نغمے، مراد عیسائیوں کے سے طور طریقے۔ آغوش: گود۔ بیت اللہ: خدا کا گھر، مراد اسلامی ماحول۔ دلِ شوریدہ: سودائی / دیوانہ دل۔ صنم خانہ: بتوں کا گھر، مراد غیر مسلموں کے سے رویے / طور طریقے۔ سودائی: دیوانہ، عاشق۔

☆ وفا کرنے کا انداز تو نے ہم سے سیکھا لیکن اسے تو دوسروں کے کام لایا، گویا تو نے ہمارا ایک موتی اُڑا لیا اور دوسروں پر وار دیا۔

فلسفۂ غم

(میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور کے نام)

گو سراپا کیفِ عشرت ہے شرابِ زندگی
اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی
موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
ہے 'الم' کا سُورہ بھی جُزوِ کتابِ زندگی
ایک بھی پتّی اگر کم ہو تو وہ گُل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بُلبل، وہ بُلبل ہی نہیں

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں
نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فُغاں
دیدۂ بینا میں داغِ غم چراغِ سینہ ہے
روح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے
حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینۂ دل کے لیے گردِ ملال

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے
طائرِ دل کے لیے غم شہپرِ پرواز ہے
راز ہے انساں کا دل، غم انکشافِ راز ہے

غم نہیں غم، رُوح کا اک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

شام جس کی آشنائے نالۂ 'یا رب' نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں
جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا
جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا
ہاتھ جس گل چیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے
کلفتِ غم گرچہ اُس کے روز و شب سے دُور ہے
زندگی کا راز اُس کی آنکھ سے مستور ہے

اے کہ نظمِ دہر کا اِدراک ہے حاصل تجھے
کیوں نہ آساں ہو غم و اَندوہ کی منزل تجھے

ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق
عقلِ انسانی ہے فانی، زندۂ جاوید عشق

عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے
عشق سوزِ زندگی ہے، تا ابد پائندہ ہے
رخصتِ محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر
جوشِ اُلفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر
عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
رُوح میں غم بن کے رہتا ہے، مگر جاتا نہیں

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

آتی ہے ندی جبینِ کوہ سے گاتی ہوئی
آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی
آئنہ روشن ہے اُس کا صورتِ رُخسارِ حور
گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چُور
نہر جو تھی، اُس کے گوہر پیارے پیارے بن گئے
یعنی اس اُفتاد سے پانی کے تارے بن گئے
جوُئے سیمابِ رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی
مضطرب بوندوں کی اک دُنیا نمایاں ہو گئی
ہجر، ان قطروں کو لیکن وصل کی تعلیم ہے
دو قدم پر پھر وہی جُو مثلِ تارِ سیم ہے

ایک اصلیت میں ہے نہرِ روانِ زندگی
گر کے رفعت سے ہجومِ نوعِ انساں بن گئی

پستیِ عالم میں ملنے کو جُدا ہوتے ہیں ہم
عارضی فُرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُدا ہوتے نہیں

عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہو
یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو
دامنِ دل بن گیا ہو رزم گاہِ خیر و شر
راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سُوئے منزل سفر
خضرِ ہمّت ہو گیا ہو آرزو سے گوشہ گیر
فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
وادیِ ہستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو
جادہ دِکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو

مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظُلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

میاں فضل حسین: علامہ اقبال کے ہم جماعت جن کے والد کی وفات پر یہ نظم لکھی (ولادت پشاور ۱۸۷۷ء وفات لاہور ۱۹۳۶ء) پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ گو: اگرچہ۔ کیفِ عشرت: مزے اُڑانے کا

نشہ۔ سحاب: بادل۔ حباب: بلبلا۔ ''الم'': قرآن کریم کی سورۃ، نیز بمعنی رنج، دکھ۔ خزاں نا دیدہ: جس نے خزاں نہ دیکھی ہو۔ نغمۂ انسانیت: انسانیت کا ترانہ/ گیت، مراد خود انسان۔ غیر از فغاں: فریاد/ رونے کے سوا۔ دیدۂ بینا: مراد بصیرت والی نگاہ۔ داغ غم: دکھ کا زخم۔ چراغ سینہ: مراد دل کو روشن کرنے والا۔ سامانِ زینت: سجاوٹ کا باعث۔ غازہ: سرخی پاؤڈر۔ گردِ ملال: دکھ کی خاک/ مٹی۔ لطفِ خواب: نیند کا مزہ۔ مضراب: ستار بجانے کا چھلا۔ شہپر پرواز: اڑنے کے بڑے پر۔ انکشاف راز: بھید کھل جانا/ ظاہر ہو جانا۔ سرود: گیت، نغمہ۔ بربطِ ہستی: زندگی کا باجا، زندگی۔ ہم آغوش: مراد ساتھ ملا ہوا۔ نالۂ ''یا رب'': اللہ کے حضور فریاد (اے خدا)۔ جلوہ پیرا: مراد موجود۔ کوکب: ستارہ/ ستارے۔ شکست: ٹوٹ پھوٹ۔ سدا: ہمیشہ۔ شرابِ عیش و عشرت: مراد خوشیوں، مسرتوں اور مزے کی زندگی۔ گل چیں: پھول توڑنے والا۔ خار: کانٹا۔ آزار: تکلیف۔ کلفت: تکلیف۔ نظم دہر: زمانے کا انتظام/ بندوبست۔ ادراک: سمجھ، شعور۔ اندوہ: غم، رنج۔ نسخۂ دیرینہ: بہت پرانی کتاب۔ تمہید: دیباچہ، کتاب کا آغاز۔ زندۂ جاوید: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ۔ خورشید: سورج۔ شامِ اجل: موت کی شام/ رات۔ سوزِ زندگی: زندگی کی تپش/ حرارت۔ رخصت: چلے جانا، مرنا۔ جوشِ الفت: محبت کی شدت۔ بقا: باقی رہنا۔ عدم نا آشنا: ہستی/ فنا سے ناواقف۔ جبینِ کوہ: پہاڑ کا ماتھا، مراد پہاڑ کے اوپر سے۔ صورتِ رخسارِ حور: حور کے چہرے کی طرح۔ افتاد: گرنے کی حالت۔ جوئے سیماب رواں: بہتے ہوئے پارے کی ندی۔ پریشاں ہونا: بکھر جانا، منتشر ہونا۔ مثلِ تارِ سیم: چاندی کے تار کی طرح، مراد شفاف پانی والی۔ اصلیت میں: حقیقت میں، دراصل۔ نہرِ روانِ زندگی: زندگی کی بہتی ہوئی نہر۔ نوعِ انساں: مراد سب انسان۔ پستیٔ عالم: دنیا کی نچائی۔ دائم: ہمیشہ کے لیے۔ محصور: گھری/ پھنسی ہوئی۔ دامن: جھولی، پلو۔ رزم گاہ: جنگ کا میدان۔ سوئے منزل: پڑاؤ کی طرف۔ خضر: ایک روایتی ولی جو بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ گوشہ گیر: کونے/ تنہائی میں رہنے والا۔ ضمیر: باطن، دل۔ جادہ: راستہ۔ شرر: چنگاری، مراد مختصر سی چمک۔ ظلمات: جمع ظلمت، اندھیرے۔

پھول کا تحفہ عطا ہونے پر

وہ مستِ ناز جو گلشن میں جا نکلتی ہے
کلی کلی کی زباں سے دُعا نکلتی ہے

''الٰہی! پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے
کلی سے رشکِ گلِ آفتاب مجھ کو کرے''

تجھے وہ شاخ سے توڑیں! زہے نصیب ترے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ترے

اُٹھا کے صدمۂ فُرقت وِصال تک پہنچا
تری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا

مرا کنول کہ تصدّق ہیں جس پہ اہلِ نظر
مرے شباب کے گلشن کو ناز ہے جس پر

کبھی یہ پھول ہم آغوشِ مدعا نہ ہُوا
کسی کے دامنِ رنگیں سے آشنا نہ ہُوا

شگفتہ کر نہ سکے گی کبھی بہار اسے
فسردہ رکھتا ہے گُل چیں کا انتظار اسے

مستِ ناز: اپنی اداؤں/ ناز نخرے میں ڈوبی ہوئی. انتخاب کرنا: چننا. رشکِ گُلِ آفتاب: آفتاب کے پھول یعنی سورج کے لیے رشک کا باعث/ سورج سے بہتر. زہے نصیب: کیا خوش بختی کی بات ہے. رقیب: مراد دوسرے پھول. گلزار: باغ. صدمہ اُٹھانا: دُکھ جھیلنا. وصال: محبوب سے ملاقات. جوہر: خوبی. کمال: انتہا. کنول: پانی میں کھلنے والا سفید پھول. تصدق: واری، قربان. اہلِ نظر: بصیرت والے. شباب: جوانی. ہم آغوشِ مدعا: مراد مقصد/ آرزو پا لینے والا. دامنِ رنگیں: خوبصورت پلو. شگفتہ کرنا: (پھول) کھلانا.

ترانۂ ملّی

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اُس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سَو بار کرچکا ہے تُو امتحاں ہمارا
اے گلستانِ اُندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ! تُو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

اے ارضِ پاک! تیری حُرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے خُوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اقبالؔ کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

ترانۂ ملی: قومی گیت۔ سارا جہاں وطن ہونا: مراد مسلمان جغرافیائی حدوں کا قائل نہیں۔ توحید: خدا کی وحدت، صرف ایک معبود ماننا۔ مراد عقیدہ۔ سینوں میں: دلوں میں۔ نام ونشاں: مراد ہستی/وجود۔ پہلا وہ گھر خدا کا: کعبہ شریف جس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی۔ پاسباں: حفاظت کرنے والا۔ تیغوں کا سایہ: یعنی بزرگوں نے جو جہاد کیے۔ پل کر جواں ہوئے ہیں: مراد ہمارے خمیر/فطرت میں اپنے بزرگوں والا جذبۂ جہاد ہے۔ ہلال: پہلی کے چاند کو خنجر کہا۔ قومی نشاں: مراد ہندوستان کے مسلمانوں کا اسلامی نشان۔ مغرب کی وادیاں: مراد یورپ کے ملک/شہر یعنی سپین وغیرہ۔ گونجی اذاں ہماری: ہماری اذانوں کی آواز بلند ہوئی (مذکورہ ملک فتح کرکے)۔ سیلِ رواں: مراد بڑھتے ہوئے عظیم لشکر۔ وہنا: ڈرنا۔ گلستانِ اندلس: مراد اندلس یعنی ہسپانیہ/سپین جسے مسلمان مجاہدین نے پہلی صدی ہجری میں فتح کیا اور ایک مدت تک وہاں ٹھاٹھ سے حکومت کی۔ تھا تیری ڈالیوں پہ جب آشیاں ہمارا: مذکورہ حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ دجلہ: دریائے دجلہ جس کے کنارے شہر بغداد آباد ہے جو عباسی خلیفوں کے زمانے میں دارالخلافہ اور علوم وفنون وغیرہ کے لحاظ سے بہت ترقی پر تھا۔ ارضِ پاک: مراد سرزمینِ حجاز جس کی حدود میں مکہ اور مدینہ واقع ہیں۔ کٹ مرنا: جہاد میں شہید ہونا۔ ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا: مراد حجاز کی عزت وتوقیر بڑھانے کے لیے پرانے مسلمانوں نے کس قدر قربانیاں دیں۔ سالارِ کارواں: قافلے کا سربراہ، ملتِ اسلامیہ کے سالار۔ آرامِ جاں: روح کا سکون۔ بانگِ درا: قافلے کی روانگی کے وقت گھنٹی کی آواز۔ جادہ پیما: مراد جدوجہد اور عمل کے لیے سرگرم۔ کارواں: مراد ملت۔

وطنیّت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کِیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبَوی ہے
بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تُو مصطفوی ہے
نظّارۂ دیرینہ زمانے کو دِکھا دے
اے مُصطفَوی خاک میں اس بُت کو مِلا دے!

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سُنّتِ محبوبؐ الٰہی
دے تُو بھی نبوّت کی صداقت پہ گواہی

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوّت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیّتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

جم: مراد قدیم ایرانی بادشاہ جمشید، جس نے پہلی مرتبہ انگور سے شراب تیار کروائی۔ ساقی: شراب پلانے والا، مراد انگریز حکمران۔ بنا کی: بنیاد رکھی، اختیار کی۔ روش: طریقہ۔ مسلم: مراد ملتِ اسلامیہ۔ حرم: مراد مسلک، دستور۔ تہذیب کا آزر: مراد موجودہ تہذیب جو انسان کو خدا سے دور رکھتی ہے (آزر: مراد بت تراش)۔ ترشوانا: بنوانا، ڈھلوانا۔ اور: دوسرے۔ تازہ خدا: نئے نئے آقا۔ مذہب کا کفن: مراد مذہب کی موت/خاتمہ۔ غارت گر: تباہ کرنے والی۔ کاشانہ: گھر۔ دینِ نبویؐ: دینِ اسلام۔ دیس: ملک، مراد مذہب۔ مُصطفوی: مراد حضور اکرم محمد مصطفیٰؐ کا پیرو، مسلمان۔ نظارۂ دیرینہ: پرانا منظر، مراد مذہب سے اسلاف والی محبت۔ قیدِ مقامی: خاص سرزمین کو وطن قرار دینا۔ آزادِ وطن: جغرافیائی حدوں سے آزاد۔ صورتِ ماہی: مچھلی کی طرح۔ ترکِ وطن:

خاص سرزمین سے ہجرت کر جانا۔ سنت: طریقہ۔ **محبوب الٰہی**: مراد حضور اکرمؐ۔ **صداقت**: سچائی۔ **گفتار سیاست**: سیاسی بات چیت۔ **ارشاد نبوت**: مراد حضور اکرمؐ نے جو کچھ فرمایا۔ **رقابت**: دشمنی۔ **تسخیر**: قابو میں لانا، فتح کرنا۔ **مقصود تجارت**: تجارت کا مقصد، تجارت کے حوالے سے اصلی غرض۔ **قومیت اسلام**: مراد ملت سے متعلق اسلام کا نظریہ۔ **جڑ کٹنا**: تباہ ہونا، مٹنا۔

ایک حاجی مدینے کے راستے میں

قافلہ لُوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دُور
اس بیاباں یعنی بحرِ خشک کا ساحل ہے دُور

ہم سفر میرے شکارِ دشنۂ رہزن ہوئے
بچ گئے، جو ہو کے بے دِل سُوئے بیت اللہ پھرے

اُس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی!
موت کے زہراب میں پائی ہے اُس نے زندگی

خنجرِ رہزن اُسے گویا ہلالِ عید تھا
'ہائے یثرب' دل میں، لب پر نعرۂ توحید تھا

خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل
شوق کہتا ہے کہ تُو مسلم ہے، بے باکانہ چل

بے زیارت سُوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا
عاشقوں کو روزِ محشر منہ نہ دِکھلاؤں گا کیا

خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز
ہجرتِ مدفونِ یثربؐ میں یہی مخفی ہے راز

گو سلامت محملِ شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے

آہ! یہ عقلِ زیاں اندیش کیا چالاک ہے
اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے

بحرِ خشک: بیابان کو خشک سمندر کہا۔ ساحل: کنارہ یعنی آخری حد۔ دشنۂ رہزن: لٹیرے کا خنجر۔ بیدل ہونا: غم زدہ ہونا۔ سُوئے بیت اللہ: خدا کے گھر (کعبہ) کی طرف۔ پھرے: واپس ہوئے، لوٹ گئے۔ بخاری: بخارا کا رہنے والا۔ زہراب: زہر ملا پانی، شدید تلخی۔ ہلالِ عید: عید کا چاند جسے دیکھ کر بہت خوشی منائی جاتی ہے ''ہائے یثرب'': مراد مدینے کی آرزو جو پوری نہ ہوئی۔ نعرۂ توحید: اللہ اکبر۔ شوق: عشق، محبت۔ بیباکانہ: کسی خوف کے بغیر۔ بے زیارت: زیارت کے بغیر۔ دشت پیمائے حجاز: حجاز کا راستہ طے کرنے والا۔ ہجرت: اپنا شہر چھوڑ کر (دینی مصلحت کی خاطر) کسی دوسرے شہر میں آباد ہونا۔ مدفونِ یثرب: مدینے میں دفن، مراد حضور اکرمؐ کی میّتِ مبارک۔ مخفی: چھپا ہوا۔ سلامت: حفاظت۔ محملِ شامی: وہ کجاوہ جو حج کے موقع پر، ملک شام سے، غلافِ کعبہ کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ ہمراہی میں: ساتھ چلنے میں۔ جاں کاہی: جان گھلنا (خوف/ مشقت کے سبب)۔ زیاں اندیش: نقصان/ گھاٹے کا سوچنے والی۔ تاثر: مراد عشق کا جذبہ۔

قطعہ

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے مِلّت مٹا رہے ہیں

یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں

غضب ہیں یہ 'مُرشدانِ خود بیں' خدا تری قوم کو بچائے!
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزّت بنا رہے ہیں

سُنے گا اقبالؔ کون ان کو، یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پُرانی باتیں سُنا رہے ہیں!

قطعہ: ٹکڑا، مراد چند شعروں پر مشتمل نظم۔ شوریدہ: دیوانہ۔ خوابگاہ: مراد روضۂ مبارک۔ بنائے مِلّت: مِلّت کی بنیاد/ عمارت۔ زائران: جمع زائر، زیارت کرنے والے، مراد تعلیم پانے والے، سیاحت کرنے والے۔ حریمِ مغرب: مراد یورپ کی درس گاہیں اور شہر وغیرہ۔ ہزار رہبر: یعنی خواہ کتنے ہی لیڈر بن جائیں۔ غضب ہیں: مراد بڑے چالاک اور مکار ہیں۔ مُرشدانِ خود بیں: مغرور راہ نما۔ بگاڑ کر: سوچیں بدل کر، گمراہ کر کے۔ عزت بنانا: بڑے آدمی بننا، شہرت پانا۔ پرانی باتیں: مراد نیک جذبوں اور جہد و عمل کی باتیں۔

شِکوَہ

کیوں زیاں کار بنوں، سُود فراموش رہوں
فکرِ فردا نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں
نالے بلبل کے سُنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوا میں بھی کوئی گُل ہوں کہ خاموش رہوں
جُرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو
شِکوَہ اللہ سے 'خاکم بدہن' ہے مجھ کو

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
قصّۂ درد سُناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں، فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
اے خدا! شِکوۂ اربابِ وفا بھی سُن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سُن لے

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذاتِ قدیم
پھول تھا زیبِ چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم
بُوئے گُل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم

ہم کو جمعیّتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ اُمّت ترے محبوبؐ کی دیوانی تھی؟

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قُوّتِ بازوئے مسلم نے کِیا کام ترا

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی، تُورانی بھی
اہلِ چِیں چین میں، ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے، نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی، وہ بنائی کس نے

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے
سربکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لیے؟
قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی
بُت فروشی کے عوض بُت شکنی کیوں کرتی!

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہُوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سُنایا ہم نے

تُو ہی کہہ دے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا، اُس کو کِیا سَر کس نے
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے
کاٹ کر رکھ دیے کُفّار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کِیا آتشکدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کِیا تذکرۂ یزداں کو؟

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی
اور تیرے لیے زحمت کشِ پیکار ہوئی
کس کی شمشیر جہاں گیر، جہاں دار ہوئی
کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
مُنہ کے بَل گِر کے 'ھُوَ اللّٰہُ اَحَد' کہتے تھے

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفَتِ جام پھرے
کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظُلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گِلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں، تُو بھی تو دِلدار نہیں!

اُمتیں اور بھی ہیں، ان میں گُنہ گار بھی ہیں
عجز والے بھی ہیں، مستِ مئے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہُشیار بھی ہیں
سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

بُت صنم خانوں میں کہتے ہیں، مسلمان گئے
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اُونٹوں کے حُدی خوان گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
خندہ زن کُفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

یہ شکایت نہیں، ہیں اُن کے خزانے معمور
نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو مِلیں حور و قصور
اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور
اب وہ اَلطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دُنیا نایاب
تیری قُدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تُو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب
طعنِ اغیار ہے، رُسوائی ہے، ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عِوض خواری ہے؟

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا
رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا
ہم تو رخصت ہوئے، اَوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے!

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں، صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے، اپنا صِلا لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

آئے عُشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر
اب اُنھیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

دردِ لیلیٰ بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی
عشق کا دل بھی وہی، حُسن کا جادو بھی وہی
اُمتِ احمدِ مرسلؐ بھی وہی، تُو بھی وہی

پھر یہ آزردگیِ غیرِ سبب کیا معنی
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربیؐ کو چھوڑا؟
بُت گری پیشہ کِیا، بُت شکَنی کو چھوڑا؟
عشق کو، عشق کی آشفتہ سَری کو چھوڑا؟
رسمِ سَلمانؓ و اویسِ قرَنیؓ کو چھوڑا؟
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثلِ بلالِ حبَشیؓ رکھتے ہیں

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی
جادہ پیمائیِ تسلیم و رضا بھی نہ سہی
مُضطرب دل صفَتِ قبلہ نما بھی نہ سہی
اور پابندیِ آئینِ وفا بھی نہ سہی
کبھی ہم سے، کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں، تُو بھی تو ہرجائی ہے!

سرِ فاراں پہ کِیا دین کو کامل تُو نے
اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تُو نے
آتش اندوز کِیا عشق کا حاصل تُو نے
پھونک دی گرمیِ رُخسار سے محفل تُو نے
آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں، تجھے یاد نہیں؟

وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا
قیس دیوانۂ نظّارۂ محمل نہ رہا
حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا
گھر یہ اُجڑا ہے کہ تُو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی ☆
بے حجابانہ سُوئے محفلِ ما باز آئی

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جُو بیٹھے
سُنتے ہیں جام بکف نغمۂ کُوکُو بیٹھے
دُور ہنگامۂ گلزار سے یک سُو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ 'ھُو' بیٹھے

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

قومِ آوارہ عناں تاب ہے پھر سُوئے حجاز
لے اُڑا بُلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بُوئے نیاز
تُو ذرا چھیڑ تو دے، تشنۂ مضراب ہے ساز

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے
طُور مضطر ہے اُسی آگ میں جلنے کے لیے

مشکلیں اُمّتِ مرحوم کی آساں کر دے
مُورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماںؑ کر دے
جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے
ہند کے دَیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جُوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما ☆☆
می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما

بُوئے گُل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمّازِ چمن!
عہدِ گُل ختم ہُوا، ٹُوٹ گیا سازِ چمن
اُڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پردازِ چمن

ایک بُلبل ہے کہ ہے محوِ ترنّم اب تک
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

قُمریاں شاخِ صنوبر سے گُریزاں بھی ہوئیں
پتّیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
وہ پُرانی روِشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیرہنِ برگ سے عُریاں بھی ہوئیں

قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی!

لطف مرنے میں ہے باقی، نہ مزا جینے میں
کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں
کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں
اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہوں، وہ لالے ہی نہیں

چاک اس بلبلِ تنہا کی نوا سے دل ہوں
جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ وفا سے دل ہوں
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں
عجمی خُم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری!

شکوہ: گلہ۔ زیاں کار: نقصان/ گھاٹا اُٹھانے والا۔ سود فراموش: فائدہ بھلانے والا۔ فردا: آنے والا کل۔ محو: مصروف۔ غمِ دوش: گزرے ہوئے کل/ ماضی کا غم۔ نالے: فریادیں۔ ہمہ تن گوش: پوری طرح کان لگا کر سننے والا۔ ہمنوا: مرادمحفل کا ساتھی۔ جرأت آموز: دلیری سکھانے والی۔ تابِ سخن: بات کرنے کی طاقت۔ خاکم بدہن: میرے منہ میں خاک (کسی بڑی ہستی کے متعلق خلافِ ادب بات ہو جانے پر کہتے ہیں)۔ بجا: صحیح، درست۔ شیوۂ تسلیم: خدا کی رضا پر راضی ہونے کی عادت۔ سازِ خاموش: باجا جو بظاہر بج نہ رہا ہو۔ معمور: بھرا ہوا۔ لب: ہونٹ۔ اربابِ وفا: وفا نبھانے والے لوگ۔ خوگرِ حمد: تعریف کرنے کا عادی۔ ذاتِ قدیم: پرانی ہستی۔ زیبِ چمن: باغ کی سجاوٹ کا باعث۔ پریشاں: بکھرا، پھیلا۔ شمیم: خوشبو۔ صاحبِ الطافِ عمیم: عام

مہربانیوں/لطف وعنایت کا مالک۔ بوئے گُل: پھول کی خوشبو، مراد ملّتِ اسلامیہ۔ نسیم: صبح کی خوشگوار ہوا، اسلام۔ جمعیت خاطر: دلی اطمینان۔ محبوبؐ: مراد حضور اکرمؐ۔ ہم سے پہلے: مسلمانوں/اسلام سے پہلے۔ مسجود: جس کو سجدہ کیا جائے۔ پیکرِ محسوس: نظر آنے والا مادی جسم۔ اَن دیکھے: مراد تیرے وجود کو۔ منوایا۔ بسنا: رہنا۔ سلجوق: ترکوں کا ایک قبیلہ۔ تورانی: توران/ترکی کا باشندہ۔ ساسانی: قدیم ایران کا ایک حکمران خاندان۔ معمورہ: آبادی، دنیا۔ نصرانی: عیسائی۔ پَر: لیکن۔ کس نے: یعنی مسلمانوں نے۔ بگڑی ہوئی بات بنانا: ناکامی کو کامیابی میں بدلنا، مراد توحید سے ناواقف لوگوں کو توحید و اسلام کا شیفتہ (دلدادہ) بنانا۔ معرکہ آرا: مراد جہاد کرنے والے۔ شان: مرتبہ، بڑائی۔ جہاندار: بادشاہ، بڑے بڑے حکمران۔ کلمہ: مراد کلمہ توحید "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ"۔ تلواروں کی چھاؤں میں: میدانِ جنگ میں۔ تیغ زنی: تلوار چلانا، جہاد کرنا۔ سر بکف: ہتھیلی پر سر رکھے ہوئے، لڑنے مرنے پر تیار۔ بُت فروشی: مراد محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا تو پجاریوں نے اسے بہت سا مال و دولت پیش کیا تاکہ وہ بت نہ توڑے۔ اس نے جواب دیا "میں بت شکن کہلانا چاہتا ہوں بت فروش نہیں"۔ بُت شکنی: بت توڑنا۔ ٹلنا: اپنی جگہ سے ہل جانا۔ سرکش: باغی، نہ ماننے والا۔ بگڑ جانا: غصے میں آ جانا۔ تیغ: تلوار۔ دل پر نقش بٹھانا: مراد دلوں میں پورا پورا اثر جمانا۔ زیرِ خنجر: خنجر کے نیچے۔ اکھاڑنا: جھٹکا دے کر اپنی جگہ سے ہٹا دینا۔ درِ خیبر: خیبر کا دروازہ، خیبر یہودیوں کا ایک مضبوط قلعہ جس کا دروازہ بھی بیحد مضبوط تھا۔ اس کے محاصرے کے وقت حضرت علیؓ نے پوری قوت سے یہ دروازہ اکھاڑ دیا تھا۔ شہرِ قیصر کا: مراد روم، رومۃ الکبریٰ۔ سر کرنا: فتح کرنا۔ مخلوق خداوند: مراد بنائے ہوئے آقا یعنی بت۔ پیکر: جسم، ڈھانچا۔ ٹھنڈا کرنا: بجھانا، ختم کر دینا۔ آتشکدۂ ایراں: اسلام سے پہلے ایران کے لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے۔ آتشکدہ میں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی۔ (آج کل کے آتش پرست، پارسی کہلاتے ہیں)۔ یزداں: آتش پرستوں کے مطابق نیکیوں کا خدا، مراد اللّٰہ۔ زحمت کشِ پیکار: جنگ/جہاد کی تکلیفیں اٹھانے والی۔ شمشیرِ جہانگیر: دنیا کو فتح کرنے والی تلوار۔ جہاندار: دنیا پر حکومت کرنے والی۔ صنم: بت۔ "ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" وہ اللّٰہ ایک ہے۔ عینِ لڑائی: یعنی جب لڑائی زوروں پر ہو۔ قبلہ رُو: کعبے کی طرف منہ کر کے۔ زمیں بوس ہونا: سجدہ کرنا۔ قومِ حجاز: مراد مسلمان قوم/فوج۔ محمود و ایاز: مراد آقا اور غلام۔ بندہ: غلام۔ بندہ نواز: مراد آقا۔ صاحب: مالک، آقا۔ غنی: مالدار۔ سرکار: دربار، بارگاہ۔ محفلِ کون و مکاں: مراد دنیا۔ سحر: صبح۔ مئے توحید: خدا کی وحدت کی شراب، مراد توحید۔ صفتِ جام: شراب کے پیالے کی طرح۔ کوہ: پہاڑ۔ بحرِ ظلمات: اندھیروں کا سمندر، اشارہ ہے فتح افریقہ کی طرف جو عقبہ بن نافع نے ۶۸۱ء میں کی۔ گھوڑے دوڑانا: جہاد کرنا۔ صفحۂ دہر: مراد زمانہ۔ باطل: ظلم۔ نوعِ انساں: مراد تمام انسان۔ جبینوں سے بسانا: سجدے کرنا۔ وفادار: دوستی کا حق ادا کرنے والا/والے۔ دلدار: ہمدردی کرنے والا۔ عجز: عاجزی۔ مستِ مئے پندار: گھمنڈ، غرور کی شراب کے نشے میں چور۔ اغیار: جمع غیر،

مراد دوسری قومیں۔ کاشانوں: جمع کاشانہ ٹھکانے۔ برق گرنا: مراد مصیبتیں پڑنا۔ صنم خانہ: بتوں کا گھر۔ مسلمان گئے: مراد مسلمان مٹ گئے۔ نگہبان: حفاظت کرنے والا/ والے۔ منزلِ دہر: مراد زمانہ۔ حدی خوان: اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے خاص قسم کے اشعار پڑھنے والے۔ خندہ زن: ہنسی اُڑانے والا۔ کفر: کافر طاقتیں۔ پاس: لحاظ۔ معمور: بھرے ہوئے۔ قہر: غضب، دکھ۔ حور و قصور: خوبصورت عورتیں اور شاندار عمارتیں (قصور جمع قصر، محل)۔ وعدۂ حور: مراد آخرت، بہشت میں حوریں دینے کا وعدہ۔ الطاف: جمع لطف، مہربانیاں۔ مدارات: خاطر تواضع۔ نایاب: نہ ملنے والی، غائب۔ حد حساب نہ ہونا: بہت زیادہ ہونا۔ سینۂ صحرا سے: مراد ریگستان میں سے۔ حباب: پانی کا بلبلا۔ رہرو دشت: جنگل میں چلنے والا۔ سیلی زدہ: تھپیڑے کھانے والا۔ سراب: وہ چمکتی ریت جو دور سے پانی دکھائی دیتی ہے۔ طعن: طعنے، طنز۔ خواری: بے عزتی۔ خیالی: جس کا کوئی وجود نہ ہو۔ رخصت ہونا: پہلے والی قوت/ دبدبہ اور حکمرانی کا نہ رہنا۔ سنبھالی دنیا: مراد دنیا پر حکمران ہوئے۔ محفل جانا: مراد مسلمانوں کا غلام ہو جانا۔ چاہنے والے: یعنی مسلمان۔ شب کی آہیں: رات کے وقت اللہ کے حضور گڑگڑانا۔ صبح کے نالے: صبح کے وقت عبادات وغیرہ۔ صلہ: بدلہ، انعام۔ عشاق: جمع عاشق، چاہنے والے۔ وعدۂ فردا: مراد قیامت کے دن کا قول و قرار۔ رخِ زیبا: خوبصورت چہرہ۔ دردِ لیلیٰ: مراد محبوب حقیقی/ خدا کی یاد۔ قیس کا پہلو: اللہ کے عاشقوں کا دل۔ نجد: لیلیٰ کا وطن۔ دشت و جبل: صحرا اور پہاڑ۔ رمِ آہو: ہرن کا دوڑنا، اللہ کے عاشقوں کا صحراؤں میں پھرنا۔ عشق: مراد عاشق یعنی مومن۔ حُسن کا جادو: مراد اسلام کی دل کشی۔ احمدِ مرسلؐ: حضور نبی کریمؐ جنھیں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ آزردگی غیر سبب: بلا وجہ کی ناراضی۔ کیا معنی: کیا مطلب یعنی کیوں۔ شیدا: عاشق۔ چشمِ غضب: غصے کی نگاہ۔ تجھ کو چھوڑا: (سوالیہ ہے) یعنی نہیں چھوڑا۔ بت گری: بت بنانا۔ پیشہ کیا: اپنا پیشہ بنایا (؟) یعنی نہیں بنایا۔ آشفتہ سری: دیوانگی۔ سلمانؓ: حضورؐ کے بہت پیارے صحابی جو سلمان فارسیؓ کے نام سے مشہور ہیں، ایرانی تھے۔ اویس قرنیؓ: حضور اکرمؐ کے سچے عاشق۔ والدہ کے بڑھاپے کے سبب حضور اکرمؐ نے انھیں کہلا بھیجا تھا کہ اپنی والدہ کی خدمت کرو، میری ملاقات جتنا ثواب ملے گا، چنانچہ وہ حضورؐ کی زیارت سے محروم رہے اور جب انھیں غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے دانت شہید ہونے کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے سارے دانت توڑ ڈالے۔ آگ: مراد شدید جوش و جذبہ۔ بلال حبشیؓ: حضورؐ کے مشہور صحابی اور مؤذن۔ خیر: مراد مان لیا۔ جادہ پیمائی تسلیم و رضا: اللہ کی رضا پر راضی ہونے کے راستے پر چلنے کی حالت۔ قبلہ نما: ایک آلہ جس پر لگی ہوئی بڑی سی سوئی قبلے کے رخ کا پتہ دیتی ہے اسے ہاتھ سے ذرا ہلائیں تو وہ جیسے تڑپنے لگتی ہے اور رخ قطب شمالی کی طرف کر لیتی ہے۔ پابندی آئین وفا: وفا کے طور طریقوں کے پابند۔ شناسائی: دوستی، مراد ان پر مہربانی۔ ہرجائی: ہر جگہ پہنچنے والا، ہر جگہ سے تعلق رکھنے والا، بے وفا۔ سرِ فاراں: کوہِ فاراں پر، فاران، مکہ معظمہ کی وہ پہاڑی جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا، مراد خانہ کعبہ۔ دل لینا: اپنا دیوانہ بنا لینا۔ آتش

اندوز: آگ (جوش و جذبہ) جمع کرنے والا۔ حاصل: یہاں مراد نتیجہ۔ پھونک دی: جلا دی، سوز و حرارت بھر دی۔ گرمیِ رخسار: چہرے یعنی حضور اکرمؐ کے جلوہ کی حرارت۔ شرر آباد: مراد حرارتِ عشق سے پُر۔ سوختہ ساماں: جس کا سب کچھ جل گیا ہو، مراد عشق میں جس کا دل و جان وغیرہ سب کچھ جاتا رہا ہو۔ وادیِ نجد: حجاز کا وہ علاقہ جو لیلیٰ کا وطن تھا۔ سلاسل: جمع سلسلہ، زنجیریں۔ قیس: مجنوں کا اصل نام۔ نظارۂ محمل: کجاوے کو دیکھنا (جس میں لیلیٰ ہوتی تھی)۔ گھر: مراد ملّتِ اسلامیہ۔ یہ اُجڑا ہے: بہت ویران / برباد ہوا ہے۔ رونقِ محفل: جس سے بزم میں چہل پہل اور خوشی ہو۔ بادہ کش: شراب پینے والے، مراد عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے والے۔ لبِ جو: ندی کے کنارے۔ جام بکف: ہاتھوں میں شراب کا پیالہ لیے۔ نغمۂ کوکو: مراد کوئل / فاختہ کی چہچہاہٹ۔ ہنگامۂ گلزار: باغ کی رونق۔ یکسو: ایک طرف۔ منتظرِ "ھو": مراد خدا کی تائید کا انتظار کرنے والا / والے۔ ذوق: شوق، جذبہ۔ خود افروزی: خود کو روشن کرنا، مراد اپنی خودی کو بلند کرنا۔ برقِ دیرینہ: پرانی بجلی، مراد پہلے والا جوش و جذبہ۔ جگر سوزی: مراد دل میں عشق کی گرمی پیدا کرنا۔ قومِ آوارہ: ملّتِ اسلامیہ جس کے پیشِ نظر اعلیٰ مقصد نہیں۔ عناں تاب: باگ موڑنے والی، واپس جانے والی۔ سوئے حجاز: مراد اسلام کی طرف۔ بلبلِ بے پَر: مراد مسلمان جو وسائل سے محروم ہیں۔ مذاق: ذوق، جذبہ۔ بوئے نیاز: عاجزی کی خوشبو۔ باغ کا ہر غنچہ: مراد ملت کا ہر فرد۔ چھیڑنا: ساز بجانا۔ تشنۂ مضراب: جسے مضراب کی ضرورت ہے۔ نغمے: مراد جذبے۔ طور: کوہِ طور جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا۔ اُمتِ مرحوم: وہ قوم جس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہو، دوسرا مطلب مُردہ قوم۔ مُورِ بے مایہ: حقیری سی چیونٹی، مسلمان۔ ہمدوش: برابر۔ سلیماں: حضرت سلیمانؑ۔ جنسِ نایاب: نہ ملنے والا مال۔ ارزاں: سستا سودا۔ دیر نشیں: مندر میں بیٹھنے والے، مراد وہ مسلمان جو اسلام سے دور ہٹ گئے ہیں۔ بوئے گل: مراد قوم کے بےوفا رہنما جو دوسری قوموں سے ملے ہوئے ہیں۔ غماز: چغلی کھانے والا۔ عہدِ گل: موسم بہار، مراد ملّتِ اسلامیہ کی ترقی۔ ٹوٹ گیا سازِ چمن: یعنی قومِ مسلم میں اتحاد نہ رہا۔ زمزمہ پردازِ چمن: یعنی وہ مسلمان جو اسلام کی ترقی و برتری کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ایک بلبل: مراد خود علامہ اقبال۔ محوِ ترنم: چہچہاتا یعنی اسلام سے متعلق شعر کہنے میں مصروف۔ نغموں کا تلاطم: جذبوں کا طوفان۔ قُمریاں: جمع قُمری، فاختہ کی قسم کا ایک پرندہ، مراد پہلے مسلمان جنھوں نے اسلام کے لیے کام کیے۔ شاخِ صنوبر: مراد اسلام کا باغ یعنی اسلام۔ گریزاں: دوڑنے / بھاگنے والی۔ جھڑ جھڑ کے: ٹوٹ ٹوٹ کر۔ پریشاں ہونا: بکھرنا۔ روشیں: جمع روش، باغ کی پگڈنڈیاں، مراد آغازِ اسلام کے مسلمانوں کے طور طریقے، جذبے وغیرہ۔ ویراں: مراد وہ جذبے نہ رہے۔ پیرہنِ برگ: پتے کا لباس، مراد مسلمانوں کے علوم اور عقیدے وغیرہ۔ قیدِ موسم: مراد وقت کے تقاضے۔ گلشن: باغ، مراد قوم، ملت۔ لطف: مزہ۔ خونِ جگر پینا: مراد قوم کی حالت پر کڑھنا۔ جوہر مرے آئینے میں: یعنی مرے دل میں جو کچھ ہے۔ بیتاب ہے: یعنی دل کی بات باہر آنے کے لیے بے چین

ہے۔ جلوے تڑپنا: یعنی وہی پہلے مصرعے والی بات۔ اس گلستاں: مراد اس ملک (برصغیر ہند)۔ داغ سینے میں رکھنا: مراد دل میں محبت کے جذبے رکھنا۔ بلبل تنہا: اکیلا شاعر یعنی علامہ۔ نوا: مراد شاعری۔ دل چاک ہونا: مراد دل پر بیحد اثر ہونا۔ جاگنے والے: میدان عمل پر آمادہ ہونے والے۔ بادۂ دیرینہ: مراد پرانے مسلمانوں والے جذبے۔ عجمی خم: مراد غیر عرب ہونا۔ مے تو حجازی ہے مری: یعنی میری شاعری تو اسلامی رنگ لیے ہوئے ہے۔ نغمہ ہندی...... وہی پہلے مصرعے والی بات۔

☆ اے محبوب وہ دن بڑا اچھا ہوگا جب تو آئے گا اور بڑے ناز و ادا کے ساتھ آئے گا اور ہماری محفل کی طرف کھلے چہرے کے ساتھ دوبارہ آئے گا۔

☆☆ ہماری پرانی حسرت سے خون کی ندی رواں ہے اور فریاد ہمارے سینے میں، جو نشتروں سے زخمی ہے تڑپ رہی ہے۔

چاند

اے چاند! حُسن تیرا فطرت کی آبرو ہے
طوفِ حریمِ خاکی تیری قدیم خُو ہے
یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں
عاشق ہے تُو کسی کا، یہ داغِ آرزو ہے؟
میں مضطرب زمیں پر، بیتاب تُو فلک پر
تجھ کو بھی جستجو ہے، مجھ کو بھی جستجو ہے
انساں ہے شمع جس کی، محفل وہی ہے تیری؟
میں جس طرف رواں ہوں، منزل وہی ہے تیری؟
تُو ڈھونڈتا ہے جس کو تاروں کی خامشی میں
پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائے زندگی میں
اِستادہ سرو میں ہے، سبزے میں سو رہا ہے
بلبل میں نغمہ زن ہے، خاموش ہے کلی میں
آ! میں تجھے دِکھاؤں رُخسارِ روشن اس کا
نہروں کے آئنے میں، شبنم کی آرسی میں
صحرا و دشت و در میں، کہسار میں وہی ہے
انساں کے دل میں، تیرے رُخسار میں وہی ہے

طوف: چکر لگانا۔ حریم خاکی: مراد کرۂ ارض۔ قدیم خو: پرانی عادت۔ داغ: دھبا (جو چاند میں نظر آتا ہے)۔ کسی کا؟: (سوالیہ ہے۔ جواب) محبوب حقیقی، خدا۔ داغ آرزو: مراد عشق کا زخم۔ جستجو: تلاش۔ شمع: مراد جس (انسان) سے اس دنیا کی رونق ہے۔ محفل: خدا کی معرفت کی جگہ۔ رواں ہوں: چل رہا ہوں۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ غوغائے زندگی: مراد دنیا کی رونق، چہل پہل، ہنگامے۔ استادہ: ایستادہ، کھڑا ہوا۔ سرو: وہ لمبا درخت جو سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ سبزے میں سو رہا ہے: سبزہ زمین پر اس طرح ہوتا ہے جیسے وہ سو رہا ہو، مراد خدا سبزے میں بھی ہے۔ نغمہ زن: چہچہانے والا۔ رخسار روشن: چمکدار چہرہ۔ آرسی: انگوٹھے میں پہننے والا چھوٹا سا زیور جس میں آئینہ بھی لگا ہوتا ہے اور عورتیں اس میں منہ دیکھتی ہیں۔ دشت و در: جنگل اور بیابان۔ وہی: یعنی خدا تعالیٰ۔

رات اور شاعر

(۱)

رات

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تُو پریشاں
خاموش صورتِ گُل، مانندِ بُو پریشاں
تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تُو
مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تُو
یا تُو مِری جبیں کا تارا گرا ہُوا ہے
رفعت کو چھوڑ کر جو پستی میں جا بسا ہے
خاموش ہو گیا ہے تارِ ربابِ ہستی
ہے میرے آئنے میں تصویرِ خوابِ ہستی
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے
ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے
بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے
یوں سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہیں ہے
شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکوں سے
آزاد رہ گیا تُو کیونکر مرے فسوں سے؟

(۲)

شاعر

مَیں ترے چاند کی کھیتی میں گُہر بوتا ہُوں
چھُپ کے انسانوں سے مانندِ سحَر روتا ہُوں

دن کی شورش میں نکلتے ہوئے گھبراتے ہیں
عُزلتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں

مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے، سُناؤں کس کو
تپشِ شوق کا نظّارہ دِکھاؤں کس کو

برقِ ایمن مرے سینے پہ پڑی روتی ہے
دیکھنے والی ہے جو آنکھ، کہاں سوتی ہے!

صفَتِ شمعِ لحَد مُردہ ہے محفل میری
آہ، اے رات! بڑی دُور ہے منزل میری

عہدِ حاضر کی ہَوا راس نہیں ہے اس کو
اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سُنا جاتا ہوں

پریشاں : بے چین۔صورتِ گُل : پھول کی طرح۔مانندِ بو: خوشبو کی طرح۔ پریشاں : بکھرا ہوا۔جوہری: قیمتی موتیوں کی پہچان/پرکھ رکھنے والا۔دریائے نُور: روشنی کا دریا، آسمان۔جبیں: ماتھا، پیشانی۔رفعت: بلندی۔پستی: نیچائی۔تارِ ربابِ ہستی: زندگی کے باجے کا تار، مراد زندگی جو رات کے وقت خاموش ہے۔گرداب: بھنور۔ موجِ بیتاب: مراد اچھلتی ہوئی لہریں۔بستی زمیں کی: مراد زمین کی دُنیا۔کیسی: کتنی زیادہ۔ ہنگامہ آفریں: شور وغل/رونق پیدا کرنے والی۔آبادی نہیں: اس میں کوئی نہیں رہ رہا۔ آشنا: واقف، بے خبر۔فسوں: جادو۔

گہر ہونا: مراد آنسو ٹپکانا۔مانندِ سحر: صبح کی طرح، مراد اوس کی طرح۔شورش: ہنگامہ۔عزلتِ شب: رات کی تنہائی۔ٹپک جانا: قطرہ قطرہ کرکے گر جانا۔تپشِ شوق: عشق کی گرمی۔برقِ ایمن: اشارہ ہے وادیِ ایمن (کوہِ طور) کی طرف جہاں جلوۂ خدا بجلی طرح چمکا تھا۔صفت: مانند/طرح۔شمعِ لحد: قبر پہ جلنے والی موم بتی۔محفل میری: میری قوم۔مُردہ: مری ہوئی۔بڑی دُور ہے منزل میری: مراد اپنی قوم کو بیدار کرنے کا کام بہت دشواریاں لیے ہوئے ہے۔احساس: خیال۔ضبطِ پیغامِ محبت: محبت کا پیغام روک رکھنا۔تابندہ: روشن۔

بزمِ انجم

سورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو
طشتِ اُفق سے لے کر لالے کے پھول مارے
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
قُدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اُتارے
محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی
چمکے عُروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے
وہ دُور رہنے والے ہنگامۂ جہاں سے
کہتا ہے جن کو انساں اپنی زباں میں 'تارے'

محوِ فلک فروزی تھی انجمن فلک کی
عرشِ بریں سے آئی آواز اک مَلَک کی

اے شب کے پاسبانو، اے آسماں کے تارو!
تابندہ قوم ساری گردُوں نشیں تمھاری

چھیڑو سرُود ایسا، جاگ اُٹھیں سونے والے
رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمھاری
آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں
شاید سُنیں صدائیں اہلِ زمیں تمھاری

رُخصت ہوئی خموشی تاروں بھری فضا سے
وسعت تھی آسماں کی معمور اس نوا سے

"حُسنِ ازل ہے پیدا تاروں کی دلبری میں
جس طرح عکسِ گُل ہو شبنم کی آرسی میں
آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کُہن پہ اَڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں
یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں
آنکھوں سے ہیں ہماری غائب ہزاروں انجم
داخل ہیں وہ بھی لیکن اپنی برادری میں
اک عمر میں نہ سمجھے اس کو زمین والے
جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں

ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں"

انجم: جمع نجم، ستارے۔ شامِ سیہ قبا: اندھیرے کی وجہ سے کالے لباس والی شام کہا۔ طشت: تسلا، تھال۔ لالے کے پھول: مراد آسمان کے کنارے پر چھیلی ہوئی سُرخی۔ شفق: آسمان پر صبح اور شام کے وقت پھیلنے والی سُرخی۔ چاندی کے گہنے: مراد دن کی سفیدی اور روشنی۔ لیلائے ظلمت: تاریکی/ اندھیرے کی لیلیٰ، مراد اندھیرا۔ عروسِ شب: رات کی دلہن۔ موتی: مراد ستارے۔ ہنگامۂ جہاں: دنیا کی رونق، چہل پہل۔ محو: مصروف۔ فلک فروزی: آسمان کو روشن کرنے کا عمل۔ فلک کی انجمن: مراد چاند ستارے۔ مَلَک: فرشتہ۔ پاسبانو: جمع پاسبان، چوکیدار، حفاظت کرنے والے۔ تابندہ: روشن۔ قوم: یعنی چاند تارے۔ گردوں نشیں: آسمان پر بیٹھنے والی۔ سرود: گیت، نغمہ۔ رہبر: راستہ دکھانے والی۔ تابِ جبیں: ماتھے/ پیشانی کی چمک۔ آئینے قسمتوں کے: یہ عام خیال ہے کہ ستاروں کی گردش سے تقدیریں بنتی یا بگڑتی ہیں۔ صدا: آواز۔ اہلِ زمیں: مراد انسان۔ معمور: بھری ہوئی، پُر۔ نوا: آواز۔ حُسنِ ازل: قدرت کا حُسن۔ دلبری: پیارا ہونا۔ عکسِ گُل: پھول کی تصویر۔ آرسی: مراد چھوٹا سا آئینہ۔ آئینِ نو: مراد زمانے کے موجودہ دستور/ تقاضے۔ طرزِ کہن: مراد پرانا انداز زندگی۔ کٹھن: دشوار مشکل۔ کاروانِ ہستی: زندگی کا قافلہ یعنی زندگی۔ تیز گام: بہت تیز چلنے والا۔ کچل جانا: فنا ہو جانا، مٹ جانا۔ روا روی: مراد لگاتار تیز چلتے رہنا۔ غائب: اوجھل۔ برادری: خاندان/ جماعت۔ اِک عمر میں: بہت عرصہ تک۔ پا جانا: سمجھ جانا۔ جذبِ باہمی: ایک دوسرے کی کشش۔ نظام قائم ہونا: انتظام بندوبست برقرار/ جاری رہنا۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ نکتہ: گہری/ اہم بات۔

سیرِ فلک

تھا تخیل جو ہم سفر میرا ۔۔۔ آسماں پر ہُوا گُزر میرا
اُڑتا جاتا تھا اور نہ تھا کوئی ۔۔۔ جاننے والا چرخ پر میرا
تارے حیرت سے دیکھتے تھے مجھے ۔۔۔ رازِ سربستہ تھا سفر میرا
حلقۂ صبح و شام سے نکلا
اس پُرانے نظام سے نکلا
کیا سُناؤں تمھیں اِرم کیا ہے ۔۔۔ خاتمِ آرزوئے دیدہ و گوش
شاخِ طوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور ۔۔۔ بے حجابانہ حور جلوہ فروش
ساقیانِ جمیل جام بدست ۔۔۔ پینے والوں میں شورِ نوشا نوش
دُور جنت سے آنکھ نے دیکھا ۔۔۔ ایک تاریک خانہ، سرد و خموش
طالعِ قیس و گیسوئے لیلیٰ ۔۔۔ اُس کی تاریکیوں سے دوش بدوش
خنک ایسا کہ جس سے شرما کر ۔۔۔ کُرۂ زمہریر ہو رُوپوش
میں نے پوچھی جو کیفیت اُس کی ۔۔۔ حیرت انگیز تھا جوابِ سروش

یہ مقامِ خُنک جہنم ہے نار سے، نُور سے تہی آغوش

شعلے ہوتے ہیں مُستعار اس کے جن سے لرزاں ہیں مردِ عبرت کوش

اہلِ دنیا یہاں جو آتے ہیں

اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں

تخیل: ذہن میں آیا ہوا خیال۔ چرخ: آسمان۔ رازِ سربستہ: چُھپا ہوا بھید۔ حلقہ: دائرہ، چکر۔ ارم: بہشت۔ خاتمِ آرزوے دیدہ و گوش: آنکھوں اور کانوں کی خواہش ختم کرنے والی۔ طوبیٰ: جنت کا ایک درخت۔ نغمہ ریز: چھچہانے والا/ والے۔ طیور: جمع طائر، پرندے۔ بے حجابانہ: پردے کے بغیر، کھل کر۔ جلوہ فروش: مراد اپنا دیدار کرانے والی۔ ساقیانِ جمیل: شرابِ طہور پلانے والے خوبصورت ساقی یعنی غلمان۔ جام بدست: ہاتھوں میں (شراب) کے پیالے لیے ہوئے۔ شورِ نوشانوش: ''پیو اور خوب پیو'' کا شور/ ہنگامہ۔ تاریک خانہ: اندھیرے والی جگہ۔ سرد: ٹھنڈا۔ خموش: خاموش، چپ کی حالت۔ طالعِ قیس: مجنوں کا نصیب، مراد سیاہ۔ گیسوے لیلیٰ: لیلیٰ کی زلفیں، یعنی سیاہ۔ دوش بدوش: کندھے سے کندھا ملائے ہوئے یعنی تاریکی میں ایک جیسے۔ خنک: ٹھنڈا، ٹھنڈی۔ کرۂ زمہریر: ہوا کے دائرے کا وہ حصہ جو تمام کائنات میں سب سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ روپوش: شرم کے مارے منہ چھپانے والا۔ کیفیت: حالت، صورتِ حال۔ حیرت انگیز: حیرانی بڑھانے والا۔ سروش: فرشتہ۔ نار: آگ۔ نور: روشنی۔ تہی آغوش: جس کی گود خالی ہو، مراد خالی۔ جہنم: دوزخ۔ مستعار: دوسروں سے مانگے ہوئے۔ لرزاں: کانپنے والا۔ مردِ عبرت کوش: دوسروں کے بُرے انجام سے سبق لینے والا انسان۔ انگار: شعلے، آگ۔ اپنے ساتھ لانا: مراد اپنے بُرے اعمال (آگ کی صورت میں لانا)۔

نصیحت

میں نے اقبالؔ سے ازراہِ نصیحت یہ کہا
عاملِ روزہ ہے تُو اور نہ پابندِ نماز

تُو بھی ہے شیوۂ اربابِ ریا میں کامل
دل میں لندن کی ہوس، لب پہ ترے ذکرِ حجاز

جُھوٹ بھی مصلحت آمیز ترا ہوتا ہے
تیرا اندازِ تملُّق بھی سراپا اعجاز

ختم تقریر تری مدحتِ سرکار پہ ہے
فکرِ روشن ہے ترا مُوجدِ آئینِ نیاز

درِ حُکام بھی ہے تجھ کو مقامِ محمود
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلفِ ایاز

اور لوگوں کی طرح تُو بھی چُھپا سکتا ہے
پردۂ خدمتِ دِیں میں ہوسِ جاہ کا راز

نظر آ جاتا ہے مسجد میں بھی تُو عید کے دن
اثرِ وعظ سے ہوتی ہے طبیعت بھی گداز

دست پرور ترے مُلک کے اخبار بھی ہیں
چھیڑنا فرض ہے جن پر تری تشہیر کا ساز

اس پہ طُرّہ ہے کہ تُو شعر بھی کہہ سکتا ہے
تیری مِینائے سخن میں ہے شرابِ شیراز

جتنے اوصاف ہیں لیڈر کے، وہ ہیں تجھ میں سبھی
تجھ کو لازم ہے کہ ہو اُٹھ کے شریکِ تگ و تاز

غمِ صیّاد نہیں، اور پر و بال بھی ہیں
پھر سبب کیا ہے، نہیں تجھ کو دماغِ پرواز

''عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است
حالیا غُلغلہ در گنبدِ افلاک انداز'' ☆

ازراہِ نصیحت: سمجھانے کے طور پر۔ عامل: عمل کرنے والا۔ شیوہ: طور طریقہ۔ اربابِ ریا: مکّار لوگ۔ کامل: مراد ماہر۔ لندن: انگلستان کا بڑا اور مشہور شہر۔ ہوس: مراد تمنا۔ ذکرِ حجاز: مراد اسلام کی باتیں۔ مصلحت آمیز: مراد جس میں دھوکا فریب اور اپنی بھلائی کا خیال ہو۔ اندازِ تملّق: چاپلوسی کا طریقہ۔ سراپا: پورے طور پر۔ اعجاز: غیر معمولی کارنامہ۔ مدحتِ سرکار: حکومت کی تعریف کرنا۔ فکرِ روشن: مراد عمدہ سوچ سمجھ / عقل۔ موجد: ایجاد کرنے والا۔ آئینِ نیاز: عاجزی کا طور طریقہ۔ درِ حکّام: حاکموں کا دروازہ یعنی بارگاہ۔ مقامِ محمود: بہت

تعریف والی جگہ. پالسی: Policy، حکمتِ عملی. پیچیدہ تر: زیادہ اُلجھی ہوئی. زلف ایاز: (محمود غزنوی کے غلام) ایاز کی زلف. پردۂ خدمتِ دیں: دین کی خدمت کے بہانے. ہوسِ جاہ: عزت و مرتبہ حاصل کرنے کا لالچ. طبیعت گداز ہونا: مراد طبیعت پر بیحد اثر ہونا. دست پَروَرد: ہاتھ کا پالا ہوا، جسے مال وغیرہ دیا گیا ہو. فرض ہے: لازم ہے. تشہیر کا ساز چھیڑنا: مراد شہرت کا سامان کرنا (پبلسٹی) اس پہ طرّہ: یعنی اس سے بڑھ کر یہ. مینائے سخن: شاعری کی شراب کی صراحی، مراد شاعری. شرابِ شیراز: مراد حافظ شیرازی (شمس الدین ۷۲۶ھ۔۷۹۱ھ، مشہور ایرانی شاعر) کی شاعری کا انداز. شریکِ تگ و تاز: دوڑ دھوپ یعنی سیاسی مقابلے میں شامل. غمِ صیاد: شکاری یعنی حکمرانوں کا ڈر. پر و بال: مراد جن خوبیوں کی ضرورت ہے. دماغِ پرواز: مراد فائدہ اٹھانے کا خیال / فکر.

☆ آخر کار ہمارا ٹھکانا قبرستان میں ہے بہتر یہی کہ اس وقت تو کائنات میں ہنگامے مچا دے؛ یعنی تیرے نعروں سے کائنات گونج اٹھے۔ (یہ شعر حافظ شیرازی کا ہے)

رام

لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند
سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رامِ ہند

یہ ہندیوں کے فکرِ فلک رس کا ہے اثر
رفعت میں آسماں سے بھی اُونچا ہے بامِ ہند

اس دیس میں ہوئے ہیں ہزاروں مَلک سرِشت
مشہور جن کے دَم سے ہے دُنیا میں نامِ ہند

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

اعجاز اُس چراغِ ہدایت کا ہے یہی
روشن تر از سحر ہے زمانے میں شامِ ہند

تلوار کا دھنی تھا، شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں، جوشِ محبت میں فرد تھا

رام: ہندوؤں کے قدیم مذہبی رہنما شری رام چندر جی جنھیں ہندوؤں کا ایک فرقہ شری کرشن سے زیادہ قابلِ احترام سمجھتا ہے۔ شرابِ حقیقت: کائنات کی تحقیق (حقیقت ماننا) کا فلسفہ۔ خطۂ مغرب: مراد یورپ۔ رامِ ہند: مراد (فلسفے میں) ہندوستان (کے فلسفیوں) کا لوہا ماننے والے / بہتر جاننے والے۔ فکرِ فلک رس: آسمان تک پہنچنے والی (بلند) سوچ اور حکمت۔ بام: چھت، مراد ملک۔ مَلک سرِشت: فرشتوں کی سی خصلت والا۔ اہلِ نظر: بصیرت رکھنے والے۔ اعجاز: مراد کرشمہ، انوکھا کام۔ روشن تر از سحر: صبح سے بھی زیادہ روشن۔ تلوار کا دھنی: تلوار چلانے میں بڑا ماہر۔ جوشِ محبت: عشق کا جذبہ۔ فرد: بے مثل۔

موٹر

کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی
موٹر ہے ذوالفقار علی خاں کا کیا خموش

ہنگامہ آفریں نہیں اس کا خرامِ ناز
مانندِ برق تیز، مثالِ ہوا خموش

میں نے کہا، نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر
ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش

ہے پا شکستہ شیوۂ فریاد سے جرس
نکہت کا کارواں ہے مثالِ صبا خموش

مینا مدام شورشِ قُلقُل سے پا بہ گِل
لیکن مزاجِ جامِ خرام آشنا خموش

شاعر کے فکر کو پرِ پرواز خامشی
سرمایہ دارِ گرمیِ آواز خامشی!

موٹر: یہ اشارہ ہے نواب سر ذوالفقار علی خان مرحوم کی کار کی طرف جس میں ایک مرتبہ علامہ نے سر جگندر سنگھ اور مرزا جلال الدین بیرسٹر کے ہمراہ سیر کی تھی۔ اس دور کی دوسری کاروں میں گھڑگھڑاہٹ کی آواز پیدا ہوتی تھی جبکہ اس کار میں ایسی آواز نہ تھی۔ پتے کی بات: بڑی ٹھیک بات۔ جگندر: سردار جگندر سنگھ، سکھوں کے لیڈر، سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر اور ۲ برس وزیر زراعت بھی رہے۔ چند ایک کتابیں ان سے یادگار ہیں۔ ذوالفقار علی خاں: مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے تعلق تھا (۱۸۷۶ء۔۱۹۳۳ء)۔ علامہ سے ان کی ملاقات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ ان کی دوستی آخر تک رہی۔ انھوں نے Voice from the East or the Poetry of Iqbal جیسی کتاب لکھ کر علامہ کو یورپ اور امریکہ سے روشناس کرایا۔ وہ علامہ کے بہترین دوستوں میں سے تھے۔ ہنگامہ آفریں: مراد شور پیدا کرنے والی۔ خرامِ ناز: ادا سے چلنا، مراد چلنا۔ مانندِ برق: بجلی کی طرح۔ منحصر: جس پر انحصار کیا گیا ہو۔ جادۂ حیات: زندگی کا راستہ۔ تیز پا: تیز چلنے والا/ والی۔ پا شکستہ: ٹوٹے ہوئے پاؤں والی۔ شیوہ: طریقہ، ڈھنگ۔ جرس: گھنٹی۔ نکہت: خوشبو۔ صبا: صبح سویرے کی خوش گوار ہوا۔ مدام: ہمیشہ۔ شورش: شور۔ قلقل: صراحی سے شراب نکلنے کی آواز۔ جامِ خرام آشنا: گردش میں رہنے والا پیالۂ شراب۔ پر پرواز: مراد (خیالات کو) بلندی کی طرف لے جانے کا باعث۔ سرمایہ دار: مالامال۔ گرمیِ آواز: آواز میں دل کو پگھلا دینے والی کیفیت۔

انسان

منظر چمنستاں کے زیبا ہوں کہ نازیبا
محرومِ عمل نرگس مجبورِ تماشا ہے

رفتار کی لذّت کا احساس نہیں اس کو
فطرت ہی صنوبر کی محرومِ تمنّا ہے

تسلیم کی خُوگر ہے جو چیز ہے دُنیا میں
انسان کی ہر قوّت سرگرمِ تقاضا ہے

اس ذرّے کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرّہ نہیں، شاید سمٹا ہُوا صحرا ہے

چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی
یہ ہستیِ دانا ہے، بینا ہے، توانا ہے

چمنستاں: جہاں کئی چمن (باغ) ہوں، مراد باغ۔ نازیبا: جو اچھا/ خوبصورت نہ ہو۔ محرومِ عمل: عمل سے بے نصیب، عمل نہ کرنے والی۔ نرگس: ایک پھول جسے آنکھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ مجبورِ تماشا: دیکھنے/ نظارہ کرنے پر مجبور۔ رفتار: چلنا۔ صنوبر: سرو کی قسم کا ایک لمبا درخت۔ محرومِ تمنّا: جو ہر طرح کی خواہش سے بے نصیب ہو۔ تسلیم: رضامندی کی اور خود کچھ نہ کرنے کی عادت۔ خُوگر: عادی۔ قوّت: طاقت یعنی صلاحیت۔ سرگرمِ تقاضا: طلب میں مشغول۔ اس ذرّے کو: مراد انسان کو۔ ہر دم: ہمیشہ۔ سمٹا ہوا: سکڑا ہوا۔ ہیئت: شکل و صورت، ڈھانچا۔ ہستیِ دانا: عقل و شعور والا وجود۔ بینا: دیکھنے والا۔

خطاب بہ جوانانِ اسلام

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تُو نے
وہ کیا گردُوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں خلاّقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا

سماں 'اَلفَقرُ فَخرِی' کا رہا شانِ امارت میں
''بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوے زیبا را'' ☆

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ مُنعِم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظّارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تُو گفتار وہ کردار، تُو ثابت وہ سیّارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مُسلَّم سے کوئی چارا

مگر وہ عِلم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

"غنی! روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن
کہ نُورِ دیدہ اش روشن کُند چشمِ زلیخا را" ☆☆

خطاب: چند لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر گفتگو/ تقریر کرنا۔ تدبّر: غور و فکر، سوچ بچار۔ گردوں: آسمان۔ آغوش: گود۔ تاجِ سرِ دارا: اسلام سے پہلے ایران کے قدیم بادشاہ دارا کے سر کا تاج۔ دارا عظیم شان و شوکت والا بادشاہ تھا۔ مراد ایران کی اس وقت کی عظیم حکومت۔ تمدن آفریں: تہذیب اور باہم رہنے سہنے کے ڈھنگ پیدا کرنے یعنی سکھانے والا۔ خلاق: تخلیق کرنے/ بنانے والا۔ آئین جہاں داری: دنیا پر حکومت کرنے کا دستور۔ صحرائے عرب: عرب کا ریگستان، حجاز وغیرہ۔ شتربان: اونٹ ہانکنے والا۔ گہوارا: گہوارہ، مراد تربیت کی جگہ۔

سماں: منظر۔ ''الفقر فخری'': حضور نبی کریمؐ کا ارشاد کہ فقیری میرے لیے فخر کا باعث ہے۔ شانِ امارت: امیری یا حکومت کی عزت۔ گدائی: غریبی، مفلسی۔ وہ اللہ والے: یعنی عرب مسلمان جنھیں خدا پر بھروسا تھا۔ غیور: غیرت والے، کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے والے۔ منعم: مالدار۔ گدا: فقیر، مفلس۔ یارا: حوصلہ۔ صحرا نشیں: ریگستانی علاقوں میں رہنے والے۔ جہاں گیر: دنیا کو فتح کرنے والے۔ جہاں دار: دنیا پر حکومت کرنے والے۔ جہاں بان: دنیا پر حکومت کرنے کے انداز سے واقف۔ جہاں آرا: دنیا کو سجانے والے مراد دنیا کے لیے باعثِ مسرت و راحت حکمران۔ الفاظ میں نقشہ کھینچنا: مراد لفظوں میں اس طرح بیان کرنا کہ پوری تصویر سامنے آجائے۔ فزوں تر: بڑھ کر، زیادہ۔ آبا: جمع اَب، مراد پرانے بزرگ (اسلاف)۔ نسبت ہونا: ان جیسا ہونے کی خوبی رکھنا۔ گفتار: گفتگو، بول چال۔ ثابت: ایک جگہ ٹھہرا رہنے والا۔ سیارا: مسلسل چلنے یعنی عمل کرنے والے۔ گنوا دی: کھو دی، گم کر دی۔ اسلاف: جمع سلف، پرانے بزرگ۔ میراث: بزرگوں کا چھوڑا ہوا سرمایہ۔ ثریا: مراد بلندی۔ زمیں: پستی۔ عارضی: وقتی۔ آئینِ مسلّم: مانا ہوا دستور/ قانون۔ چارا: چارہ یعنی بچنے کی کوئی تدبیر۔ علم کے موتی: اشارہ ہے ان کتب خانوں کی طرف جو انگریز حکمرانوں نے یہاں سے یورپ پہنچا دیے تھے اور جو آج بھی ''انڈیا آفس لائبریری'' اور ''برٹش میوزیم'' کی شان کا باعث ہیں۔ دل سیپارہ ہونا: مراد دل کو بہت دکھ پہنچنا (سیپارہ: تیس ٹکڑے)۔

☆ خوبصورت چہرے کو سجانے، سنوارنے کی کیا ضرورت ہے یعنی کوئی ضرورت نہیں۔ (یہ مصرع حافظ شیرازی کا ہے)

☆☆ غنی ذرا حضرت یعقوبؑ کی سیاہ روزی (بد نصیبی) ملاحظہ کر کہ ان کی آنکھوں کی روشنی (یعنی حضرت یوسفؑ)، زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر رہی ہے یعنی وہ زلیخا کے لیے باعثِ سکون و راحت ہیں۔ (یہ شعر غنی کاشمیری کا ہے)

غرّۂ شوّال

یا

ہلالِ عید

غرّۂ شوّال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار
آ کہ تھے تیرے لیے مسلم سراپا انتظار
تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے
شام تیری کیا ہے، صبحِ عیش کی تمہید ہے
سرگزشتِ ملّتِ بیضا کا تُو آئینہ ہے
اے مہِ نو! ہم کو تجھ سے اُلفتِ دیرینہ ہے
جس علَم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم
دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہوتے تھے ہم
تیری قسمت میں ہم آغوشی اُسی رایت کی ہے
حُسنِ روز افزوں سے تیرے آبروملّت کی ہے

آشنا پرور ہے قوم اپنی، وفا آئیں ترا
ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

اَوجِ گردوں سے ذرا دُنیا کی بستی دیکھ لے
اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے!

قافلے دیکھ اور اُن کی برق رفتاری بھی دیکھ
رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

دیکھ کر تجھ کو اُفق پر ہم لُٹاتے تھے گُہر
اے تہی ساغر! ہماری آج ناداری بھی دیکھ

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ، ان کی گرفتاری بھی دیکھ

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بُت کدے میں برہَمن کی پختہ زُنّاری بھی دیکھ

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
اُمتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

ہاں، تملُّق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تُو
اور جو بے آبرو تھے، اُن کی خودداری بھی دیکھ

جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلّم سے کیا
اُس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ

سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سُن
اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاّری بھی دیکھ

چاک کر دی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اَوروں کی عیاّری بھی دیکھ

صورتِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ
شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ

غرۂ شوال: اسلامی سال کے دسویں مہینے شوال کی پہلی تاریخ.نورِ نگاہ: آنکھوں کی روشنی.روزہ دار: روزہ رکھنے والا.سراپا انتظار: بے چینی سے انتظار کرنے والا.تحریر پیام عید: مراد عید آنے کی عبارت.عیش: خوشی و مسرت.سرگزشت: گزرے ہوئے حالات/واقعات.ملّت بیضا: روشن قوم یعنی ملّتِ اسلامیہ.آئینہ: مراد جس سے دوسری چیز کا پتا چلے.مہِ نو: ماہِ نو، پہلی کا چاند.الفتِ دیرینہ: پرانی محبت.علم: جھنڈا، پرچم.تیغ آزما: تلوار سے میدانِ جنگ میں لڑنے والے.رنگیں قبا: خون کے لباس والا.ہم آغوش: ساتھ ل کے رہنا (جھنڈے میں ہلال کا نشان مراد ہے).رایت: جھنڈا.حُسنِ روز افزوں: ہر روز بڑھتے رہنے والی دل کشی. آبرو: شان، عزت.آشنا پرور: دوست کو پالنے والی، وفادار.محبت خیز: محبت بڑھانے والا.پیراہنِ تمکیں: سفید لباس.اوجِ گردوں: آسمان کی بلندی.بستی: آبادی.رفعت: بلندی.برق رفتاری: بہت تیز چلنے کی حالت، بہت ترقی کرنا.قافلے: دوسری قومیں.رہرو درماندہ: پیچھے رہ جانے والا مسافر، مراد مسلمان قوم.منزل سے بیزاری: آگے بڑھنے سے بے پروائی.افق: آسمان کا کنارہ.تہی ساغر: خالی پیالے والا، ہلال کی صورت اُلٹے پیالے کی ہے.شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ: مراد مسلمانوں میں انتشار/نااتفاقی.برہمن: ہندو مذہبی رہنما مراد غیر مسلم قومیں.پختہ زُناری: مراد مذہبی قوت میں اضافہ.مسلم آئینی: مسلمانوں کے سے طور طریقے. مسلم آزاری: مسلمانوں کا اپنے ہی بھائیوں کو تکلیف پہنچانا.بارشِ سنگِ حوادث: حادثوں کے پتھر برسنا،

مصیبتیں پڑنا. آئینہ دیواری: مراد بے عملی اور بے حسی. تملق پیشگی: چاپلوسی کی عادت. آبرو والے: عزت والے، مراد مسلمان. خودداری: اپنی عزت کی خاطر غلط باتوں سے بچنا. لطف تکلم: بات چیت کا مزہ. حریفِ بے زباں: مراد وہ غیر مسلم قومیں جنھیں بولنے کا سلیقہ نہ تھا. گرم گفتاری: چرب زبانی، بڑھ بڑھ کے بات / مقابلہ کرنا. سازِ عشرت: خوشی و مسرت کا باجا. مغرب کے ایوان: یورپ کے محل، یورپ. چاک کردی...... : مراد ترکی کا اقدام جو اس نے خلافت چھوڑ کر مغربی طرز حکومت رائج کرنے کے لیے کیا. اوروں: دوسری قوموں. شورشِ امروز: آج کے ہنگامے، مراد ۱۹۱۱ء کے زمانے میں ترکی، ایران اور دوسرے اسلامی ملک جو خلفشار کا شکار تھے. سرودِ دوش: ماضی کا گیت، مراد ماضی میں مسلمانوں کی عظمت.

شمع اور شاعر

(فروری ۱۹۱۲ء)

شاعر

۱
دوش می گفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش
گیسوے تو از پرِ پروانہ دارد شانہ اے

۲
در جہاں مثلِ چراغِ لالۂ صحراستم
نے نصیبِ محفلے نے قسمتِ کاشانہ اے

۳
مدّتے مانندِ تو من ہم نفَس می سوختم
در طوافِ شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ اے

۴
می تپد صد جلوہ در جانِ اہل فرسُودِ من
بر نمی خیزد ازیں محفل دلِ دیوانہ اے

۵
از کُجا ایں آتشِ عالم فروز اندوختی
کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی

شمع

مجھ کو جو موجِ نفس دیتی ہے پیغامِ اجل
لب اسی موجِ نفس سے ہے نوا پیرا ترا

میں تو جلتی ہوں کہ ہے مُضمَر مری فطرت میں سوز
تُو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا

گریہ ساماں مَیں کہ میرے دل میں ہے طوفانِ اشک
شبنم افشاں تُو کہ بزمِ گُل میں ہو چرچا ترا

گُل بہ دامن ہے مری شب کے لہو سے میری صبح
ہے ترے امروز سے ناآشنا فردا ترا

یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتا نہیں
شعلہ ہے مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ترا

سوچ تو دل میں، لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے؟
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا!

اور ہے تیرا شِعار، آئینِ ملّت اور ہے
زِشت رُوئی سے تری آئینہ ہے رُسوا ترا

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائیِ بُت خانہ ہے
کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا

قیس پیدا ہوں تری محفل میں! یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا ترا

اے دُرِ تابندہ، اے پروردۂ آغوشِ موج!
لذّتِ طوفاں سے ہے ناآشنا دریا ترا

اب نوا پیرا ہے کیا، گلشن ہُوا برہم ترا
بے محل تیرا ترنّم، نغمہ بے موسم ترا

تھا جنھیں ذوقِ تماشا، وہ تو رخصت ہوگئے
لے کے اب تُو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا

انجمن سے وہ پُرانے شعلہ آشام اُٹھ گئے
ساقیا! محفل میں تُو آتش بجام آیا تو کیا

آہ، جب گلشن کی جمعیّت پریشاں ہو چکی
پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا

آخرِ شب دِید کے قابل تھی بِسمل کی تڑپ
صُبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

بُجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا
اب کوئی سودائیِ سوزِ تمام آیا تو کیا

پھول بے پروا ہیں، تُو گرمِ نوا ہو یا نہ ہو

کارواں بے حِس ہے، آوازِ درا ہو یا نہ ہو

شمعِ محفل ہو کے تُو جب سوز سے خالی رہا

تیرے پروانے بھی اس لذّت سے بیگانے رہے

رشتۂ اُلفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تُو

پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

شوقِ بے پروا گیا، فکرِ فلک پیما گیا

تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے

وہ جگر سوزی نہیں، وہ شعلہ آشامی نہیں

فائدہ پھر کیا جو گردِ شمع پروانے رہے

خیر، تُو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے

اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ میخانے رہے

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہُوئی مِینا اُسے

کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

آج ہیں خاموش وہ دشتِ جُنوں پرور جہاں

رقص میں لیلیٰ رہی، لیلیٰ کے دیوانے رہے

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی
شہر اُن کے مِٹ گئے آبادیاں بَن ہوگئیں

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہوگئیں

دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہوگئیں

خود تجلّی کو تمنّا جن کے نظّاروں کی تھی
وہ نگاہیں نااُمیدِ نُورِ ایمن ہوگئیں

اُڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں
دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہوگئیں

وسعتِ گردُوں میں تھی ان کی تڑپ نظّارہ سوز
بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہوگئیں

دیدۂ خونبار ہو منّت کشِ گلزار کیوں
اشکِ پیہم سے نگاہیں گُل بہ دامن ہوگئیں

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظُلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

مُژدہ اے پیمانہ بردارِ خُمستانِ حجاز!
بعد مُدّت کے ترے رِندوں کو پھر آیا ہے ہوش

نقدِ خودداری بہائے بادۂ اغیار تھی
پھر دکاں تیری ہے لبریزِ صدائے نا و نوش
ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہ سیمایانِ ہند
پھر سُلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش
پھر یہ غوغا ہے کہ لا ساقی شرابِ خانہ ساز
دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش
نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں
ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش
در غمِ دیگر بسوز و دیگراں را ہم بسوز
گفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش! ٦
کہہ گئے ہیں شاعری جُزویست از پیغمبری
ہاں سُنا دے محفلِ مِلّت کو پیغامِ سروش
آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

رہزنِ ہمّت ہُوا ذوقِ تن آسانی ترا
بحر تھا صحرا میں تُو، گلشن میں مثلِ جُو ہوا
اپنی اصلیّت پہ قائم تھا تو جمعیّت بھی تھی
چھوڑ کر گُل کو پریشاں کاروانِ بُو ہوا

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرارِ حیات
یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم، کبھی آنسو ہوا

پھر کہیں سے اس کو پیدا کر، بڑی دولت ہے یہ
زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا

آبرو باقی تری ملّت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی، دنیا میں رسوا تُو ہوا

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ
یعنی اپنی مے کو رسوا صورتِ مینا نہ کر

خیمہ زن ہو وادیِ سینا میں مانندِ کلیم
شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر

شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجامِ ستم
صَرفِ تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر

تُو اگر خوددار ہے، منّت کشِ ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر

کیفیت باقی پُرانے کوہ و صحرا میں نہیں
ہے جُنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر

خاک میں تجھ کو مُقدر نے مِلایا ہے اگر
تو عصا اُفتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر

ہاں، اسی شاخِ کُہن پر پھر بنالے آشیاں
اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر

اس چمن میں پیروِ بُلبل ہو یا تلمیذِ گُل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تُو
لب کُشا ہو جا، سرُودِ بربطِ عالَم ہے تُو

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تُو، کھیتی بھی تُو، باراں بھی تُو، حاصل بھی تُو

آہ، کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تُو، رہرو بھی تُو، رہبر بھی تُو، منزل بھی تُو

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو، ساحل بھی تُو

دیکھ آکر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی
قیس تُو، لیلیٰ بھی تُو، صحرا بھی تُو، محمل بھی تُو

وائے نادانی کہ تُو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تُو، مِینا بھی تُو، ساقی بھی تُو، محفل بھی تُو

شعلہ بن کر پھُونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

بے خبر! تُو جوہرِ آئینۂ ایّام ہے
تُو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اپنی اصلیّت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تُو
قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تُو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے

سینہ ہے تیرا امیں اُس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، پنہاں بھی ہے

ہفت کِشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

اب تلک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکُوت
اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے؟

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گُلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

دل کی کیفیّت ہے پیدا پردۂ تقریر میں
کِسوَتِ مِینا میں مے مستور بھی، عُریاں بھی ہے

پھُونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے
اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے

راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ
جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ!

آسماں ہوگا سحر کے نُور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنّم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گُل کی ہم نفَس بادِ صبا ہو جائے گی
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی
دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
موجِ مُضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی
پھر دِلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجُود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
نالۂ صیّاد سے ہوں گے نوا ساماں طُیور
خونِ گُل چیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

موجِ نفس: سانس کی لہر، ہوا. اجل: موت، بجھ جانا. لب: ہونٹ. نوا پیرا: نغمہ/گیت الاپنے والا. مضمر: چھپا ہوا. فطرت: مزاج، سرشت، خمیر. سوز: جلنے کی حالت، تپش. فروزاں: روشن. پروانوں: مراد عاشقوں. سودا: جنون، عشق. گریہ ساماں: رونے والی (موم بتی کے قطرے مراد ہیں). طوفانِ اشک: آنسوؤں کی کثرت. شبنم افشاں: مراد اوس کی طرح رونے والا. بزمِ گل: پھولوں کی محفل، یعنی عاشق لوگ. گل بداماں: جھولی میں پھول لیے، مراد آباد. میری شب کا لہو: پھولوں کی سُرخی کو شب کا لہو کہا. امروز: آج، زمانہ حال. فردا: آنے والا کل، مستقبل. سوزِ دروں: مراد دل کا سوز و گداز. لقب: کسی خاص صفت کی بنا پر دیا گیا نام. انجمن: مراد قوم. پیمانہ: دل. بے صہبا: شراب یعنی محبت سے خالی. شعار: طور طریقہ. آئینِ ملت: قوم کا دستور/چلن. زشت رُوئی: بدصورتی، عمل اچھے نہ ہونا. آئینہ: شخصیت. پہلو: مراد دل. شوریدہ سر: دیوانہ، پاگل. قیس: مجنوں کا نام، مراد عاشق خدا اور رسولؐ کے. محفل: قوم. تنگ: مراد چھوٹا، محدود. محمل ہے بے لیلا تیرا: مراد عشق کا دعویٰ تو ہے لیکن کوئی محبوب تیرے پیشِ نظر نہیں. دُرِ تابندہ: چمکدار موتی. پروردۂ آغوشِ موج: لہروں کی گود میں پالا ہوا، مراد اسلام سے ظاہری تعلق رکھنے والا عملاً اس سے دور. برہم: الٹ پلٹ. ترنم: مراد اہلِ قوم کو شاعری سنانے کا عمل. نغمہ: گانا. بے موسم: بے موقع. ذوقِ تماشا: دیکھنے/نظارہ کرنے کا شوق. وہ تو رخصت ہو گئے: اشارہ ہے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شہید ہونے والے لوگوں کی طرف. وعدۂ دیدارِ عام: ہر مسلمان سے محبوب کے دیدارِ عام کا وعدہ. تو کیا: کیا فائدہ. شعلہ آشام: عشق کی آگ بھڑکانے والی شراب پینے والے. آتش بجام: مراد عشق کی آگ تیز کرنے والی شاعری. جمعیت: جماعت کی صورت. بادِ بہاری: موسم بہار کی ہوا جو پھول کھلاتی ہے. آخرِ شب: رات کا آخری حصہ. بسمل: زخمی. صبحِ دم: صبح کے وقت. کوئی: مراد محبوب. بالائے بام: چھت پر. وہ شعلہ: مراد وہ جذبۂ عشق جو پہلے مسلمانوں میں تھا. سودائی: دیوانہ، بےحد چاہنے والا. سوزِ تمام: عشق کے جذبوں کی پوری پوری تپش/حرارت. پھول: مراد اہلِ ملت. بے پروا: جنھیں

کوئی دلچسپی نہیں۔ گرمِ نوا: مراد بذریعہ شاعری جذبۂ عشق تیز کرنے میں مصروف۔ بے حس: جسے اپنے نقصان کا احساس نہ ہو۔ درا: قافلے کی گھنٹی۔ شمعِ محفل: مراد ملت / قوم کا رہنما۔ لذت سے بیگانہ: کسی چیز کے لطف کا احساس نہ رکھنے والا۔ رشتۂ الفت میں پرونا: باہمی محبت پیدا کرنا۔ تسبیح کے دانے: مراد مسلمان / افراد قوم۔ فکرِ فلک پیما: بہت بلند شاعرانہ سوچ / تخیل۔ فرزانے: جمع فرزانہ، عقلمند۔ جگر سوزی: جذبۂ عشق کی گرمی۔ شعلہ آشامی: عشق کے جذبوں کی آگ تیز کرنے کا عمل۔ خیر: چلو مان لیا۔ مے کش: شراب پینے والا۔ پیمانے گردش میں رہنا: مراد علم وحکمت اور عشق ومعرفت کا دور دورہ ہونا۔ دشت جنوں پرور: عشق کے جذبوں کو تیز کرنے والا صحرا، دینی علوم کے مدرسے اور خانقاہیں۔ لیلیٰ کا رقص میں رہنا: دین کو پھیلانے کے لیے عملی اقدام کرنا۔ وائے ناکامی: افسوس ہے (منزل نہ ملنے پر)۔ متاعِ کارواں: قافلے کی پونجی / دولت۔ احساسِ زیاں: نقصان کو محسوس کرنے کی حالت۔ ہنگاموں: مراد جدوجہد، عمل۔ ویرانے: اجڑی جگہیں۔ بن ہونا: اجڑ جانا۔ سطوت: دبدبہ، شان۔ توحید: خدا کو ایک ماننا۔ جن نمازوں: مراد پہلے مسلمانوں کی اسلام سے مکمل وابستگی۔ نذرِ برہمن ہو گئیں: یعنی مسلمانوں نے ہندوؤں کے طور طریقے اپنا لیے۔ دہر: زمانہ۔ عیشِ دوام: ہمیشہ ہمیشہ کی خوشی ومسرت۔ آئیں کی پابندی: دستور / قانون پر سختی سے عمل۔ سامانِ شیون: رونے پیٹنے کا سبب۔ تجلی: جلوہ، دیدار۔ نورِ ایمن: طور کی طرف اشارہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدائی نور کی جھلک دکھائی دی تھی۔ پابند: قید۔ نشیمن: گھونسلا۔ گردوں: آسمان۔ نظارہ سوز: نظارے کو جلانے والی۔ آسودہ: آرام کرنے والی۔ دامانِ خرمن: فصل / پیداوار کا پلو، مراد غفلت میں ڈوبا ہوا۔ دیدۂ خونبار: خون رونے والی آنکھ۔ بہت غمگین۔ منت کش: احسان اٹھانے والی۔ اشکِ پیہم: مسلسل آنسو بہنے کی حالت۔ گل بداماں: جس کی جھولی میں سرخ پھول ہوں۔ شامِ غم: مراد اس وقت کے دکھ بھرے حالات (غلامی)۔ صبحِ عید: مراد اچھے دن (آزادی وغیرہ)۔ ظلمتِ شب: رات کی تاریکی۔ مژدہ: خوش خبری، مبارک باد۔ پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز: مراد اسلام سے محبت کرنے والا۔ رند: مراد سچا مسلمان۔ نقدِ خودداری: غیرت کی نقدی، یعنی غیرت۔ بہائے بادۂ اغیار: غیروں کی شراب (طور طریقوں) کی قیمت۔ لبریز صدائے ہاؤ نوش: مراد جذبوں میں پھر تیزی آنے لگی ہے۔ ماہ سیمایانِ ہند: ہندوستان کے حسین، مراد غیر اسلامی تصورات وغیرہ۔ سلیمیٰ کی نظر: مشہور عرب حسینہ، مراد اسلامی اصول۔ خروش: شور وغوغا، مراد اسلام سے جذبۂ محبت کی بیداری۔ غوغا: شور، ہنگامہ۔ شرابِ خانہ ساز: مراد اسلامی آداب اور تہذیب۔ ہنگامے: جذبے۔ مغرب: یورپ۔ نغمہ پیرا: گیت گانے والا، شاعری سے جذبے بیدار کرنے والا۔ ہنگامہ: وقت۔ سحر کا آسماں: صبح کا آسماں، مراد اسلام۔ خورشید: سورج۔ مینا بدوش: کندھوں پر شراب کی صراحی لیے، مراد عمل اور جدوجہد کے لیے تیار۔ کہہ گئے ہیں: یعنی کسی کا قول ہے۔ شاعری

جز ویست از پیغمبری: با مقصد شاعری پیغمبری ہی کا ایک حصہ ہے۔ سروش: فرشتہ۔ دل کو زندہ کرنا: مراد پھر سے دلوں میں پہلے والے جذبے پیدا کرنا۔ سوز جوہر گفتار: مراد اعلیٰ مقصد کی حامل شاعری کی تاثیر۔ رہزن ہمت: حوصلہ ختم کرنے والا۔ ذوق تن آسانی: سستی اور غفلت کا شوق۔ مثل جو: ندی کی طرح۔ اصلیت پہ قائم: مراد اسلامی اصولوں پر قائم زندگی۔ جمعیت: مراد قوم کا متحد ہونا۔ اسرار: جمع سِر، بھید۔ گوہر: موتی۔ دل بیگانہ پہلو ہونا: عشق و عمل کے جذبوں سے خالی ہونا۔ آبرو: عزت، شان۔ فرد: شخص، آدمی۔ قائم: برقرار۔ ربط ملت: اپنی قوم سے وابستہ رہنے کی حالت۔ کچھ نہیں: بیکار ہے۔ مستور: چھپا ہوا۔ خیمہ زن ہونا: ڈیرا ڈالنا۔ وادی سینا: مراد قدرت کے مظاہر۔ شعلۂ تحقیق: حقیقت تک رسائی کی آگ۔ غارت گر کاشانہ: مراد غیر حقیقی / قیاس پر مبنی خیالات کو ختم کرنے والا / مٹانے والا۔ انجام ستم: ظلم کا نتیجہ۔ صرف تعمیر سحر کر: مراد روشنی کی عمارت بنانے پر خرچ کر۔ خاکستر پروانہ: پتنگے کی راکھ۔ منت کش: احسان مند۔ عین: ٹھیک۔ حباب آسا: بلبلے کی طرح نگوں: الٹا۔ کیفیت: مزہ۔ پرانے کوہ و صحرا: جو پہاڑ، جنگل وغیرہ کبھی فتح کیے گئے تھے۔ عصا: سہارے کی لاٹھی۔ افتاد: گرنے کی حالت۔ مثال دانہ: بیج کی طرح۔ ہاں: دیکھ۔ شاخ کہن: پرانی ٹہنی۔ اہل گلشن: مراد اہل وطن۔ شہید: مراد متاثر۔ نغمۂ مستانہ: جذبوں سے پُر شاعری۔ پیرو: پیروی کرنے / پیچھے چلنے والا۔ تلمیذ: شاگرد۔ سراپا: مکمل طور پر۔ بے صدا: جس کی آواز نہ ہو۔ رم شبنم: اوس کے قطروں کا آواز کے بغیر گرنا۔ سرود بر لبِ عالم: دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اسلام کی سُریلی آواز۔ دہقاں: کسان۔ باراں: بارش۔ حاصل: پیداوار جستجو: تلاش۔ آوارہ رکھنا: بے چینی کی حالت میں پھرانا۔ رہرو: راہ چلنے والا، مسافر۔ رہبر: راستے پر لے جانے والا۔ اندیشہ: ڈر۔ ناخدا: ملاح۔ کوچہ: گلی۔ چاک گریباں: گریباں کا پھٹا ہوا حصہ۔ قیس: مجنوں، عاشق۔ لیلیٰ: یعنی محبوب۔ وائے نادانی: افسوس ہے اس ناسمجھی پر۔ محتاج: ضرورت مند، احسان اُٹھانے والا۔ خاشاک غیر اللہ: یعنی اللہ کے سوا جو کچھ دنیا میں ہے وہ کوڑا کرکٹ ہے۔ باطل: کفر۔ غارت گر: تباہ کرنے والا۔ جوہر آئینۂ ایام: زمانے کے آئینے کی چمک دمک۔ خدا کا آخری پیغام: مراد قرآن کریم پر ایمان رکھنے والا۔ اصلیت: حقیقت۔ بحر بے پایاں: بیحد وسیع سمندر۔ گرفتار: پکڑا ہوا، قیدی۔ طلسم ہیچ مقداری: خود کو بے حیثیت / اہمیت سمجھنے کا جادو۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ شوکت: دبدبہ۔ امیں: کسی کی امانت رکھنے والا۔ پیام ناز: خوبصورت پیغام، یعنی اسلام۔ اُس: مراد خدا۔ انتظام دہر: زمانے کا نظم ونسق / بندوبست۔ پیدا: ظاہر۔ پنہاں: چھپا ہوا۔ ہفت کشور: مراد ساری کائنات۔ تسخیر ہونا: قابو میں آنا، فرماں بردار بننا۔ بے تیغ و تفنگ: تلوار اور بندوق کے بغیر۔ وہ سامان: یعنی اسلام اور حضور اکرمؐ سے محبت کا جذبہ۔ کوہ فاراں: مکہ معظمہ کی پہاڑی جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا۔ شاہد: گواہ۔ سکوت: خاموشی۔ تغافل پیشہ: غفلت اختیار کرنے والا۔ وہ پیماں: اس

وعدے کی طرف اشارہ ہے جو حضور اکرمؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے مسلمان اشاعتِ اسلام کے لیے کرتے تھے۔ ناداں: ناسمجھ، کم عقل۔ قناعت کرنا: تھوڑے پر بھی راضی ہو جانا۔ تنگیِ داماں: جھولی کا چھوٹا ہونا مراد اسلام کی تھوڑی خدمت۔ کیفیت: حالت۔ پیدا: ظاہر۔ پردۂ تقریر: مراد گفتگو کے اندر۔ کسوت: مراد غلاف۔ مینا: شراب کی صراحی۔ مستور: چھپی ہوئی۔ عُریاں: مراد ظاہر۔ آتش نوائی: دلوں میں جذبوں کی گرمی پیدا کرنے والی شاعری۔ زندگانی کا ساماں: ایسی بات جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ جلوۂ تقدیر: تقدیر کا سامنے ہونا۔ سحر: صبح، مراد آزادی اور اسلام کا روشن مستقبل۔ آئینہ پوش: مراد چمکنے والا۔ ظلمت: اندھیرا، غلامی/باطل۔ سیماب پا: مراد بھاگ جانے/دور ہو جانے والی۔ ترنّم آفریں: مراد نغمے کا سا کیف رکھنے والی۔ نکہتِ خوابیدہ: سوئی ہوئی خوشبو یعنی جو ابھی کلی میں ہے۔ غنچے کی نوا: کلی کھلنے کی آواز۔ سینۂ چاکانِ چمن: یعنی پھول، مراد اہلِ اسلام۔ بزمِ گُل: مراد اسلام کے عاشقوں کی محفل۔ ہم نفس: ایک ساتھ سانس لینے والا، ساتھی۔ شبنم افشانی: مراد دلوں پر اثر کرنے والی شاعری۔ سوز و ساز: مراد باہمی عشق و محبت کے پُر جوش جذبے۔ اس چمن: مراد وطن۔ ہر کلی: مراد ہر فرد/شخص۔ درد آشنا: عشق کے جذبوں سے واقف۔ سطوتِ رفتارِ دریا: مراد کفر/باطل کی قوتوں کا دبدبہ۔ مآل: انجام، آخر۔ موجِ مضطر: بےچین لہر، مراد اسلام دشمنوں کے فتنے۔ زنجیرِ پا: مراد مصیبت کا باعث۔ پیغامِ سجود: مراد خدا کے حضور سر بسجدہ ہونے کا پیغام، توحید کی طرف توجہ۔ خاکِ حرم: کعبہ کی سرزمین۔ نوا ساماں: چہچہانے والے، خوش ہونے والے۔ طیور: جمع طائر، پرندے یعنی مسلمان۔ گل چیں: پھول توڑنے والا، مراد ظالم دشمن۔ رنگیں قبا: سرخ لباس (جو خوشی کی علامت ہے)۔ محوِ حیرت: حیرانی میں ڈوبا ہوا۔ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی: مراد بہت بڑا انقلاب آئے گا۔ شب گریزاں ہوگی: کفر کی تاریکیاں دور ہو جائیں گی۔ جلوۂ خورشید: مراد اسلام کی روشنی۔ چمن: ملک، ہندوستان۔ معمور: بھرا ہوا، پُر۔ نغمۂ توحید: خدا کی وحدت کا ترانہ۔

۱۔ کل شام میں اپنے اُجڑے گھر میں شمع سے یہ کہہ رہا تھا کہ تیری زلفوں کے لیے پتنگے کے پر ایک کنگھی کا کام دیتے ہیں۔

۲۔ دنیا میں میری حالت بیابان میں اُگنے والے (سرخ رنگ کے پھول) لالہ کے چراغ کی سی ہے (سرخی کی بنا پر لالہ کو چراغ کہا) جسے جلنے/روشنی پھیلانے کے لیے نہ تو کوئی محفل میسر آئی اور نہ کوئی گھری نصیب ہوا

۳۔ ایک مدت تک میں بھی تیری طرح اپنی جان کو جلاتا رہا لیکن میرے شعلے کے گرد کسی ایک پتنگے نے بھی چکر نہ لگایا/نہ اُڑا۔

۴۔ میری تمناؤں کی ماری جان میں سیکڑوں جلوے تڑپ رہے ہیں لیکن اس محفل سے تو ایک بھی دل دیوانہ / عاشق نہیں اُٹھ رہا۔

۵۔ تو نے کہاں سے یہ دنیا کو روشن کرنے والی آگ حاصل کر لی اور ایک معمولی سے کیڑے (پتنگے) کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی سی عشق کی تڑپ سکھا دی۔

۶۔ دوسرے یعنی ملت کے غم میں جل اور دوسروں کو بھی جلا۔ میں نے تجھے یہ ایک بڑی روشن بات بتائی ہے اگر تو سن سکتا ہے تو توجہ سے سن۔

مسلم

(جون ۱۹۱۲ء)

ہر نفَس اقبالؔ تیرا آہ میں مستور ہے
سینۂ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے

نغمۂ اُمید تیری بربطِ دل میں نہیں
ہم سمجھتے ہیں یہ لیلیٰ تیرے محمل میں نہیں

گوش آوازِ سرودِ رفتہ کا جویا ترا
اور دل ہنگامۂ حاضر سے بے پروا ترا

قصۂ گل ہم نوایانِ چمن سنتے نہیں
اہلِ محفل تیرا پیغامِ کُہن سنتے نہیں

اے درائے کاروانِ خفتہ پا! خاموش رہ
ہے بہت یاس آفریں تیری صدا خاموش رہ

زندہ پھر وہ محفلِ دیرینہ ہوسکتی نہیں
شمع سے روشن شبِ دوشینہ ہوسکتی نہیں

ہم نشیں! مسلم ہُوں مَیں، توحید کا حامل ہُوں مَیں
اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادِل ہُوں مَیں
نبضِ موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے
اور مسلم کے تخیّل میں جسارت اس سے ہے
حق نے عالم اس صداقت کے لیے پیدا کیا
اور مجھے اس کی حفاظت کے لیے پیدا کیا
دہر میں غارت گرِ باطل پرستی مَیں ہُوا
حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ ہستی مَیں ہُوا
میری ہستی پیرہن عُریانیِ عالم کی ہے
میرے مِٹ جانے سے رُسوائی بنی آدم کی ہے
قسمتِ عالم کا مسلم کوکبِ تابندہ ہے
جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے
آشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اَسرارِ حیات
کہہ نہیں سکتے مجھے نومیدِ پیکارِ حیات
کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسا اپنی ملّت کے مقدر پر مجھے
یاس کے عُنصر سے ہے آزاد میرا روزگار
فتحِ کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار

ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہدِ کُہن رہتا ہُوں مَیں
اہلِ محفل سے پُرانی داستاں کہتا ہُوں مَیں
یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اِکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے
سامنے رکھتا ہُوں اُس دورِ نشاط افزا کو مَیں
دیکھتا ہُوں دوش کے آئینے میں فردا کو مَیں

آہ: مراد اسلام سے محبت کا جذبہ. مستور: چھپا ہوا. سینۂ سوزاں: عشق کی آگ میں تپنے والا دل. فریاد سے معمور: گریہ وزاری سے پُر. نغمۂ اُمید: اُمید کا ترانہ، پُر امیدی. بر لبِ: با جا. لیلیٰ: یعنی اُمید. محمل: کجاوہ یعنی دل. گوش: کان. سرودِ رفتہ: مراد ماضی کے مسلمانوں کے شاندار کارنامے. جویا: تلاش کرنے والا. ہنگامۂ حاضر: مراد موجودہ دور کے قومی مسائل. ہم نوایانِ چمن: مراد اہلِ وطن. اہلِ محفل: اہلِ وطن. پیغامِ کہن: شاندار ماضی اسلام کی باتیں. درا: کے کاروانِ خفتہ پا: مراد عمل/ جدوجہد سے عاری مسلمانوں کو بیدار کرنے والا. یاس آفریں: مایوسی پھیلانے والی. محفلِ دیرینہ: پرانی محفل. شبِ دوشینہ: کل گزری ہوئی رات. ہم نشیں: ساتھ بیٹھنے والا. توحید کا حامل: جس کا خدا کی وحدت پر ایمان ہو. شاہدِ عادل: انصاف پسند گواہ. نبضِ موجودات: کائنات کی حرکت کرنے والی رگ. تخیل: قوتِ خیال. جسارت: دلیری. حق: خدا. غارت گر: مٹانے/ تباہ کرنے والا. باطل پرستی: کُفر یا بے حقیقت باتوں کی عبادت. مَیں: مسلمان، اسلام. حافظ: حفاظت کرنے والا. ناموسِ ہستی: وجود/ کائنات کی عفت/ حرمت. بنی آدم: انسان. کوکبِ تابندہ: چمکتا ہوا ستارہ. تابانی: چمک. افسونِ سحر: صبح کا جادو، مراد روشنی. آشکارا: ظاہر. نومید: نا امید، جو مایوس ہو چکا ہو. عنصر: مادہ، بنیاد. روزگار: زمانہ، دنیا. فتحِ کامل: مکمل فتح. جوشِ کارزار: شدید جنگ وجدال، لڑائی عروج پر ہونا. چشم بر عہدِ کہن رہنا: اسلام کے شاندار ماضی پر نظر رہنا. اہلِ محفل: اہلِ ملت. پرانی داستاں: وہی شاندار ماضی. عہدِ رفتہ: گزرا ہوا زمانہ. اِکسیر: ایسا مادہ جو تانبے کو سونا بنا دیتا ہے کیمیا. دورِ نشاط افزا: خوشی ومسرت بڑھانے والا زمانہ. دوش: گزرا ہوا کل، ماضی. فردا: آنے والا کل، مستقبل.

حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہُوا
جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہُوا
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظامِ کُہنۂ عالم سے آشنا نہ ہُوا

فرشتے بزمِ رسالتؐ میں لے گئے مجھ کو
حضورِ آیۂ رحمتؐ میں لے گئے مجھ کو

کہا حضورؐ نے، اے عندلیبِ باغِ حجاز!
کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوشِ جامِ وِلا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز
اُڑا جو پستیِ دنیا سے تُو سُوئے گردُوں
سِکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے برنگِ بُو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تُو آیا؟

"حضورؐ! دہر میں آسودگی نہیں مِلتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں مِلتی
ہزاروں لالہ و گُل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو، وہ کلی نہیں مِلتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے، جنت میں بھی نہیں مِلتی
جھلکتی ہے تری اُمّت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں"

حضور: خدمت۔ رسالت مآبؐ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ گراں: بھاری۔ یہ ہنگامۂ زمانہ: یہ زمانے کی مصیبتیں، اشارہ ہے ۱۹۱۱ء کی جنگ بلقان کی طرف۔ اس موقع پر ترکوں کی مدد کے لیے شاہی مسجد لاہور کے جلسہ میں علامہ نے یہ نظم پڑھی تھی۔ رختِ سفر: سفر کا سازوسامان۔ قیود: جمع قید، قیدیں، پابندیاں۔ بسر کرنا: زندگی گزارنا۔ نظامِ کہنۂ عالم: دُنیا کا پرانا نظم ونسق، دُنیا کے تعلقات۔ آشنا: واقف۔ بزمِ رسالتؐ: حضور اکرمؐ کی محفلِ مبارک۔ آیۂ رحمت: رحمت کی نشانی یعنی حضور اکرمؐ جنھیں تمام کائنات کے لیے رحمت کہا گیا ہے۔ عندلیب: بلبل۔ باغِ حجاز: مراد چمنِ اسلام۔ گرمیِ نوا: مراد عشق کی حرارت سے پُر شاعری۔ گداز: پگھلی ہوئی، بیحد متاثر۔ سرخوش: بہت خوش، بہت مست۔ جامِ ولا: (حضورؐ کی) محبت کا جام۔ فتادگی: عاجزی، انکسار۔ غیرتِ سجودِ نیاز: جو عاجزی/ خاکساری والے سجدے کے لیے باعثِ رشک ہو۔ پستی: نیچائی۔ سُوئے گردوں: آسمان کی طرف۔ مَلائک: جمع مَلک، فرشتے۔ رفعتِ پرواز: مراد شاعرانہ تخیل کی بلندی۔ بہ رنگِ بو: خوشبو کی طرح آسودگی: سکون، آرام۔ لالہ وگل: مراد انسان۔ ریاضِ ہستی: زندگی/ وجود کا باغ، دنیا۔ نذر: تحفہ۔ آبگینہ: شیشے کا پیالہ۔ جھلکتی ہے: چمکتی ہے نظر آتی ہے۔ طرابلس: ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے ترکی کے اس شہر پر حملہ کر کے بہت سے ترکوں کو شہید کر دیا تھا۔

شفاخانۂ حجاز

اک پیشوائے قوم نے اقبالؔ سے کہا
کھلنے کو جدّہ میں ہے شفاخانۂ حجاز
ہوتا ہے تیری خاک کا ہر ذرّہ بے قرار
سنتا ہے تُو کسی سے جو افسانۂ حجاز
دستِ جنوں کو اپنے بڑھا جَیب کی طرف
مشہور تُو جہاں میں ہے دیوانۂ حجاز

دارالشفا حوالیِ بطحا میں چاہیے
نبضِ مریض پنجۂ عیسیٰ میں چاہیے

میں نے کہا کہ موت کے پردے میں ہے حیات
پوشیدہ جس طرح ہو حقیقت مجاز میں
تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مِل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمرِ دراز میں
اَوروں کو دیں حضور! یہ پیغامِ زندگی
مَیں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

آئے ہیں آپ لے کے شِفا کا پیام کیا
رکھتے ہیں اہلِ درد مسیحا سے کام کیا!

شفا خانہ حجاز: جدہ (حجاز کی بندرگاہ) میں ایک ہسپتال کھُلنے پر یہ نظم کہی گئی۔ افسانۂ حجاز: حجاز/ اسلام کی بات۔ دستِ جنوں: عشق یا دیوانگی کا ہاتھ۔ جیب: گریبان۔ دار الشفا: شفاخانہ، ہسپتال۔ حوالی: آس پاس۔ بطحا: وادیٔ مکہ۔ نبض: ہاتھ کی وہ رگ جس سے مرض کا پتا چلاتے ہیں۔ پنجہ: مراد ہاتھ۔ عیسیٰ: حضرت عیسیٰؑ، ڈاکٹر، طبیب۔ حیات: زندگی۔ پوشیدہ: چھُپی ہوئی۔ حقیقت: اصلیت۔ مجاز: مراد اشارے/ کنائے یا استعارے۔ تلخابہ: کڑوا پانی۔ اجل: موت۔ خضر: ایک روایتی پیغمبر جنھوں نے ''آبِ حیات'' پی کر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پائی۔ مے عمر دراز: لمبی یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کی شراب۔ اَوروں کو: دوسروں کو۔ حضور: جنابِ عالی، آپ۔ شفا: صحت، تندرستی۔ اہلِ درد: مراد عاشق لوگ، حضور اکرمؐ کے عاشق۔ مسیحا: مراد طبیب، ڈاکٹر۔

جوابِ شکوہ

دِل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
قُدسی الاصل ہے، رفعت پہ نظر رکھتی ہے
خاک سے اُٹھتی ہے، گردُوں پہ گزر رکھتی ہے
عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چِیر گیا نالۂ بے باک مرا

پیرِ گردُوں نے کہا سُن کے، کہیں ہے کوئی
بولے سیّارے، سرِ عرشِ بریں ہے کوئی
چاند کہتا تھا، نہیں! اہلِ زمیں ہے کوئی
کہکشاں کہتی تھی، پوشیدہ یہیں ہے کوئی
کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رِضواں سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا
عرش والوں پہ بھی کُھلتا نہیں یہ راز ہے کیا!
تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا!
آ گئی خاک کی چُٹکی کو بھی پرواز ہے کیا!

غافل آداب سے سُکّانِ زمیں کیسے ہیں
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں!

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے
تھا جو مسجودِ ملائک، یہ وہی آدم ہے!
عالِم کیف ہے، دانائے رموزِ کم ہے
ہاں مگر عجز کے اَسرار سے نامحرم ہے

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

آئی آواز، غم انگیز ہے افسانہ ترا
اشکِ بے تاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا
آسماں گیر ہُوا نعرۂ مستانہ ترا
کس قدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ ترا

شُکر شِکوے کو کِیا حُسنِ ادا سے تُو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تُو نے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دِکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی، یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، اِلحاد سے دل خُوگر ہیں
اُمّتی باعثِ رُسوائیِ پیغمبرؐ ہیں
بُت شکن اُٹھ گئے، باقی جو رہے بُت گر ہیں
تھا براہیم پِدَر اور پِسَر آزر ہیں
بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خُم بھی نئے
حرَمِ کعبہ نیا، بُت بھی نئے، تُم بھی نئے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا
نازشِ موسمِ گُل لالۂ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا
کبھی محبوب تمھارا یہی ہرجائی تھا
کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کرلو
ملّتِ احمدِ مُرسلؐ کو مَقامی کرلو!

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے! ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمھی کہہ دو، یہی آئینِ وفاداری ہے؟

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دُنیا میں کوئی فن، تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ، وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو

ہو نِکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے
کیا نہ بیچو گے جو مِل جائیں صنم پتھر کے

صفحۂ دہر سے باطل کو مِٹایا کس نے؟
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی، مگر تُم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!

کیا کہا! بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حور
شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور
مُسلم آئیں ہُوا کافر تو ملے حور و قصور

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے، موسیٰؑ ہی نہیں

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نُقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حَرَمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آئینِ رسُولِ مختار؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟
ہو گئی کس کی نِگہ طرزِ سلَف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں، رُوح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمھارا، تو غریب
اُمَرا نشّۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے مِلّتِ بیضا غُرَبا کے دم سے

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں، رُوحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شور ہے، ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود!
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک
عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نم ناک
تھا شجاعت میں وہ اک ہستیِ فوق الادراک

خود گدازی نمِ کیفیتِ صہبایش بود
خالی از خویش شدن صورتِ مینایش بود ☆

ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا
اُس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسا تھا اُسے قوّتِ بازو پر تھا
ہے تمھیں موت کا ڈر، اُس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا عِلم نہ بیٹے کو اگر اَزبر ہو
پھر پِسر قابلِ میراثِ پِدر کیونکر ہو!

ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو! یہ اندازِ مسلمانی ہے!
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اَسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

تختِ فغفور بھی اُن کا تھا، سریرِ کَے بھی
یونہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیّت ہے بھی؟

خودکُشی شیوہ تمھارا، وہ غیور و خوددار
تم اُخُوّت سے گریزاں، وہ اُخُوّت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بہ کنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُن کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی

مثلِ انجم اُفُقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے
بُتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے
بے عمل تھے ہی جواں، دِین سے بدظن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

قیس زحمت کشِ تنہائیِ صحرا نہ رہے
شہر کی کھائے ہَوا، بادیہ پیما نہ رہے!
وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے
یہ ضروری ہے حجابِ رُخِ لیلا نہ رہے!
گلۂ جَور نہ ہو، شکوۂ بیداد نہ ہو
عشق آزاد ہے، کیوں حُسن بھی آزاد نہ ہو!

عہدِ نَو برق ہے، آتش زنِ ہر خرمن ہے
ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کُہن ایندھن ہے
ملّتِ ختمِ رُسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے
آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گُل بر انداز ہے خونِ شُہدا کی لالی
رنگ گردُوں کا ذرا دیکھ تو عُنّابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی اُفُق تابی ہے

اُمّتیں گلشنِ ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں
اور محرومِ ثمر بھی ہیں، خزاں دیدہ بھی ہیں
سیکڑوں نخل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں
سیکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تُو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا
غیرِ یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا
نخلِ شمع استی و در شعلہ دوَد ریشۂ تو
عاقبت سوز بوَد سایۂ اندیشۂ تو

☆☆

تُو نہ مِٹ جائے گا ایران کے مِٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مِل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تُو ہے
عصرِ نَو رات ہے، دُھندلا سا ستارا تُو ہے

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا
تُو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا

کیوں ہراساں ہے صَہیلِ فرسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نَفَسِ اعدا سے

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

مثلِ بُو قید ہے غُنچے میں، پریشاں ہوجا
رخت بر دوش ہوائے چَمنِستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہوجا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا!

قُوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کردے

ہو نہ یہ پھول تو بُلبل کا ترنّم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسّم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دُنیا میں نہ ہو، تُم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں، دامنِ کُہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشمِ اقوام یہ نظّارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ 'رَفَعنَا لَكَ ذِكرَكَ' دیکھے

مَردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا
وہ تمھارے شُہدا پالنے والی دنیا
گرمیِ مہر کی پروَردہ ہلالی دنیا
عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپَر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ما سِوَی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تُو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

پَر: پرندے کا بازو۔ قدسی الاصل: بنیادی طور پر پاک۔ رفعت: بلندی۔ گردوں: آسمان۔ فتنہ گر: مراد شوخ۔ آسماں چیر گیا: یعنی آسمان سے آگے عرش تک پہنچ گیا۔ نالۂ بیباک: خوف سے خالی فریاد (مراد نظم "شکوہ")۔ سر: اوپر، قریب۔ عرش بریں: مراد خدا کا تخت۔ اہل زمیں: دنیا کا باشندہ، انسان۔ کہکشاں: چھوٹے چھوٹے بیشمار ستاروں کی ایک لمبی قطار۔ رضواں: جنت کا داروغہ۔ جنت سے نکالا ہوا انساں: مراد حضرت آدمؑ۔ راز کھلنا: بھید ظاہر ہونا۔ سرِ عرش: عرش پر۔ تگ و تاز: بھاگ دوڑ۔ خاک کی چٹکی: مراد انسان۔ سکان: جمع ساکن، رہنے والے۔ آداب: جمع ادب، اچھے طور طریقے، سلیقہ۔ شوخ و گستاخ: شریر اور ادب نہ کرنے والے۔ پستی: نیچائی، زمین، دنیا۔ مکیں: رہنے والا/ والے۔ برہم: ناراض۔ مسجودِ ملائک: جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔ عالمِ کیف: کیفیت، یعنی یہ کیسا ہے؟ کے جواب سے واقف۔ دانا: جاننے والا۔ رموز: جمع رمز، اشارے، بھید۔ نکتہ۔ کم: مقدار یا تعداد۔ طاقت گفتار: بول چال کی طاقت۔ سلیقہ: اچھا طریقہ۔ غم انگیز: دُکھ بھرا۔ اشک بیتاب: بے چین آنسو۔ آسماں گیر: آسمان پر چھا جانے والا۔ نعرۂ مستانہ: پُر جوش نعرہ۔ شوخ زباں: بے خوف بات کرنے والا۔ دل دیوانہ: شیدائی/ عاشق دل۔ حُسنِ ادا: اچھا طریقۂ بیان۔ ہم سخن: باہم بات چیت کرنے والے۔ مائل بہ کرم: مہربانی کرنے پر تیار۔ رہرو: چلنے والا، مسافر۔ جوہر قابل: اہلیت/ لیاقت رکھنے والا انسان۔ گِل: مٹی۔ کَی: کے جیسی، کیخسرو، قدیم ایران کا مشہور اور عظیم بادشاہ۔ الحاد: مراد کفر، خدا کے وجود سے انکار۔ خوگر: عادی۔ پیغمبرؐ: حضور اکرمؐ۔ بت گر: بت بنانے والے۔ براہیمؑ: حضرت ابراہیمؑ جنھوں نے نمرود کا بتخانہ توڑا۔ پدر: باپ۔ آزر: حضرت ابراہیمؑ کے والد/ چچا، مراد بت تراش۔ پسر: بیٹا، مراد آج کے مسلمان۔

بادہ آشام: شراب پینے والے، اسلام سے محبت کرنے والے۔ خُم: مٹکا، صراحی۔ حرمِ کعبہ نیا: مراد اصل کعبہ کی بجائے حکمرانوں کو سجدہ کرنا۔ بت بھی نئے: یعنی دولت، مرتبہ سے محبت وغیرہ۔ مایۂ رعنائی: خوبصورتی/تازگی کی دولت، افتخار کا باعث۔ نازش: افتخار، فخر۔ موسمِ گل: بہار کا موسم۔ لالۂ صحرائی: مراد آغازِ اسلام کے مسلمان جو جہد و عمل میں بے مثل تھے۔ یکجائی: کسی ایک سے تعلق رکھنے والا۔ عہدِ غلامی کر لینا: مراد کسی اور کو خدا بنا لینا۔ مقامی کرنا: کسی ایک/خاص جگہ یا قوم تک محدود رکھنا۔ صبح کی بیداری: صبح سویرے اُٹھ کر عبادت کرنے کی حالت۔ طبعِ آزاد: مراد مذہب سے بے نیاز مزاج۔ قیدِ رمضان: روزوں کی پابندی۔ آئینِ وفاداری: ساتھ نبھانے، حقِ دوستی ادا کرنے کا دستور۔ جذبِ باہم: ایک دوسرے کی کشش۔ محفلِ انجم: مراد ستاروں کی گردش کا نظام جو اس کشش سے قائم ہے۔ پروائے نشیمن: مراد وطن کی فکر۔ آسودہ: آرام کرنے والی، بجھی ہوئی۔ خرمن: غلّے کا ڈھیر۔ اسلاف: جمع سلف، پرانے بزرگ، آبا و اجداد۔ مدفن: قبر۔ نکو نام: اچھے نام والا۔ قبروں کی تجارت: مزاروں کے متولیوں کا مریدوں سے نذرانے وصول کرنا۔ صفحۂ دہر: مراد زمانہ۔ جبینوں سے بسانا: سجدے/عبادت کرنا۔ سینوں سے لگانا: مراد پورا پورا احترام کرنا۔ تم کیا ہو؟: یعنی تم میں وہ خوبیاں نہیں۔ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رہنا: غفلت، بے عملی کی زندگی گزارنا۔ بہرِ مسلماں: مسلمانوں کے لیے۔ وعدۂ حور: مومنوں سے جنت میں خوبصورت عورتیں دیے جانے کی طرف اشارہ۔ بےجا: بے موقع، جو صحیح نہ ہو۔ شعور: سلیقہ۔ فاطرِ ہستی: کائنات کو پیدا کرنے والا، خدا۔ ازل سے: کائنات سے بھی پہلے۔ مسلم آئیں: مراد اسلامی اصولوں پر عمل کرنے والا۔ قصور: جمع قصر، محل (جنت میں ملنے والے)۔ چاہنے والا: مراد اچھے عمل کر کے حق دار بننے والا۔ جلوۂ طور: خدا کا جلوہ جو حضرت موسیٰؑ کو طور پر نصیب ہوا۔ موسیٰؑ: مراد حضرت موسیٰؑ کا سا عشق رکھنے والا۔ منفعت: فائدہ۔ ایک ہونا: آپس میں اتفاق و محبت ہونا۔ فرقہ بندی: فرقہ پرستی (جو آج بہت زوروں پر ہے)۔ ذاتیں: مراد ذات برادری کا تعصب۔ پنپنا: پھلنا پھولنا۔ تارک: چھوڑنے والا، عمل نہ کرنے والا۔ آئینِ رسولِ مختار: مراد شریعتِ محمدیؐ۔ معیار: کسوٹی۔ سمانا: یعنی پیشِ نظر ہونا۔ شعار: طور طریقے۔ اغیار: جمع غیر، یعنی غیر مسلم قومیں۔ طرزِ سلف: پرانے بزرگوں کے طور طریقے۔ سوز: عشق کی حرارت۔ پاس: لحاظ۔ صف آرا: نماز کی خاطر صف بندی کرنے والے۔ پردہ رکھنا: کسی کے عیب ظاہر نہ کرنا۔ ملّتِ بیضا: روشن قوم، ملتِ اسلامیہ۔ واعظِ قوم: ملت کے مذہبی رہنما۔ پختہ خیالی: اسلامی عقیدوں پر مضبوطی سے قائم رہنے کی حالت۔ برقِ طبعی: تقریر میں جلد اثر کرنے والی کیفیت۔ شعلہ مقالی: گفتگو/تقریر میں عشق کی گرمی۔ روحِ بلالیؓ: حضرت بلالؓ کا سا جذبۂ عشق۔ فلسفہ: مراد خالی باتیں ہی باتیں۔ تلقینِ غزالی: مشہور فلسفی اور صوفی امام غزالی (۱۰۵۸ء ـ ۱۱۱۱ء) کا عشقِ حقیقی سے متعلق درس۔ مرثیہ خواں: دکھ کا اظہار کرنے والی۔ صاحبِ اوصافِ حجازی: صحیح

اسلامی خوبیاں اور طور طریقے رکھنے والے۔ نابود: فنا۔ تھے بھی کہیں مسلم موجود: یعنی کہیں بھی نہیں تھے۔ نصاریٰ: جمع نصرانی، عیسائی۔ تمدن: شہری یا عام زندگی گزارنے کے طور طریقے۔ یوں تو سیّد...... : یعنی برادری اور قبیلے کے حوالے سے اپنی پہچان کرانے والے۔ دمِ تقریر: بات کرتے وقت۔ لوث: آلودگی، عیب ملاوٹ۔ مراعات: ایک دوسرے کا لحاظ (جس سے انصاف متاثر ہوتا ہے)۔ شجرِ فطرت: مزاج/سرشت کا درخت، مراد مزاج۔ نمناک: تروتازہ۔ فوق الادراک: جس کی عظمت کو سمجھنا عقل سے باہر ہے۔ رگِ باطل: کفر کی رگ۔ نشتر: وہ اوزار جس سے رگ کو چھیڑ کر گندا خون نکالا جاتا ہے۔ آئینۂ ہستی: زندگی کا آئینہ۔ جوہر: آئینے کی چمک۔ قوتِ بازو: بازوؤں کی طاقت، مراد جہاد۔ زمہ: نباتی یاد۔ ذوقِ تن آسانی: آرام طلبی اور سستی کا شوق/لطف۔ حیدری فقر: حضرت علیؓ کی سی دنیاوی لالچ سے بے نیازی۔ دولتِ عثمانیؓ: حضرت عثمانؓ کا سا مال و دولت اور ایثار۔ کیا نسبتِ روحانی ہے: یعنی کوئی روحانی تعلق نہیں ہے۔ مسلماں ہو کر: یعنی اسلام پر پوری طرح عمل کر کے۔ تارکِ قرآں: قرآن چھوڑنے (عمل نہ کرنے) والا۔ آپس میں غضب ناک: مراد ایک دوسرے کے دشمن۔ خطا بیں: دوسروں میں خامیاں/غلطیاں تلاش کرنے والا۔ خطا پوش: دوسروں کی خامیوں/برائیوں پر پردہ ڈالنے والا۔ اوجِ ثریا: ثریا ستارے کی سی بلندی۔ قلبِ سلیم: مراد اسلامی جذبوں سے سرشار دل۔ فغفور: قدیم چین کے بادشاہوں کا لقب۔ سریر: تخت۔ کے: کیخسرو، قدیم ایران کا عظیم بادشاہ خسرو۔ شیوہ: طریقہ، انداز۔ گریزاں: بھاگنے والا/والے۔ گفتار سراپا: صرف باتیں ہی باتیں۔ سراپا کردار: مکمل طور پر عملی جدوجہد کرنے والے۔ گلستاں بہ کنار: مراد دامن پھولوں سے بھرا ہوا۔ نقش: لکھا ہوا، تحریر۔ صفحۂ ہستی: دنیا کی کتاب، دنیا۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ افقِ قوم: قوم کا آسمان، قوم۔ بتِ ہندی: ہندوستانی ثقافت، تہذیب/لڑکیاں وغیرہ۔ برہمن ہونا: ہندوؤں کے سے طور طریقے اختیار کرنا۔ شوقِ پرواز: اُڑنے کا شوق۔ مجبورِ نشیمن: مراد وطن سے دور۔ بدظن: دل میں بُرا خیال لانے والا/والے۔ تہذیب: موجودہ طرزِ زندگی جو یورپ سے متاثر ہے۔ بند: پابندی، زنجیر، قید۔ صنم خانہ: بتوں کا گھر، مندر۔ زحمت کشِ تنہائی: اکیلے پن کی تکلیف اُٹھانے والا۔ بادیہ پیما: جنگلوں میں پھرنے والا۔ حجاب: پردہ۔ رُخ: چہرہ۔ گلۂ جور: ظلم و ستم کی شکایت۔ بیداد: ظلم۔ عہدِ نو: جدید دور، مغربی تہذیب کا دور۔ آتش زن: جلا دینے والا۔ خرمن: غلے کا ڈھیر۔ ایمن: محفوظ۔ نئی آگ: مراد جدید دور، نئی تہذیب۔ ملّتِ ختمِ رسلؐ: مراد حضور اکرمؐ کی قوم۔ شعلہ بہ پیراہن: جس کا لباس جل رہا ہو، نئی تہذیب میں فنا ہونے والی۔ براہیمؑ کا ایماں: حضرت ابراہیمؑ کی سی ایمانی قوت کہ وہ نمرود کی آگ میں بیٹھ گئے اور بحکمِ خدا وہ گلزار بن گئی۔ اندازِ گلستاں: گلزار کی سی حالت/صورت۔ رنگِ چمن: وطن/ملت کی صورتِ حال۔ مالی: باغ کی دیکھ بھال کرنے والا، مسلمان۔ کوکب: ستارہ۔ شاخیں ہیں چمکنے

والی: مراد اچھے دن آنے والے ہیں۔ خس و خاشاک: کوڑا کرکٹ، مراد مسلمانوں کے لیے ناموافق حالات۔ گلستاں: وطن۔ گل بر انداز: پھول برسانے والی، اچھے حالات لانے والی۔ شہدا: جمع شہید، جنھوں نے قوم کے لیے جانوں کی قربانی دی۔ لالی: سُرخی۔ گردوں: آسمان۔ عنابی: سُرخ۔ نکلتا ہوا سورج: بُرے دنوں کے دُور ہونے کی علامت۔ اُفق تابی: آسمان کو روشن کرنے کا عمل۔ گلشنِ ہستی: دنیا۔ ثمر چیدہ: پھل پانے والی۔ خزاں دیدہ: اُجڑے باغ والی۔ نخل: درخت۔ کاہیدہ: مرجھایا ہوا۔ بالیدہ: پُھولا ہوا، تروتازہ۔ بطنِ چمن: باغ کی زمین۔ پوشیدہ: چھپی ہوئی۔ برومندی: سرسبز ہونے / پھل دینے کی حالت۔ سیکڑوں صدیاں: مراد سیکڑوں برس۔ پھل: نتیجہ۔ چمن بندی: باغ کی دیکھ بھال۔ گردِ وطن: جغرافیائی حدوں والے وطن کی خاک۔ سرِ داماں: پلّو کا کنارہ۔ تو وہ یوسف ہے...... : مراد تمام دنیا مسلمان کے لیے وطن کی حیثیت رکھتی ہے۔ غیر: سوائے۔ بانگِ درا: قافلے کی گھنٹی کی آواز۔ ایران: ہمسایہ اسلامی ملک، مراد جغرافیائی حدیں۔ تُو: مسلمان، ملتِ اسلامیہ۔ نشۂ مے: شراب کی مستی۔ عیاں: ظاہر، روشن۔ یورشِ تاتار: اشارہ ہے چنگیز خان کے حملے کی طرف۔ چنگیز خاں نے ۶۱۶ھ میں اور اس کے بعد اُس کے پوتے ہلاکو خان نے بغداد اور ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور پھر اسی خاندان کے حکمران احمد تکودار نے ۶۸۰ھ کے بعد اسلام قبول کر کے اسلامی حکومت کی دھاک بٹھا دی۔ دوسرے مصرع ''پاسباں......'' میں اسی طرف اشارہ ہے۔ کشتیِ حق: اسلام۔ عصرِ نو: نیا زمانہ۔ بپا: قائم۔ یورشِ بلغاری: بیسویں صدی کے آغاز میں ترکوں کی سیاسی قوت کے زوال کے سبب بلقانی ریاستوں نے ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم سے پہلے ترکوں سے جنگ کر کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بیداری: بے عملی چھوڑ کر عمل کی راہ اختیار کرنا۔ دل آزاری: دل کو دکھ پہنچانا۔ ساماں: سبب، باعث۔ ہراساں: ڈرا ہوا۔ صہیل: گھوڑے کا ہنہنانا۔ فرس: گھوڑا۔ اعدا: جمع عدو، دشمن۔ نورِ حق: حق کی روشنی، اسلام۔ نفس: پھونک۔ محفلِ ہستی: دنیا۔ حرارت: گرمی، عشق کا جذبہ۔ کوکبِ قسمتِ امکاں: مراد دنیا کی قسمت کا ستارہ۔ نورِ توحید: خدا کی وحدت کی روشنی۔ اِتمام: مکمل ہونا۔ مثلِ بو: خوشبو کی طرح۔ پریشاں ہو جا: مراد دنیا بھر میں پھیل جا۔ غنچے میں قید ہونا: مراد صرف اپنے خاص علاقے / ملک تک محدود رہنا۔ رخت بر دوش: کندھے پر سامان رکھ کر، مکمل تیاری۔ ہوائے چمنستاں: باغ / دنیا کی فضا۔ تنک مایہ: تھوڑی دولت یا طاقت والا، کمزور۔ نغمۂ موج: لہروں کی آوازیں۔ ہنگامۂ طوفاں: طوفان کا شور (وہی پھیل جانے والی بات استعاروں میں)۔ قوتِ عشق: خدا اور رسولؐ سے محبت کی طاقت۔ بالا: مراد بلند مرتبہ۔ اسمِ محمدؐ: حضور اکرمؐ کا نام مبارک۔ یہ پھول: مراد حضور اکرمؐ۔ ترنّم: چہچہانا۔ تبسّم: مسکرانا، کھلنا۔ خُم: صراحی (شراب کی)۔ بزمِ توحید: مراد خدا کی وحدت کا چرچا۔ استادہ: ایستادہ، کھڑا ہوا، برقرار۔ اسی نام: محمدؐ جن کے طفیل یہ کائنات وجود میں آئی۔ نبضِ ہستی: کائنات کی رگ۔ تپش

آمادہ: حرکت میں رہنے والی یعنی زندگی کا باعث۔ دامنِ کہسار: پہاڑ کی وادی۔ چین کا شہر؛ مراکش کا بیابان: مراد ہر جگہ، پوری دنیا میں۔ ابد تک: رہتی دنیا تک۔ رفعتِ شان: عظمت اور بڑائی کی بلندی۔ ''رفعنا لک ذکرک'': قرآن کی ایک آیت کا ٹکڑا، ''ہم نے (اے پیغمبرؐ) تیری خوشی کی خاطر تیرا نام بلند کر دیا ہے''۔ مردمِ چشم: آنکھ کی پتلی۔ کالی دنیا: سیاہ فام لوگوں/حبشیوں کا ملک۔ شہداپالنے والی دنیا: اشارہ ہے ملک حبشہ کی طرف، جہاں مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے پہنچے پھر وہ مہاجر مدینہ پہنچ کر حضور اکرمؐ کے ساتھ جہادوں میں شریک ہوئے۔ گرمیِ مہر: سورج کی حرارت (حبشہ شدید گرمی والا ملک)۔ پروردہ: پالی ہوئی۔ ہلالی دنیا: مراد ہلالی نشان/جھنڈے والا، مسلمانوں کا ملک۔ بلالی دنیا: اشارہ ہے حبشی غلام، حضرت بلالؓ کی طرف۔ تپش اندوز: تڑپنے اور بے چین رہنے والی (حضورؐ سے بے پناہ محبت کے سبب)۔ غوطہ زن: ڈبکی لگانے والی۔ آنکھ کا تارا: مراد آنکھ کی پتلی کے اندر چمکتا ہوا باریک نقطہ۔ سپر: ڈھال۔ شمشیر: تلوار۔ درویش: قلندرانہ/فقیرانہ زندگی گزارنے والا۔ جہانگیر: پوری دنیا پر چھا جانے والی۔ ماسوی اللہ: اللہ کے سوا جو کچھ ہے یعنی کائنات وغیرہ لوح و قلم: یعنی خود اپنی اور ساری کائنات کی تقدیر (تیرے ہاتھ میں ہے)۔

☆ اس کے لیے دوسروں کی خاطر خود کو پگھلانا (قربانی دینا، کام آنا) شراب کے نشے کی طرح تھا اور خود کو خودغرضی اور مفاد پرستی سے دُور رکھنا اسی طرح تھا جس طرح صراحی شراب انڈیل کر خالی ہو جاتی ہے۔

☆☆ تو شمع (موم بتی) کا پورا درخت ہے اور شعلے میں تیری جڑیں پھیلی ہیں۔ تیرے فکر/خیالات کا سایہ/روشنی، انجام کو جلانے والا یعنی انجام سے بے پروا ہے۔

ساقی

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

جو بادہ کش تھے پُرانے، وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی!

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے، اللہ کا نام لے ساقی!

ساقی: مراد قوم کے رہنما، مصلحین. نشہ: مراد شراب. گرتوں کو تھام لینا: جو گر رہے ہیں انھیں سنبھالنا، پستیوں سے نکالنا. بادہ کش: شراب پینے والے. اُٹھتے جاتے ہیں: اس دنیا سے جا رہے ہیں. آبِ بقائے دوام: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کا پانی، آبِ حیات. ہنگامہ گستری میں: فتنہ و فساد پھیلانے میں. سحر: صبح، اچھے دن. اللہ کا نام لے: خدا کو یاد کر، جاگ اور قوم کی صحیح طور پر اصلاح کر.

تعلیم اور اس کے نتائج

(تضمین بر شعرِ مُلّا عرشی)

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ

گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نُما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

"تخمِ دیگر بکف آریم و بکاریم زنو ☆
کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو"

نتائج: جمع نتیجہ، نتیجے، اثرات۔ تضمین: گرہ لگانا۔ مُلّا عرشی: طہماسپ قلی بیگ عرف ملا عرشی یزدی۔ تبریز کا رہنے والا تھا۔ تمام عمر شاہ طہماسپ صفوی (۱۷ویں صدی عیسوی) کی خدمت میں گزاری۔ لبِ خنداں: ہنستے ہوئے ہونٹ۔ فراغت: خوشحالی، بے فکری۔ کیا خبر تھی: معلوم نہ تھا۔ الحاد: خدا کے وجود سے انکار۔ پرویز: ایران قدیم کا بادشاہ خسرو پرویز۔ شیریں: پرویز کی کنیز اور فرہاد کی محبوبہ۔ جلوہ نُما: مراد رونق کا باعث۔ تیشۂ فرہاد: فرہاد کا تیشہ مراد اسلامی تعلیمات کو نقصان پہنچانے والا رجحان۔

☆ ہم ایک اور بیج حاصل کر کے اسے نئے سرے سے بوئیں کیونکہ ہم نے جو کچھ بویا تھا شرمندگی کے مارے اسے کاٹ نہیں سکتے۔

قُربِ سُلطان

تمیزِ حاکم و محکوم مِٹ نہیں سکتی
مجال کیا کہ گداگر ہو شاہ کا ہمدوش

جہاں میں خواجہ پرستی ہے بندگی کا کمال
رضائے خواجہ طلب کُن قبائے رنگیں پوش ١

مگر غرض جو حصولِ رضائے حاکم ہو
خطاب ملتا ہے منصب پرست و قوم فروش

پُرانے طرزِ عمل میں ہزار مشکل ہے
نئے اصول سے خالی ہے فکر کی آغوش

مزا تو یہ ہے کہ یوں زیرِ آسماں رہیے
''ہزار گونہ سخن در دہان و لب خاموش'' ٢

یہی اصول ہے سرمایۂ سکونِ حیات
”گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش“ ۳

مگر خروش پہ مائل ہے تُو تو بسم اللہ
”بگیر بادۂ صافی، ببانگِ چنگ بنوش“ ۴

شریکِ بزمِ امیر و وزیر و سُلطاں ہو
لڑا کے توڑ دے سنگِ ہوس سے شیشۂ ہوش

پیامِ مُرشدِ شیراز بھی مگر سُن لے
کہ ہے یہ سِرِّ نہاں خانۂ ضمیرِ سروش

”محلِ نورِ تجلّی ست رائے انور شاہ
چو قُربِ او طلبی در صفائے نیت کوش“ ۵

قُرب: پاس/قریب بیٹھنے کی حالت، ہم نشینی۔ سلطان: بادشاہ، حکمران۔ تمیز: فرق۔ محکوم: رعایا، غلام۔ مِٹنا: ختم ہونا۔ مجال: طاقت۔ گداگر: فقیر، مراد غلام۔ ہمدوش: ساتھ بیٹھنے والا۔ خواجہ پرستی: آقا کی پوجا۔ غرض: مقصد جو: اگر، جب۔ رضائے حاکم: حکمران/ آقا کی خوشی/ خوشنودی۔ خطاب: کسی خاص وصف پر دیا گیا نام منصب پرست: عہدے/ مرتبے کا بھوکا یا پجاری۔ قوم فروش: قوم کو بیچنے والا، غدار۔ پُرانے طرزِ عمل: پُرانے لوگوں کی آقا پرستی کے طور طریقے۔ نئے اصول: جدید طریقے/ انداز۔ فکر: غور، سوچ بچار۔ آغوش: گود زیرِ آسماں: دنیا میں۔ یوں: اس طریقے سے۔ خروش: شور، چیخ پکار۔ مائل: تیار، آمادہ۔ بسم اللہ: شروع کر دے اللہ کا نام لے کر۔ شریک: شامل ہونے والا، بیٹھنے والا۔ بزم: محفل، دربار۔ سنگِ ہوس: حرص اور لالچ کا پتھر۔ ہوش: عقل۔ مرشدِ شیراز: حافظ شیرازی، نام محمد، لقب شمس الدین، حافظ تخلص۔ ایران کے مشہور شاعر

(۱۳۱۵ء۔۱۳۸۸ء)۔شیراز میں دفن ہیں۔وہ جگہ ''حافظیہ'' کہلاتی ہے۔مترجم: بھید۔نہاں خانۂ ضمیر سروش: غیب کے فرشتے کے دل میں چھپا ہوا۔

۱۔ آقا کی مرضی اور خواہش پر چل اور یوں رنگدار قبا پہن لے یعنی مزے کی زندگی گزار۔

۲۔ منہ میں ہزاروں قسم کی باتیں کہنے کو ہیں لیکن ہونٹ چپ ہیں۔(حافظ کا شعر ہے۔پہلا مصرع یوں ہے: شد آنکہ اہل نظر بر کنارہ ی رفتند)

۳۔ اے حافظ تو ایک گوشہ نشین فقیر ہے(خواہ مخواہ) شور نہ مچا(پہلا مصرع: رموز مصلحت ملک خسروان دانند) صحیح مصرع اسی طرح ہے۔ملاحظہ ہو ایران میں شائع شدہ دیوان حافظ کے تمام مستند نسخے۔

۴۔ صاف ستھری شراب لے اور باجے کی آواز ڈھول کی تھاپ پر پی لے(یعنی جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے کھل کر کہہ ڈال)۔(یہ مصرع بھی حافظ کا ہے)

۵۔ بادشاہ کی روشن رائے جلوۂ خدا اعدی کے نور پڑنے کی جگہ ہے۔سو اگر تو اس کی ہم نشینی کا خواہشمند ہے تو پھر اپنی نیت صاف رکھنے کی کوشش کر(غلط شور نہ دے)۔بادشاہ کو ''خدا کا سایہ''(ظل اللہ) کہا جاتا تھا۔

شاعر

جوئے سرود آفریں آتی ہے کوہسار سے
پی کے شرابِ لالہ گوں مے کدۂ بہار سے
مستِ مئے خرام کا سُن تو ذرا پیام تُو
زندہ وہی ہے کام کچھ جس کو نہیں قرار سے
پھرتی ہے وادیوں میں کیا دُخترِ خوش خرامِ ابر
کرتی ہے عشق بازیاں سبزۂ مَرغزار سے
جامِ شراب کوہ کے خُم کدے سے اُڑاتی ہے
پست و بلند کر کے طے کھیتوں کو جا پلاتی ہے
شاعرِ دل نواز بھی بات اگر کہے کھری
ہوتی ہے اُس کے فیض سے مزرعِ زندگی ہری
شانِ خلیل ہوتی ہے اُس کے کلام سے عیاں
کرتی ہے اُس کی قوم جب اپنا شِعار آزری
اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے
خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری
گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو
پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

جوئے سرود آفریں: نغمے گاتی ہوئی ندی۔ کوہسار: ایسی جگہ جہاں کئی پہاڑ/ پہاڑیاں ہوں۔ لالہ گوں: سرخ رنگ کی۔ مستِ مے خرام: شراب کی مستی میں جھومتی چال۔ قرار: ٹھہراؤ، سکون۔ دخترِ خوش خرامِ ابر: بادل کی ٹکڑوں کے ساتھ چلنے والی بیٹی (ندی)۔ عشق بازیاں: اٹھکیلیاں، محبت کے کھیل۔ سبزہ: گھاس۔ مرغزار: جہاں جانور چرتے ہیں، زیادہ گھاس والی جگہ۔ خم کدہ: شراب خانہ۔ پست و بلند: کھائی اور اونچی جگہیں۔ طے کرنا: راستے سے گزرنا۔ دل نواز: دوست جو دل کو تسلی دیتا ہے۔ کھری: سچی، کچی لپٹی بغیر۔ فیض: فائدہ پہنچانے کی حالت۔ مزرع: کھیتی۔ ہری: سرسبز۔ شانِ خلیل: دوست یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا سا دبدبہ، جنھوں نے بتخانۂ نمرود میں رکھے بت توڑ ڈالے تھے۔ کلام: شاعری۔ شعار: طور طریقہ۔ آزری: بت بنانے کا عمل، یعنی مختلف اُمور فرقہ پرستی، علاقائی تعصب، دولت وغیرہ کے بت بنانا۔ نسخہ: وہ کاغذ جس پر طبیب مریض کے لیے دوائیں تجویز کرتا ہے۔ زندگیِ دوام: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی۔ خونِ جگر سے تربیت پانا: مراد سچے جذبوں اور بے حد محنت اور لگن سے لکھی جانے والی۔ سخنوری: شاعری۔ گلشنِ دہر: زمانے کا باغ، دنیا۔ جوئے مے سخن: شاعری کی شراب کی ندی، یعنی بامقصد شاعری۔

نویدِ صبح

(۱۹۱۲ء)

آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در دامن سحر
منزلِ ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر
محفلِ قُدرت کا آخر ٹُوٹ جاتا ہے سکُوت
دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت
چہچہاتے ہیں پرندے پا کے پیغامِ حیات
باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرامِ حیات
مسلمِ خوابیدہ اُٹھ، ہنگامہ آرا تُو بھی ہو
وہ چمک اُٹھا اُفق، گرمِ تقاضا تُو بھی ہو
وسعتِ عالَم میں رہ پیما ہو مثلِ آفتاب
دامنِ گردُوں سے ناپیدا ہوں یہ داغِ سحاب
کھینچ کر خنجر کرن کا، پھر ہو سرگرمِ ستیز
پھر سِکھا تاریکیِ باطل کو آدابِ گریز

تُو سراپا نُور ہے، خوشتر ہے عُریانی تجھے
اور عُریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے

ہاں، نمایاں ہو کے برقِ دیدۂ خفّاش ہو
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مُضمَر! فاش ہو

ہنگامہ در دامن: مراد زندگی کی رونق اور چہل پہل۔منزلِ ہستی: کائنات کا پڑاؤ، دنیا۔سفر کر جانا: ختم ہو جانا۔ محفلِ قدرت: یعنی دنیا۔احرام: وہ اَن سلا کپڑا جو حاجی حج کے موقع پر باندھتے ہیں۔خوابیدہ: سویا ہوا، عمل اور جدوجہد سے بیگانہ۔ ہنگامہ آرا: یعنی جدوجہد اور عمل کرنے والا۔ چمک اُٹھا افق: آسمان (سورج نکلنے سے) روشن ہو گیا۔گرمِ تقاضا: عمل اور جدوجہد میں مصروف۔وسعتِ عالم: دنیا کا پھیلاؤ، پوری دنیا۔رہ پیما: راستہ چلنے/سفر کرنے والا۔مثلِ آفتاب: سورج کی طرح۔ناپیدا ہونا: مٹ جانا۔داغِ سحاب: بادل کا دھبا، یعنی کفر یا باطل کی تاریکی۔خنجرِ کرن کا: روشنی (نورِ اسلام) کا خنجر، مراد اسلامی تعلیمات۔سرگرمِ ستیز: جہاد میں مصروف۔آدابِ گریز: بھاگ جانے یعنی مٹنے کے طور طریقے۔سراپا نور: مکمل روشنی۔خوشتر: بہت اچھی/اچھا۔ خود افشانی: اپنے آپ کو بکھیرنا یعنی قوتِ عمل سے اپنی صلاحیتیں ظاہر کرنا۔برق: بجلی۔دیدۂ خفاش: چمگادڑ کی آنکھ۔دلِ کون و مکاں کا رازِ مضمر: دنیا کے دل کا چھپا ہوا بھید، یعنی مسلمان جس کا کام اسلام کی روشنی پھیلانا ہے۔فاش ہو: ظاہر ہو، باہر نکل۔

دُعا

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے، جو رُوح کو تڑپا دے

پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اَوروں کو بھی دِکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سُوئے حرم لے چل
اس شہر کے خُوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریّا کر
خودداریِ ساحل دے، آزادیِ دریا دے

بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے
احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
اِمروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے
مَیں بلبلِ نالاں ہوں اِک اُجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو، داتا دے!

دُعا: اللہ کے حضور التجا/ درخواست۔ زندہ تمنا: عمل پر آمادہ رکھنے والی آرزو۔ قلب کو گرمانا: دل میں جوش وولولہ پیدا کرنا۔ وادیِ فاراں: وہ وادی جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا تھا۔ (فاراں، مکہ کی ایک پہاڑی) یعنی خانہ کعبہ۔ شوقِ تماشا: دیکھنے یعنی اسلام کی تجلیوں کو دیکھنے کی خواہش۔ ذوقِ تقاضا: خدائی جلووں کی طلب/ خواہش، جس طرح حضرت موسیٰؑ نے خدا سے اس کا تقاضا کیا تھا۔ محرومِ تماشا: دیکھنے سے بے نصیب، بصیرت سے عاری۔ دیدۂ بینا: دیکھنے والی آنکھ بصیرت۔ اَوروں کو: دوسروں/ قوم کو۔ بھٹکا ہوا آہو: راستہ بھولا ہوا ہرن، مراد مسلمان جو اسلام کی راہ سے ہٹ گیا ہے۔ سُوئے حرم: کعبہ کی طرف یعنی اسلام کی طرف۔ شہر کا خوگر: مراد جغرافیائی حدوں میں محدود رہنے کا عادی۔ وسعتِ صحرا: ریگستان کا سا پھیلاؤ، پوری دنیا میں پھیلنا۔ دلِ ویراں: عشقِ اسلام کے جذبوں سے خالی دل۔ شورشِ محشر: قیامت کا سا ہنگامہ، مراد زبردست جوش وولولہ۔ محملِ خالی: حضور اکرمؐ کے عشق سے خالی دل۔ شاہدِ لیلا: یعنی حضور اکرمؐ کی محبت۔ ظلمت: اندھیرا، برائیاں، خرابیاں۔ قلبِ پریشاں: فکرمند دل۔ داغِ محبت: یعنی محبت کی روشنی۔ جو چاند کو شرما دے: جس کے آگے چاند کی روشنی پھیکی پڑ جائے۔ رفعت: بلندی۔ ہمدوشِ ثریا: مراد ستاروں کی بلندی کے برابر۔ خودداریِ ساحل: کنارے کی سی غیرت، جو پانی کے تھپیڑے سہ کر بھی اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔ آزادیِ دریا: جس طرح دریا یا سمندر کا پانی جدھر چاہتا ہے رُخ موڑ لیتا ہے۔ بے لوث: آلودگی (غرض، حرص وغیرہ) سے پاک۔ بیباک صداقت: ہر طرح کے خوف سے پاک سچائی۔ صورت: مانند، طرح۔ مینا: شراب کی صراحی۔ آثار: جمع اثر، علامتیں۔ امروز: آج، حال کا زمانہ۔ شورش: ہنگامہ۔ اندیشۂ فردا: آنے والے کل/ مستقبل کی فکر۔ بلبلِ نالاں: فریاد کرتی ہوئی بلبل، شاعر یعنی علامہ اقبال۔ اُجڑا گلستاں: مراد ہندوستان جو انگریزوں کی غلامی کا شکار تھا۔ داتا: سخی، عطا کرنے والا۔

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

یہ شالامار میں اک برگِ زرد کہتا تھا
گیا وہ موسمِ گُل جس کا رازدار ہُوں میں

نہ پائمال کریں مجھ کو زائرانِ چمن
انھی کی شاخِ نشیمن کی یادگار ہُوں میں

ذرا سے پتّے نے بیتاب کر دیا دل کو
چمن میں آ کے سراپا غمِ بہار ہُوں میں

خزاں میں مجھ کو رُلاتی ہے یادِ فصلِ بہار
خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہُوں میں

اُجاڑ ہو گئے عہدِ کُہن کے میخانے
گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہُوں میں

پیامِ عیش و مسرّت ہمیں سُناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اُڑاتا ہے

شالامار: لاہور کا مشہور اور تاریخی باغ جسے مغلیہ بادشاہ شاہجہان کے حکم پر ۱۶۴۲ء میں تعمیر کیا گیا اور جہاں آج بھی ہر سال موسم بہار میں بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ برگ زرد: پیلا یعنی مرجھایا ہوا پتا۔ موسم گل: موسم بہار۔ زائران: جمع زائر، زیارت کرنے والے۔ نشیمن: گھونسلا۔ یادگار: نشانی۔ بیتاب: بے چین، بے قرار۔ سراپا: پورے طور پر۔ غم بہار: مسلمانوں کے عروج وترقی کا زمانہ گزر نے کا دکھ۔ خزاں: مراد مسلمانوں کا زوال۔ فصل بہار: یعنی مسلمانوں کا عروج۔ سوگوار: غم زدہ۔ اجاڑ: ویران۔ عہد کہن: پرانا یعنی ترقی وعروج کا زمانہ۔ مے خانے: شراب خانے، مراد اسلامی ادارے۔ گزشتہ بادہ پرست: ماضی کے شیدائیان اسلام۔ ہلال عید: پہلی شوال کا چاند جسے دیکھ کر اگلے دن عیدالفطر منائی جاتی ہے۔

نوٹ: اگست ۱۹۱۵ء میں رسالہ ذوالقرنین، بدایوں (یوپی) کے ایڈیٹر مولوی نظام الدین حسین نظامی نے علامہ سے عید پر چند شعر کہنے کی درخواست کی۔ علامہ کو ترکوں کی زبوں حالی پر بڑا دکھ تھا۔ انھوں نے اس حوالے سے یہ نظم لکھ دی جو ۱۱، اگست کے رسالہ میں شائع ہوئی۔

فاطمہ بنتِ عبداللہ

عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی

۱۹۱۲ء

فاطمہ! تُو آبروئے اُمّتِ مرحوم ہے
ذرّہ ذرّہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپَر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب، اپنی خاکستر میں تھی!
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہُوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرّہ ذرّہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

ہے کوئی ہنگامہ تیری تُربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

بے خبر ہُوں گرچہ اُن کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں اُن کی اس مرقد سے میں

تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

جو ابھی اُبھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
جن کی ضَو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

جن کی تابانی میں اندازِ کُہن بھی، نَو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتَو بھی ہے

اُمتِ مرحوم: وہ اُمت جس پر اللہ کی رحمت ہوئی ہو، ملتِ اسلامیہ۔ مشتِ خاک: مراد جسم۔ معصوم: گناہوں سے پاک۔ حورِ صحرائی: عرب لڑکی ہونے کے سبب ریگستانی حور کہا۔ غازیان: جمع غازی، باطل کے خلاف جہاد کرنے والے۔ سقائی: پانی پلانے کا عمل۔ بے تیغ و سپر: تلوار اور ڈھال یعنی جنگی ہتھیاروں کے بغیر۔ جسارت آفریں: دلیری پیدا کرنے والا۔ شہادت: اللہ کی راہ میں جان دینا۔ کس قدر: یعنی بہت زیادہ۔ گلستانِ خزاں منظر: مراد اُجڑی ہوئی یا زوال کی ماری قوم۔ خاکستر: راکھ یعنی ماضی کے مجاہدوں کی موجودہ نسل جو ایسے جذبے سے خالی ہے۔ صحرا: مراد قوم، ملت۔ آہو: ہرن، مجاہد۔ بجلیاں: جمع بجلی، مراد جہاد کے جذبے۔ بھرے ہوئے بادل: مراد ماضی کے عظیم مجاہدوں کی موجودہ نسل / قوم۔ خوابیدہ: سوئی ہوئیں، یعنی موجود ہیں۔ گو:

اگر چہ. شبنم افشاں: مراد آنسو بہانے والی. نغمۂ عشرت: خوشی و مسرت کا گیت. نالۂ ماتم: مرنے والے کے غم میں رونا. رقص: ناچ، تحریک. نشاط انگیز: مراد خوشیوں مسرتوں سے بھرا ہوا. زندگی کا سوز: زندگی کی حرارت / گرمی. لبریز: بھرا ہوا. ہنگامہ: رونق، چہل پہل. تربت: قبر، مزار. قومِ تازہ: نئی قوم، نئی نسل. وسعتِ مقصد: ارادے یا غرض کا پھیلاؤ. آفرینش: پیدائش، ولادت، وجود میں آنا. مرقد: آرام گاہ، قبر. تازہ انجم: نئے نئے ستارے، یعنی روشن دل مسلمان. فضائے آسماں: مراد دنیا. دیدہ: آنکھ آنکھیں. نامحرم: ناواقف، بے خبر. موجِ نور: روشنی کی لہر. ظلمت خانۂ ایام: زمانے کا تاریک گھر، اس دور کی تاریکیاں. ضو: روشنی. تابانی: چمک. اندازِ کہن: پرانے طور طریقے. نو: نئے. کوکبِ تقدیر: مقدر کا ستارہ. پرتو: روشنی، عکس.

شبنم اور ستارے

اک رات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے
ہر صبح نئے تجھ کو میسّر ہیں نظارے

کیا جانیے، تُو کتنے جہاں دیکھ چکی ہے
جو بَن کے مٹے، اُن کے نشاں دیکھ چکی ہے

زُہرہ نے سُنی ہے یہ خبر ایک مَلک سے
انسانوں کی بستی ہے بہت دُور فلک سے

کہہ ہم سے بھی اُس کشورِ دلکش کا فسانہ
گاتا ہے قمر جس کی محبت کا ترانہ

اے تارو نہ پوچھو چَمنِستانِ جہاں کی
گلشن نہیں، اک بستی ہے وہ آہ و فُغاں کی

آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر
بے چاری کلی کِھلتی ہے مُرجھانے کی خاطر

کیا تم سے کہوں کیا چمن افروز کلی ہے
ننھا سا کوئی شعلۂ بے سوز کلی ہے

گُل نالۂ بُلبل کی صدا سُن نہیں سکتا
دامن سے مرے موتیوں کو چُن نہیں سکتا

ہیں مُرغِ نوا ریز گرفتار، غضب ہے
اُگتے ہیں تہِ سایۂ گُل خار، غضب ہے

رہتی ہے سدا نرگسِ بیمار کی تر آنکھ
دل طالبِ نظّارہ ہے، محرومِ نظر آنکھ

دل سوختۂ گرمیِ فریاد ہے شمشاد
زِندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد

تارے شررِ آہ ہیں انساں کی زباں میں
میں گریۂ گردُوں ہوں گلستاں کی زباں میں

نادانی ہے یہ گردِ زمیں طوف قمر کا
سمجھا ہے کہ درماں ہے وہاں داغِ جگر کا

بُنیاد ہے کاشانۂ عالَم کی ہَوا پر
فریاد کی تصویر ہے قرطاسِ فضا پر

شبنم: (شب نم) رات کی تری، اوس۔میسّر: حاصل۔جوبن کے مٹے: جوعروج/وجود پا کر فنا کا شکار ہو گئے۔
زُہرہ: ایک سیارے کا نام رقاصۂ فلک۔مَلک: فرشتہ۔کشورِ دل کش: بہت پیارا ملک، بہت پیاری دنیا۔قمر:
چاند۔چمنستان: باغ۔آہ و فغاں: رونا، واویلا کرنا، فریاد کرنا۔صبا: صبح کی خوشگوار ہوا۔واں: وہاں۔پلٹ جانا:
واپس چلے جانا، لوٹ جانا۔خاطر: واسطے، لیے۔چمن افروز: باغ کو روشن کرنے والی۔ننھا: چھوٹا۔شعلۂ بے

سوز: ایسی لو/آنچ جس میں تپش نہ ہو۔نالہ: فریاد۔صدا: آواز۔ چننا: اکٹھے کرنا۔مرغِ نوا ریز: اچھی آواز میں چہچہانے والے پرندے۔گرفتار: پکڑے ہوئے، قید میں۔غضب ہے: دکھ کی بات ہے۔تہِ سایۂ گل: پھول کے سائے تلے۔خار: کانٹا۔نرگسِ بیمار: نرگس کی پھول کو اس کی آنکھ کی سی شکل کی بنا پر محبوب کی نشیلی اور شرمیلی آنکھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔یہی کیفیت کسی بیمار کی آنکھوں کی ہوتی ہے جس کی بنا پر نرگسِ بیمار کہا۔مراد نرگس کا پھول۔تر: گیلی۔طالب: مانگنے/چاہنے والا،خواہشمند۔محرومِ نظر: نگاہ سے عاری/خالی۔دل سوختۂ گرمیِ فریاد: دہائی کی گرمی سے جلے ہوئے دل والا۔شمشاد: سرو کی قسم کا ایک درخت جس کے پتے کول، چھوٹے اور موٹے ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ سرسبز رہتا ہے۔زندانی: قیدی، مراد زمین میں اُگا ہوا جو جگہ سے ہل نہیں سکتا۔نام کو: بظاہر۔شررِ آہ: آہ کی چنگاری۔گریۂ گردوں: آسمان کا رونا۔گردِ زمیں: زمین کے اردگرد۔طوف: چکر لگانا۔درماں: علاج۔داغِ جگر: دل کا زخم، مراد وہ داغ جو چاند میں نظر آتا ہے۔کاشانۂ عالم: دنیا کا محل یعنی دنیا۔ہوا پہ بنیاد ہونا: مضبوط نہ ہونا، جو کسی وقت بھی گر سکتا ہے۔قرطاس: کاغذ، صفحہ۔

مُحاصرۂ ادرنہ

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی
حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہوگیا

گردِ صلیب، گردِ قمر حلقہ زن ہوئی
شُکری حصارِ درنہ میں محصور ہوگیا

مُسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام
رُوئے اُمید آنکھ سے مستور ہوگیا

آخر امیرِ عسکرِ تُرکی کے حکم سے
'آئینِ جنگ' شہر کا دستور ہوگیا

ہر شے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل
شاہیں گدائے دانۂ عُصفور ہوگیا

لیکن فقیہِ شہر نے جس دم سُنی یہ بات
گرما کے مثلِ صاعقۂ طُور ہوگیا

ذِمّی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام'
فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہوگیا

چھُوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم، خدا کے حکم سے مجبور ہوگیا

محاصرہ: ہر طرف سے گھیرے میں لینے کا عمل. اَدرنہ: ترکی کا نام اڈریا نوپل۔ قسطنطنیہ کی فتح سے پہلے ترکی کا پایۂ تخت تھا۔ ۴ فروری ۱۹۱۳ء کو بلغاریہ نے محاصرہ کیا اور ۲۶ مارچ ۱۹۱۳ء کو اس کو فتح کر لیا. جولائی ۱۹۱۳ء میں انور پاشا نے اسے پھر فتح کر لیا. اس موقع پر عیسائیوں کے سامان کے سلسلے میں جو واقعہ پیش آیا، وہ اس نظم کا موضوع ہے. حق و باطل کی چھڑنا: اسلام اور کفر کے درمیان جنگ ہونا. خنجر آزمائی: مراد ہتھیار اُٹھانے اور چلانے کی حالت. گردِ مُنّی. صلیب: سولی، مراد عیسائی مذہب / عیسائی فوج. گردِ قمر: چاند یعنی اسلام کے اِردگرد. حلقہ زن ہونا: گھیر لینا. شُکری: مراد شکری پاشا (پیدائش بمقام روم ۲ ۱۸۵۴ء)۔ خاندانی فوجی تھے۔ ۱۸۸۵ء میں ترک فوج میں بطور لیفٹیننٹ مقرر ہوئے. جنگِ بلقان میں بڑی بہادری دکھائی۔ مارچ ۱۹۱۳ء کی جنگ میں یہ گرفتار ہوئے لیکن بعد میں دو طرفہ معاہدے کی بنا پر رہا ہو گئے. حصار: قلعہ. محصور: گھیرے میں لیا گیا. ذخیرے: یعنی ہتھیاروں کے ذخیرے / اسٹاک. تمام ہونا: ختم ہونا. رُوئے اُمید: اُمید کا چہرہ. مستور: چھپا ہوا. امیرِ عسکر: فوجی سردار، سپہ سالار. آئینِ جنگ: جنگ کا دستور، مارشل لا. دستور: قانون. ذخیرۂ لشکر: فوج کا سامان رسد. منتقل ہونا: ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جانا. شاہین: باز کی قسم کا مشہور پرندہ، مراد ترکوں کی فوج. گدائے دانۂ عصفور: چڑیا کے دانے کی بھیک مانگنے والا، یعنی بلقانیوں سے غلہ وغیرہ مانگنے والا / والی. فقیہ: شرعی مسئلوں کا عالم. گرما کے: غصہ کھا کر طیش میں آ کر. صاعقۂ طُور: طور کی بجلی. ذِمّی: مسلمان حکومت کو جزیہ (ٹیکس) دینے والا غیر مسلم. چھُوتی نہ تھی: ہاتھ تک نہ لگاتی تھی.

غلام قادر رُہیلہ

رُہیلہ کس قدر ظالم، جفا جو، کینہ پرور تھا
نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے

دیا اہلِ حرم کو رقص کا فرماں ستم گر نے
یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تھا آثارِ محشر سے

بھلا تعمیل اس فرمانِ غیرت کُش کی ممکن تھی!
شہنشاہی حرم کی نازنینانِ سمن بر سے

بنایا آہ! سامانِ طرب بیدرد نے اُن کو
نہاں تھا حُسن جن کا چشمِ مہر و ماہ و اختر سے

لرزتے تھے دلِ نازک، قدم مجبورِ جنبش تھے
رواں دریائے خوں شہزادیوں کے دیدۂ تر سے

یونہی کچھ دیر تک محوِ نظر آنکھیں رہیں اُس کی
کیا گھبرا کے پھر آزاد سر کو بارِ مغفر سے

کمر سے، اُٹھ کے تیغِ جاں ستاں، آتش فشاں کھولی
سبق آموزِ تابانی ہوں انجم جس کے جوہر سے

رکھا خنجر کو آگے اور پھر کچھ سوچ کر لیٹا
تقاضا کر رہی تھی نیند گویا چشمِ احمر سے

بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اُس کی آنکھوں کے
نظر شرما گئی ظالم کی درد انگیز منظر سے

پھر اُٹھا اور تیموری حرم سے یوں لگا کہنے
شکایت چاہیے تم کو نہ کچھ اپنے مقدر سے

مرا مَسند پہ سو جانا بناوٹ تھی، تکلّف تھا
کہ غفلت دُور ہے شانِ صف آرایانِ لشکر سے

یہ مقصد تھا مرا اس سے، کوئی تیمور کی بیٹی
مجھے غافل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے

مگر یہ راز آخر کُھل گیا سارے زمانے پر
حمیّت نام ہے جس کا، گئی تیمور کے گھر سے

غلام قادر رُہیلہ: نواب نجیب الدولہ کا پوتا، جس نے مرہٹوں کے خلاف احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی اور دونوں نے پانی پت میں مرہٹوں کو شکست دی۔ ۱۷۷۲ء میں شاہ عالم ثانی نے مرہٹوں سے مل کر رُہیلوں پر حملہ کیا اور

انھیں شکست دی اور ان کی عورتوں کو بے عزت کیا۔ قادر اس وقت ۱۳ برس کا تھا، اس نے یہ دردناک منظر دیکھا تھا۔ موقع ملنے پر قادر نے شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا کر اس سے انتقام لیا۔ (وفات ۱۷۸۸ء)۔ جفا جو: مختلف طریقوں بہانوں سے تنگ کرنے والا۔ کینہ پرور: دل میں دشمنی رکھنے والا۔ شاہ تیمور: مراد شاہ عالم ثانی۔ اہلِ حرم: مراد محل کی شاہی بیگمات۔ ستم گر: ظلم ڈھانے والا۔ آثارِ محشر: قیامت کی نشانیاں۔ تعمیل: عمل میں لانا، ماننا۔ غیرت کش: شرم و حیا کا گلا دبانے والا۔ شہنشاہی حرم: بادشاہ کی بیگمات۔ نازنیناں: جمع نازنین، خوبصورت اور نازک عورتیں۔ سمن بر: چنبیلی کا سا سفید اور نازک جسم رکھنے والی۔ سامانِ طرب: خوشی کا ذریعہ۔ نہاں: چھپا ہوا۔ مہر: سورج۔ اختر: ستارہ۔ مجبورِ جنبش: ہلنے یعنی ناچنے پر بے بس۔ رواں: جاری، بہنے والا۔ دریائے خوں: مراد خون کے آنسو۔ شہزادیاں: جمع شہزادی، بادشاہ کی بیٹیاں۔ دیدۂ تر: مراد روتی آنکھیں۔ محوِ نظر: دیکھنے میں مصروف۔ بار: بوجھ۔ مغفر: لڑائی کے وقت سر پر پہنا جانے والا لوہے کا ٹوپ۔ تیغ: تلوار۔ جاں ستاں: جان لینے والی۔ آتش فشاں: آگ بکھیرنے والی۔ سبق آموزِ تابانی: چمک کا سبق پڑھنے / سیکھنے والے۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ جوہر: تلوار کی چمک (اور تیزی)۔ چشمِ احمر: (غصہ میں یا جاگنے کی وجہ سے) سرخ آنکھ۔ خواب کا پانی: مراد نیند۔ اخگر: چنگاری، مراد آنکھوں کی سرخی۔ درد انگیز: دل کو دکھ پہنچانے والا۔ منظر: نظارہ۔ تیموری حرم: مغلیہ بیگمات، ملکائیں، شہزادیاں۔ مقدر: نصیب، قسمت۔ مسند: شاہی قالین / تخت۔ بناوٹ: یونہی دکھانے کا طریقہ، تکلف۔ صف آرایاں: صف آرائی کی جمع، فوج کا لڑائی کے لیے ترتیب سے کھڑے ہونا۔ تیمور کی بچی: مراد مغلیہ خاندان کی عورت، مغلیہ خاندان کا سلسلۂ نسب تیمور (۱۳۳۶ء۔۱۴۰۵ء) سے جا ملتا ہے۔

ایک مکالمہ

اک مُرغِ سرا نے یہ کہا مُرغِ ہَوا سے
پَردار اگر تُو ہے تو کیا مَیں نہیں پَردار!

گر تُو ہے ہَوا گیر تو ہُوں مَیں بھی ہَوا گیر
آزاد اگر تُو ہے، نہیں مَیں بھی گرفتار

پرواز، خصوصیّتِ ہر صاحبِ پَر ہے
کیوں رہتے ہیں مُرغانِ ہَوا مائلِ پندار؟

مجروح حمیّت جو ہوئی مُرغِ ہَوا کی
یوں کہنے لگا سُن کے یہ گفتارِ دل آزار

کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تُو بھی
حد ہے تری پرواز کی لیکن سرِ دیوار

واقف نہیں تُو ہمّتِ مُرغانِ ہَوا سے
تُو خاک نشیمن، اُنھیں گردُوں سے سروکار

تُو مُرغِ سرائی، خورش از خاک بجوئی
ما در صدَدِ دانہ بہ انجم زدہ منقار ☆

مکالمہ: آپس میں بات چیت۔ مُرغِ سرا: پالتو پرندہ۔ مُرغِ ہوا: آزاد اور فضا میں اُڑنے والا پرندہ۔ پر دار: پروں والا۔ ہوا گیر: مراد ہوا میں اُڑنے والا۔ خصوصیت: خاص بات۔ صاحبِ پر: پروں والا۔ مائلِ پندار: مراد غرور کا مارا ہوا۔ مجروح: زخمی۔ گفتار: بات، باتیں۔ دل آزار: دل کو دکھ دینے والی۔ سرِ دیوار: دیوار تک۔ مُرغان: جمع مرغ، پرندے۔ خاک نشیمن: جس کا ٹھکانا خاک پر ہو۔ گردوں: آسماں۔ سروکار: تعلق، واسطہ۔

☆ تو گھریلو/پالتو پرندہ ہے تو اپنی خوراک مٹی میں تلاش کرتا ہے جبکہ ہم دانے کی تلاش میں ستاروں پر چونچ مارتے ہیں۔

مَیں اور تُو

مذاقِ دید سے ناآشنا نظر ہے مری
تری نگاہ ہے فطرت کی رازداں، پھر کیا

رہینِ شکوۂ ایام ہے زباں مری
تری مراد پہ ہے دَورِ آسماں، پھر کیا

رکھا مجھے چمن آوارہ مثلِ موجِ نسیم
عطا فلک نے کِیا تجھ کو آشیاں، پھر کیا

فزوں ہے سُود سے سرمایۂ حیات ترا
مرے نصیب میں ہے کاوشِ زیاں، پھر کیا

ہَوا میں تیرے پھرتے ہیں تیرے طیارے
مرا جہاز ہے محرومِ بادباں، پھر کیا

☆ قوی شدیم چہ شد، ناتواں شدیم چہ شد؟
چنیں شدیم، چہ شد یا چناں شدیم، چہ شد؟

☆☆ بہ ہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی، ما خزاں شدیم، چہ شد؟

مذاقِ دید: نظارہ کرنے کا ذوق شوق. رازداں: بھید جاننے والی. پھر کیا؟: تو کیا ہوا، کوئی بات نہیں. رہینِ شکوۂ ایام: یعنی ہر گھڑی زمانے کا گلہ شکوہ کرنے والی. مراد: خواہش کے مطابق. دَور: گردش. چمن آوارہ: باغوں میں گھومتے پھرنے والا. موجِ نسیم: صبح کی ہوا کی لہر. فلک: مراد تقدیر. آشیاں: گھونسلا. فزوں: افزوں، زیادہ. سُود: فائدہ. سرمایۂ حیات: زندگی کی پونجی. کاوشِ زیاں: نقصان کی تکلیف. تیرتے پھرنا: اُڑنا. بادباں: جہاز یا کشتی پر لگایا جانے والا پردہ جو ہوا بھرنے یا ہوا کا رخ بدلنے کے لیے لگایا جاتا ہے.

☆ اگر ہم طاقتور ہو گئے، تو کیا ہوا؟ کمزور ہو گئے تو کیا ہوا؟ یوں ہو گئے تو کیا یا ووں ہو گئے تو کیا۔

☆☆ اس باغ یعنی دنیا میں کسی صورت بھی سکون / ٹھہراؤ نہیں ہے۔ اگر تو بہار بن گیا اور ہم خزاں ہو گئے تو کیا (فرق پڑتا ہے)

تضمین بر شعرِ ابُو طالب کلیمؔ

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثربؐ کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تُو مسلم نہیں

جس سے تیرے حلقۂ خاتم میں گردُوں تھا اسیر
اے سلیماں! تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں

وہ نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہوگئی ہے اُس سے اب ناآشنا تیری جبیں

دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا
وہ صداقت جس کی بے باکی تھی حیرت آفریں

تیرے آبا کی نِگہ بجلی تھی جس کے واسطے
ہے وہی باطل ترے کاشانۂ دل میں مکیں

غافل! اپنے آشیاں کو آ کے پھر آباد کر
نغمہ زن ہے طُورِ معنی پر کلیم نکتہ بیں

”سرکشی باہر کہ کردی، رامِ او باید شدن
شعلہ ساں از ہر کجا برخاستی، آنجانشیں“ ☆

تضمین بر شعر: کسی شاعر کے خاص / مشہور شعر کو مضمون کی مناسبت سے اپنی نظم میں شامل کرنا۔ ابو طالب کلیم: مغلیہ دور کا مشہور فارسی شاعر ابو طالب، تخلص کلیم۔ ہمدان میں پیدا ہوا۔ برصغیر میں شاہجہان بادشاہ کے دربار کا ملک الشعرا رہا۔ ۱۶۵۱ء میں وفات پائی۔ شعار: طور طریقہ۔ صاحب یثربؐ: مراد حضور اکرمؐ۔ پاس: لحاظ، احترام۔ حلقۂ خاتم: انگوٹھی کا دائرہ / گولائی۔ گردوں: آسمان۔ اے سلیماں: یعنی اے مسلمان۔ گنوایا: کھو دیا۔ نگیں: انگوٹھی میں جڑا ہوا پتھر، مراد طاقت، اشارہ ہے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کی طرف جس پر اسم اعظم کندہ تھا اور اسی کی بدولت انھیں کئی قوتیں حاصل تھیں۔ کوکب: ستارہ۔ جبیں: پیشانی۔ حیرت آفریں: حیرانی کا باعث۔ آبا: جمع آب، باپ دادا، مراد گزشتہ دور کے مسلمان۔ کاشانۂ دل: دل کا گھر / محل، یعنی دل۔ مکیں: رہنے والا۔ اپنا آشیاں: یعنی پہلے والا طرزِ عمل۔ آباد کر: اختیار کر۔ نغمہ زن: گیت گانے والا، یعنی شاعر۔ طُورِ معنی: شاعرانہ مضامین کا طُور، شاعر کا تخلص کلیم ہونے کے سبب طُورِ معنی کہا۔ کلیم: شاعر کا تخلص۔ نکتہ بیں: شاعرانہ مضامین کی باریکیوں سے واقف۔

☆ جس کسی کی بھی تو نے نافرمانی کی ہے تجھے اس کا مطیع ہو جانا چاہیے، یعنی شعلے کی طرح جہاں سے تو اٹھا وہیں بیٹھ جا۔

شبلی اور حالی

مسلم سے ایک روز یہ اقبال نے کہا
دیوانِ جُزو و کُل میں ہے تیرا وجود فرد
تیرے سرودِ رفتہ کے نغمے علومِ نَو
تہذیب تیرے قافلہ ہائے کُہن کی گرد
پتھر ہے اس کے واسطے موجِ نسیم بھی
نازک بہت ہے آئنۂ آبروئے مرد
مردانِ کار، ڈھونڈ کے اسبابِ حادثات
کرتے ہیں چارۂ ستمِ چرخِ لاجوَرد
پوچھ اُن سے جو چمن کے ہیں دیرینہ رازدار
کیونکر ہوئی خزاں ترے گلشن سے ہم نبرد
مسلم مرے کلام سے بے تاب ہو گیا
غمّاز ہو گئی غمِ پنہاں کی آہِ سرد
کہنے لگا کہ دیکھ تو کیفیّتِ خزاں
اوراق ہو گئے شجرِ زندگی کے زرد

خاموش ہو گئے چمنستاں کے رازدار
سرمایۂ گداز تھی جن کی نوائے درد
شبلیؔ کو رو رہے تھے ابھی اہلِ گلستاں
حالیؔ بھی ہو گیا سُوئے فردوس رہ نورد

"اکنوں کرا دماغ کہ پُرسد ز باغباں ☆
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد"

شبلی: مولانا محمد شبلی نعمانی (ولادت ضلع اعظم گڑھ ۱۸۵۷ء وفات ۱۹۱۴ء) آپ مؤرخ، فلسفی، نقاد معلم اور مورث تھے۔ آپ کی کئی تصنیفات ہیں جن میں سیرۃ النبیؐ سرِفہرست ہے۔ حالیؔ: خواجہ الطاف حسین، تخلص حالی۔ ولادت پانی پت ۱۸۳۷ء۔ وفات ۱۹۱۴ء۔ مرزا غالب کے خاص شاگرد۔ حیاتِ جاوید، یادگارِ غالب، حیاتِ سعدی کے علاوہ دیگر کتب بالخصوص طویل نظم "مسدس" ان سے یادگار ہیں۔ دیوانِ جُز و کُل: یعنی اِس کائنات کی کتاب۔ وجود: ہستی۔ فرد: بے مثال۔ سرودِ رفتہ: ماضی کا گیت، علوم وفنون۔ نغمے: سریلی آوازیں (مراد ان علوم سے جدید علوم نکلے ہیں)۔ علومِ نو: جدید دَور کے علوم و فنون۔ تہذیب: موجودہ دَور کا تمدن۔ قافلہ ہائے کہن: پرانے قافلے، اسلامی تہذیب کا شاندار ماضی۔ موجِ نسیم: صبح کی نرم ہوا کی لہر۔ آبروئے مرد: دلیر اور غیرت مند آدمی کی عزت۔ مردانِ کار: باعمل اور جدوجہد کرنے والے دلیر۔ چرخِ لاجورد: نیلا آسمان۔ دیرینہ: پرانے۔ خزاں: مراد زوال۔ گلشن: باغ، قوم۔ ہم نبرد: جنگ کرنے والی۔ بے تاب: بے چین۔ غماز: چغلی کھانے والا/والی، بھید کھول دینے والا۔ غمِ پنہاں: چھپا ہوا دکھ۔ آہِ سرد: ٹھنڈی آہ، جو غم کی نشانی ہے۔ کیفیت: حالت۔ اوراق: جمع ورق، درخت کے پتے۔ شجر: درخت۔ چمنستاں: باغ، قوم۔ سرمایہ: پونجی۔ گداز: پگھلنے یا پگھلانے کی کیفیت۔ نوائے درد: مراد ایسا بیان جس میں تاثیر تھی۔ رونا: ماتم کرنا، غم کا اظہار کرنا۔ اہلِ گلستاں: قوم کے افراد۔ سُوئے فردوس: جنت کی طرف۔ رہ نورد: مسافر، راستہ چلنے والا۔

☆ اب کسے اتنا ہوش ہے کہ وہ مالی سے پوچھے کہ بلبل نے کیا کہا اور پھول نے کیا سنا اور صبح کی ہوا نے کیا کیا۔

اِرتقا

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرِشت اس کی ہے مشکل کشی، جفا طلبی

سکوتِ شام سے تا نغمۂ سحرگاہی
ہزار مرحلہ ہائے فُغانِ نیم شبی

کشاکشِ زم و گرما، تپ و تراش و خراش ☆
ز خاکِ تیرہ دروں تا بہ شیشۂ حلبی

مقامِ بست و شکست و فشار و سوز و کشید ☆☆
میانِ قطرۂ نیسان و آتشِ عِنَبی

اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تابِ ملّتِ عربی

”مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند ☆☆☆
ستارہ می شکنند، آفتاب می سازند“

ارتقا: درجہ بدرجہ ترقی کرنا، بلندی کی طرف بڑھنا۔ ستیزہ کار: لڑنے جھگڑنے والا۔ تا امروز: آج تک۔ چراغِ مصطفوی: محمد مصطفیٰؐ کا چراغ، یعنی حق کا چراغ۔ شرارِ بولہبی: ابولہب (کفر اور باطل) کی چنگاریاں/ آگ۔ حیات: زندگی۔ شعلہ مزاج: آگ کی سی طبیعت، عمل میں سرگرم رہنے والی۔ شور انگیز: جذبے ابھارنے والی۔ مشکل کشی: مشکلیں برداشت کرنے کی حالت۔ جفا طلبی: مراد خوشی سے سخت قسم کی جدوجہد اور عمل کرنا۔ سکوت: خاموشی۔ نغمۂ سحر گاہی: صبح کی وقت کا ترانہ یعنی صبح۔ ہزار: یعنی بیشمار۔ مرحلہ ہا: جمع مرحلہ، منزلیں۔ فغانِ نیم شبی: آدھی رات کے وقت اللہ کے حضور عاجزی و فریاد کرنے کی حالت۔ کشاکش: کھینچا تانی، ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنا۔ پیہم: لگاتار۔ تب و تاب: گرمی اور تپش یعنی جوش، ولولے اور جذبے۔ ملّتِ عربی: مسلمان قوم۔

☆ کالے باطن والی مٹی (مٹی) سے لے کر حلبی شیشے تک (حلب، ملک شام کا ایک شہر جہاں مٹی سے دواؤں کے ذریعہ شیشہ بنایا جاتا تھا) سردی اور گرمی (کے موسموں) کی باہمی کھینچا تانی، یعنی مختلف اثرات، تپش اور پگھلنے اور نکھرنے کا عمل (جاری ہے)

☆☆ قطرۂ نیساں (موسمِ بہار کی بارش جس سے انگور کی بیل پھوٹتی ہے) اور انگوری آگ یعنی شراب کے درمیان باندھنے (یعنی قطرے کا بیل میں بند ہونا) اور توڑنے اور دبانے/ دباؤ ڈالنے اور جلانے اور کھینچنے کا سلسلہ (جاری ہے)

☆☆☆ یہ جو شراب بنانے/ بیچنے والے انگور کے دانے کو پانی بناتے ہیں (یعنی شراب) تو وہ (دراصل) ستارے توڑ کر سورج بناتے ہیں (سورج: شراب کی چمک اور گرمی مراد ہے)۔ (یہ شعر فرح اللہ شوستری کا ہے)

صِدّیقؓ

اِک دن رسُولِ پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مال دار

ارشاد سُن کے فرطِ طرَب سے عُمرؓ اُٹھے
اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صِدیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

لائے غرَضکہ مال رسُولِ امیںؐ کے پاس
ایثار کی ہے دست نِگر ابتدائے کار

پُوچھا حضور سرورِ عالَمؐ نے، اے عُمرؓ!
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار

رکھّا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تُو نے کیا؟
مُسلِم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملّتِ بیضا پہ ہے نثار

اتنے میں وہ رفیقِ نبوّت بھی آگیا
جس سے بِنائے عشق و محبت ہے اُستوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرِشت
ہر چیز، جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپِ قمر سُم و شُتر و قاطر و حمار

بولے حضورؐ، چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر!
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار!

پروانے کو چراغ ہے، بُلبل کو پھول بس
صِدّیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

صِدّیقؓ: حضرت ابوبکر صدّیقؓ عبداللہ نام ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، خلیفۂ اوّل۔ سوا دو برس خلافت کی۔ ۶۳ برس کی عمر میں جمادی الثانی ۱۳ھ / ۶۳۴ء میں وفات پائی۔ اصحابؓ: جمع صاحب، دوست،

حضور اکرمؐ کے ساتھی، صحابی۔فرطِ طرب: بیحد خوشی۔عُمرؓ: حضرت عُمرؓ،عمر نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اکرمؐ کے خاندان سے ملتا ہے۔خلیفۂ دوم۔آپ کے لیے خود نبی اکرمؐ نے مسلمان ہونے کی دعا کی۔بہترین حکمران، مدبر، سیاستدان، منتظم اور سپہ سالار تھے۔آپ کو ایک پارسی غلام فیروز نے شہید کیا۔حملے کے بعد تین دن تک بیمار رہ کر ہفتہ کے روز یکم محرم ۲۴ھ/ ۶۴۴ء کو فوت ہوئے۔ بڑھ کر قدم رکھنا: مراد آگے نکل جانا۔راہوار: تیز چلنے والا گھوڑا یا خچر۔ایثار: کسی کے لیے تکلیف اُٹھانا، قربانی کا جذبہ۔دستِ نگر: دوسرے کا محتاج۔ابتدائے کار: کام کا آغاز/ شروع۔سرورِ عالمؐ: دنیا/ کائنات کے سردار۔جوشِ حق: حق کا جذبہ۔خویش: اپنے، عزیز، رشتہ دار۔اقارب: جمع اقرب قریب، قریبی رشتہ دار۔حق گزار: حق ادا کرنے والا۔نصف مال: آدھی پونجی/ دولت۔فرزند و زن: یعنی بال بچے اور بیوی۔حق: یعنی حصہ۔ملّتِ بیضا: روشن قوم، ملتِ اسلامیہ۔رفیقِ نبوت: یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ۔بنائے عشق: محبت کی بنیاد۔اُستوار: مضبوط۔وفا سرشت: جس کے مزاج/ فطرت میں وفاداری ہو۔چشمِ جہاں: مراد دنیا والوں کی نگاہ/ نظر۔ملکِ یمین: دائیں ہاتھ کی جائداد، مراد غلام یا کنیز۔درہم و دینار: سکوں کے نام۔رخت و جنس: مراد ہر طرح کا سازوسامان۔اسپِ قمر سُم: گھوڑا جس کے سُم ہلال کی صورت کے ہوں، چوڑے اور خوبصورت۔ شتر: اونٹ۔قاطر: خچر۔حمار: گدھا۔فکرِ عیال: بال بچوں کا خیال۔رازدار: حقیقت سے واقف۔دیدۂ مہ و انجم: چاند اور ستاروں کی آنکھیں۔فروغ گیر: روشنی حاصل کرنے والی۔باعثِ تکوینِ روزگار: کائنات کے وجود میں آنے کا سبب۔بس: کافی، بہت۔

تہذیبِ حاضر

تضمین بر شعرِ فیضیؔ

حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیبِ حاضر میں
بھڑک اُٹھا بھبُوکا بن کے مُسلم کا تنِ خاکی

کِیا ذرّے کو جگنو دے کے تابِ مستعار اس نے
کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جلوہ فرما کی

نئے انداز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے
یہ رعنائی، یہ بیداری، یہ آزادی، یہ بے باکی

تغیر آگیا ایسا تدبّر میں، تخیّل میں
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی

کِیا گُم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن
مناظر دِل کُشا دِکھلا گئی ساحر کی چالاکی

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذّتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی

فروغِ شمعِ نَو سے بزمِ مُسلم جگمگا اُٹھی
مگر کہتی ہے پروانوں سے میری کُہنہ اِدراکی

''تو اے پروانہ! ایں گرمی زشمعِ محفلے داری
چو من در آتشِ خودسوز اگر سوزِ دلے داری'' ☆

فیضی: ابوالفیض نام، فیضی تخلص، شیخ مبارک ناگوری کا بیٹا اور اکبر بادشاہ کے وزیر ابوالفضل کا بڑا بھائی (۱۵۴۷ء۔۱۵۹۵ء، وفات آگرہ) دربارِ اکبر کا ملک الشعرا شہزادوں کا اتالیق رہا، اس کی مثنویاں، دیوان اور قرآن کریم کی بے نقط تفسیر سواطع الالہام مشہور ہیں. تہذیبِ حاضر: موجودہ دَور کا تمدن جو یورپی تہذیب سے متاثر ہے. بھڑک اُٹھنا: آگ کا تیز جلنا. بھبوکا: آگ کا شعلہ. تنِ خاکی: مٹی کا جسم. تابِ مستعار: ادھار کی مانگی ہوئی چمک. شوخی: شرارت، چالاکی. آفتابِ جلوہ فرما: روشنی پھیلانے والا سورج. انداز: طور طریقے. رعنائی: خوبصورتی، خود کو سجانا. بیدار: جاگنے کا عمل. آزادی: یعنی ہر لحاظ سے آزاد ہونا. بیباکی: بے خوفی. تغیر: تبدیلی. تدبر: سوچ بچار، غور و فکر. تخیل: مراد خیالات. جگر چاکی: دل کا پھٹنا، یعنی کلیوں کی پتیوں کا بکھرنا. تازہ پرواز: نیا نیا اُڑنے والا، نئی نسل، نوجوان نسل جو تہذیبِ حاضر سے متاثر ہے. گُم کرنا: کھو دینا، بھلا دینا. اپنا آشیاں: گھونسلا، مراد اپنی تہذیب. مناظر: جمع منظر، نظارے. ساحر: جادوگر یعنی نئی تہذیب. حیاتِ تازہ: نئی زندگی/ تہذیب. لذتیں: جمع لذت، مزے. رقابت: دشمنی، حسد. خودفروشی: اپنی عزت کا خیال نہ کرنے کی حالت. ناشکیبائی: بے صبری. ہوسناکی: حرص اور لالچ. فروغ: روشنی. شمعِ نو: مراد نئی تہذیب. جگمگانا: چمکنا. بزمِ مُسلم: مسلم قوم کے افراد. پروانے: مراد نئی تہذیب کے عاشق. کہنہ اِدراکی: پرانی قوتِ فہم یعنی مختلف تجربوں سے گزرا ہوا شعور.

☆ اے پروانے! تو جو جل رہا ہے تو محفل کی شمع کی تپش سے جل رہا ہے اگر تجھ میں ذرا سی دل کی تپش (جذبۂ عشق) ہے تو پھر میری طرح اپنی آگ میں جل جا۔

والدہ مرحومہ کی یاد میں

ذرّہ ذرّہ دہر کا زندانیِ تقدیر ہے
پردۂ مجبوری و بے چارگی تدبیر ہے
آسماں مجبور ہے، شمس و قمر مجبور ہیں
انجمِ سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں
ہے شکست انجام غنچے کا سبو گلزار میں
سبزہ و گل بھی ہیں مجبورِ نمو گلزار میں

نغمۂ بلبل ہو یا آوازِ خاموشِ ضمیر
ہے اسی زنجیرِ عالم گیر میں ہر شے اسیر

آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ سرِّ مجبوری عیاں
خشک ہو جاتا ہے دل میں اشک کا سیلِ رواں
قلبِ انسانی میں رقصِ عیش و غم رہتا نہیں
نغمہ رہ جاتا ہے، لطفِ زیر و بم رہتا نہیں
علم و حکمت رہزنِ سامانِ اشک و آہ ہے
یعنی اک الماس کا ٹکڑا دلِ آگاہ ہے

گرچہ میرے باغ میں شبنم کی شادابی نہیں
آنکھ میری مایہ دارِ اشکِ عُنّابی نہیں
جانتا ہوں آہ، مَیں آلامِ انسانی کا راز
ہے نوائے شِکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز
میرے لب پر قصّۂ نیرنگیِ دوراں نہیں
دل مرا حیراں نہیں، خنداں نہیں، گِریاں نہیں
پر تری تصویر قاصد گریۂ پیہم کی ہے
آہ! یہ تردید میری حکمتِ مُحکم کی ہے
گریۂ سرشار سے بنیادِ جاں پائندہ ہے
درد کے عرفاں سے عقلِ سنگدل شرمندہ ہے
موجِ دُودِ آہ سے آئینہ ہے روشن مرا
گنجِ آب آورد سے معمور ہے دامن مرا
حیرتی ہُوں میں تری تصویر کے اعجاز کا
رُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا
رفتہ و حاضر کو گویا پا بپا اس نے کِیا
عہدِ طفلی سے مجھے پھر آشنا اس نے کِیا
جب ترے دامن میں پَلتی تھی وہ جانِ ناتواں
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں

اور اب چرچے ہیں جس کی شوخیِ گُفتار کے
بے بہا موتی ہیں جس کی چشمِ گوہر بار کے

عِلم کی سنجیدہ گفتاری، بڑھاپے کا شعور
دُنیوی اعزاز کی شوکت، جوانی کا غرور
زندگی کی اَوج گاہوں سے اُتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم
بے تکلّف خندہ زن ہیں، فکر سے آزاد ہیں
پھر اُسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ! میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار
خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دُعائے نیم شب میں کس کو مَیں یاد آؤں گا!

تربیت سے تیری مَیں انجم کا ہم قسمت ہُوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہُوا
دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دِین و دُنیا کا سبق تیری حیات
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
مَیں تری خدمت کے قابل جب ہُوا تُو چل بسی

وہ جواں، قامت میں ہے جو صورتِ سروِ بلند
تیری خدمت سے ہُوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند
کاروبارِ زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا
وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو مرا
تجھ کو مثلِ طفلکِ بے دست و پا روتا ہے وہ
صبر سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہے وہ
تُخم جس کا تُو ہماری کشتِ جاں میں بو گئی
شرکتِ غم سے وہ اُلفت اور مُحکم ہو گئی

آہ! یہ دُنیا، یہ ماتم خانۂ برنا و پیر
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر!
کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت
گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دُخترانِ مادرِ ایّام ہیں!
کُلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قُلزُمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

نَے مجالِ شکوہ ہے، نَے طاقتِ گفتار ہے
زندگانی کیا ہے، اِک طوقِ گُلو افشار ہے!

قافلے میں غیرِ فریادِ درا کچھ بھی نہیں
اِک متاعِ دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں

ختم ہو جائے گا لیکن امتحاں کا دَور بھی
ہیں پسِ نُہ پردۂ گردُوں ابھی دَور اور بھی

سینہ چاک اس گلِستاں میں لالہ و گُل ہیں تو کیا
نالہ و فریاد پر مجبور بُلبل ہیں تو کیا

جھاڑیاں، جن کے قفس میں قید ہے آہِ خزاں
سبز کر دے گی اُنھیں بادِ بہارِ جاوِداں

خفتہ خاکِ پے سِپَر میں ہے شرار اپنا تو کیا
عارضی محمل ہے یہ مُشتِ غبار اپنا تو کیا

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹُوٹنا جس کا مقدّر ہو یہ وہ گوہر نہیں

زندگی محبوب ایسی دیدۂ قُدرت میں ہے
ذوقِ حفظِ زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے

موت کے ہاتھوں سے مِٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات

ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں

آہ غافل! موت کا رازِ نہاں کچھ اور ہے
نقش کی ناپائداری سے عیاں کچھ اور ہے

جنتِ نظّارہ ہے نقشِ ہَوا بالائے آب
موجِ مُضطر توڑ کر تعمیر کرتی ہے حباب

موج کے دامن میں پھر اُس کو چُھپا دیتی ہے یہ
کتنی بیدردی سے نقش اپنا مٹا دیتی ہے یہ

پھر نہ کر سکتی حباب اپنا اگر پیدا ہَوا
توڑنے میں اُس کے یوں ہوتی نہ بے پروا ہَوا

اس روِش کا کیا اثر ہے ہیئتِ تعمیر پر
یہ تو حجت ہے ہَوا کی قُوّتِ تعمیر پر

فطرتِ ہستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو

آہ سیمابِ پریشاں، انجمِ گردُوں فروز
شوخ یہ چنگاریاں، ممنونِ شب ہے جن کا سوز

عقل جس سے سر بہ زانو ہے وہ مدّت ان کی ہے
سرگزشتِ نوعِ انساں ایک ساعت ان کی ہے

پھر یہ انساں، آں سُوئے افلاک ہے جس کی نظر
قُدسیوں سے بھی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر
جو مثالِ شمع روشن محفلِ قُدرت میں ہے
آسماں اِک نقطہ جس کی وسعتِ فطرت میں ہے
جس کی نادانی صداقت کے لیے بیتاب ہے
جس کا ناخن سازِ ہستی کے لیے مِضراب ہے
شعلہ یہ کمتر ہے گرُدوں کے شراروں سے بھی کیا
کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا
تُخمِ گُل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خواب ہے
کس قدر نشوونُما کے واسطے بے تاب ہے
زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو مستور ہے
خود نُمائی، خود فزائی کے لیے مجبور ہے
سردیِ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں
پھول بن کر اپنی تُربت سے نِکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ
ہے لحد اُس قوّتِ آشُفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردنِ گرُدوں میں جو اپنی کمند

موت، تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اِک پیغام ہے
خوگرِ پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
موت اس گلشن میں جُز سنجیدنِ پَر کچھ نہیں

کہتے ہیں اہلِ جہاں دردِ اجل ہے لادوا
زخمِ فُرقت وقت کے مرہم سے پاتا ہے شِفا
دل مگر، غم مرنے والوں کا جہاں آباد ہے
حلقۂ زنجیرِ صبح و شام سے آزاد ہے
وقت کے افسُوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں
وقت زخمِ تیغِ فُرقت کا کوئی مرہم نہیں
سر پہ آ جاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہاں
اشکِ پیہم دیدۂ انساں سے ہوتے ہیں رواں
ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ و فریاد سے
خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کی سرِشک آباد سے
آدمی تابِ شکیبائی سے گو محروم ہے
اس کی فطرت میں یہ اک احساسِ نامعلوم ہے
جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

رختِ ہستی خاک، غم کی شعلہ افشانی سے ہے
سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے

آہ، یہ ضبطِ فغاں غفلت کی خاموشی نہیں
آگہی ہے یہ دل آسائی، فراموشی نہیں

پردۂ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح
داغ شب کا دامنِ آفاق سے دھوتی ہے صبح

لالۂ افسردہ کو آتش قبا کرتی ہے یہ
بے زباں طائر کو سرمستِ نوا کرتی ہے یہ

سینۂ بلبل کے زنداں سے سرود آزاد ہے
سیکڑوں نغموں سے بادِ صبحدم آباد ہے

خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رودبار
ہوتے ہیں آخر عروسِ زندگی سے ہمکنار

یہ اگر آئینِ ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح

دامِ سیمینِ تخیل ہے مرا آفاق گیر
کر لیا ہے جس سے تیری یاد کو مَیں نے اسیر

یاد سے تیری دلِ درد آشنا معمور ہے
جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا معمور ہے

وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات
جلوہ گاہیں اُس کی ہیں لاکھوں جہانِ بے ثبات
مختلف ہر منزلِ ہستی کی رسم و راہ ہے
آخرت بھی زندگی کی ایک جولاں گاہ ہے
ہے وہاں بے حاصلی کِشتِ اجل کے واسطے
سازگار آب و ہوا تُخمِ عمل کے واسطے
نورِ فطرت ظلمتِ پیکر کا زِندانی نہیں
تنگ ایسا حلقۂ افکارِ انسانی نہیں
زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

والدہ مرحومہ: ماں جس پر اللہ کی رحمت ہوئی، یعنی علامہ کی اپنی والدہ جن کی وفات پر علامہ نے یہ نظم کہی۔ دہر: زمانہ۔ زندانیِ تقدیر: مقدر کا قیدی یعنی تقدیر کے حکم کے بغیر کچھ نہ کرنے کے قابل انسان۔ مجبوری و بیچارگی: ناچاری اور بے بسی کی حالت۔ تدبیر: کوشش، منصوبہ۔ شمس و قمر: سورج اور چاند، یعنی پوری کائنات۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ سیماب پا: پارے کے پاؤں جیسا، نہ ٹھہرنے والا۔ رفتار: چلنے کی حالت۔ شکست انجام: جس کی

اخیر ٹوٹ جانا/ بکھر جانا ہو۔ سبو: پیالہ، یعنی خودی۔ گلزار: پھولوں کا باغ۔ نمو: اگنا، بڑھنا پھولنا۔ ضمیر: باطن، دل۔ زنجیر عالمگیر: دنیا کے پاؤں کی بیڑی۔ اسیر: قیدی۔ سِرّ: بھید۔ اشک: آنسو۔ خشک ہو جانا: مراد ختم جانا۔ سیل رواں: بہتا ہوا طوفان۔ رقصِ عیش و غم: کبھی سکھ اور خوشیاں، کبھی دکھ اور مصیبتیں۔ زیر و بم: نیچے اور اونچے سُر۔ رہزن: لوٹ لینے والا/والی۔ اشک و آہ: رونے فریاد کرنے کی حالت۔ الماس: ہیرا۔ دلِ آگاہ: علم و حکمت والا، کائنات کی حقیقتوں سے باخبر دل۔ شبنم کی شادابی: اوس کی سی تری، یعنی آنسو (نہیں بہائے)۔ مایہ دار: پونجی رکھنے والی۔ اشکِ عنابی: سُرخ آنسو۔ آلامِ انسانی: انسان کو پہنچنے والے صدمے (آلام جمع الم یعنی دکھ، تکلیف)۔ نوائے شکوہ: گِلے/ شکایت کی آواز یعنی گلہ۔ فطرت کا ساز: مزاج (جسے شکوے شکایت کی عادت نہیں)۔ لب: ہونٹ، یعنی زبان۔ نیرنگیِ دوراں: زمانے کی ہر وقت بدلتی صورتیں۔ خنداں: ہنسنے والا۔ گریاں: رونے والا۔ پَر: لیکن۔ تیری تصویر: یعنی علامہ کی والدہ مرحومہ کی تصویر۔ گریۂ پیہم: مسلسل/ لگاتار رونے کی حالت۔ تردید: کسی بات کا رَد/غلط قرار دینا۔ حکمتِ محکم: مضبوط عقل و دانش۔ گریۂ سرشار: دل کھول کر رونے کی کیفیت۔ بنیادِ جاں: روح/زندگی کی بنیاد۔ پائندہ: مضبوط، برقرار رہنے والی۔ درد کا عرفاں: دکھ کا احساس/ خیال۔ موجِ دودِ آہ: آہوں کے دھوئیں کی لہر، مراد آہیں۔ آئینہ: یعنی دل۔ گنجِ آب آورد: وہ خزانہ جسے پانی لایا ہو، یعنی آنسوؤں کی جھڑی۔ معمور: بھرا ہوا۔ حیرتی: حیرانی میں ڈوبا ہوا۔ اعجاز: کرامت۔ وقت کی پرواز کا رخ بدل ڈالا: یعنی مستقبل کے بارے میں سوچنے کی بجائے (بچپن وغیرہ کی یادیں) ماضی کی یادوں میں کھو جانے کی حالت کر دی۔ رفتہ: گزرا ہوا، ماضی۔ حاضر: موجودہ، زمانۂ حال۔ پاپا: مراد ساتھ ملے ہوئے۔ عہدِ طفلی: بچپن کے دن۔ جانِ ناتواں: کمزور/ نومولود جان۔ محرم: واقف، جاننے والی۔ شوخیِ گفتار: یعنی دل کش شاعری/ شعر۔ بے بہا: بہت قیمتی۔ چشمِ گوہر بار: موتی برسانے والی آنکھ۔ علم: دانائی۔ سنجیدہ گفتاری: بات چیت میں احتیاط کا اور بڑوں کا سا طریقہ۔ بڑھاپے کا شعور: بوڑھے ہونے کا احساس۔ دنیوی اعزاز: دنیا کی عزت۔ شوکت: شان، دبدبہ۔ غرور: فخر، گھمنڈ۔ اوج گاہ: بلند مرتبہ۔ صحبتِ مادر: ماں کے ساتھ ہونا/ رہنا۔ طفلِ سادہ: بے سمجھ سا بچہ، بھولا بھالا بچہ۔ بے تکلف: بناوٹ/ ظاہر داری کے بغیر۔ خندہ زن: ہنسنے والا۔ کھویا ہوا فردوس: یعنی بچپن کی بھولی بھالی معصوم زندگی (جو اب میسر نہیں)۔ آباد ہیں: رہ رہے ہیں۔ خاکِ مرقد: قبر کی مٹی، مراد قبر۔ تربیت: زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھانا۔ انجم کا ہم قسمت: مراد ستاروں کی طرح بلند مقدر والا۔ اجداد: جمع جد، باپ دادا، پرانے بزرگ۔ سرمایۂ عزت: شان اور مرتبے کی دولت۔ دفترِ ہستی: زندگی کی کتاب۔ زرّیں ورق: سنہری ورقوں/ صفحوں والی۔ سراپا: مکمل۔ دین و دنیا کا سبق: دین اور دنیا کے مطابق تربیت۔ خدمت گر: خدمت کرنے والی۔ تو چل بسی: تو فوت ہو گئی۔ وہ جواں: اشارہ ہے علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد مرحوم کی طرف (۱۸۵۸ء۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء)۔ قامت: قد کاٹھ

صورتِ سروِ بلند: اونچے لمبے سرو کی طرح. بہرہ مند: حصہ پانے والا. کاروبارِ زندگانی: زندگی کے کام کاج. ہم پہلو: مراد ساتھ چلنے والا. تیری تصویر: بالکل تیرے جیسا، تیرے مزاج جیسا. طفلک بے دست و پا: بے بس / عاجز چھوٹا سا بچہ. صبح و مسا: صبح اور شام یعنی ہر وقت. تخم: بیج، دانہ. کشتِ جاں: روح کی کھیتی، جان. شرکتِ غم: دکھ میں برابر کا شریک ہونے کی حالت. الفت: محبت. محکم: پکی. ماتم خانہ: یعنی دکھوں کا گھر. برنا: جوان. پیر: بوڑھا. طلسمِ دوش و فردا: یعنی وقت کی گردش / چکر. مشکل: یعنی مصیبتوں کے سبب مشکل. آساں: یعنی مرنے پر آدمی مشکلوں سے چھوٹ جاتا ہے. گلشنِ ہستی: زندگی کا باغ، یعنی زندگی. مانندِ نسیم: ہوا کی طرح. ارزاں: کم قیمت. زلزلے: بھونچال. آلام: جمع الم، مصیبتیں. دختران: جمع دختر، بیٹیاں. مادرِ ایام: زمانے کی ماں، یعنی زمانہ. کلبہ: جھونپڑی. دشت و در: جنگل اور بیابان. ہنگامہ آرا: شور و غوغا مچانے والی. قلزم: سمندر. سفینے: کشتیاں. آغوش: گود. مجالِ شکوہ: شکایت کی طاقت. طاقتِ گفتار: بولنے کی ہمت. طوقِ گلو افشار: گلا گھونٹنے والا لوہے کا حلقہ. غیر: سوائے. فریادِ درا: کوچ کی گھنٹی کی آواز. متاع: دولت، پونجی. دیدۂ تر: یعنی روتی آنکھیں. امتحاں: آزمائش. پس: پیچھے. پردۂ گردوں: آسمان کی تہیں، یعنی تو آسمان. سینہ چاک: زخمی دل والا. قفس: پنجرہ. بادِ بہارِ جاوداں: ہمیشہ کے لیے قائم رہنے والی بہار کی ہوا. سبز کرنا: ترو تازہ کرنا. خفتہ: سویا ہوا. خاکِ رہ گزر: راستے میں اڑنے والی مٹی. شرار: چنگاری. عارضی: وقتی. محمل: کجاوہ. مشتِ غبار: مراد جسم. انجام: آخر. خاکستر: راکھ. گوہر: موتی. دیدۂ قدرت: قدرت کی نگاہ. محبوب: پیاری. ذوق: شوق. حفظِ زندگی: زندگی کی حفاظت. فطرت: مزاج، خمیر. نقش: تحریر، نشان. نظامِ کائنات: دنیا کا انتظام، بندوبست. اجل: موت. خلل: گڑبڑ. رازِ نہاں: چھپا ہوا بھید. ناپائداری: کمزوری. جنت نظارہ: دیکھنے میں بہشت کے نظاروں کی طرح دل کش. نقشِ ہوا بالائے آب: چلنے سے پانی پر بننے والی لکیریں. مضطر: بے چین. حباب: بلبلہ. بیدردی: ظلم، سختی. روش: طریقہ، چلن. ہیئت: ڈھانچا. فطرتِ ہستی: وجود / کائنات کا مزاج. شہیدِ آرزو: خواہش / خواہشات کا مارا ہوا، اچھی سے اچھی تخلیق کا خواہشمند. خوب تر پیکر: مراد اچھے سے اچھا جسم پیدا کرنا. سیماب پریشاں: پھیلنے والا / منتشر پارہ، مراد ستارے. انجمِ گردوں فروز: آسمان کو روشن کرنے والے ستارے. شوخ: مراد دل کش. چنگاریاں: یعنی ستارے. ممنونِ شب: رات کا احسان مند. سوز: مراد روشنی. سر بزانو: غور و فکر میں ڈوبی ہوئی. سرگزشت: ماجرا، قصہ. نوعِ انساں: مراد تمام انسان. ساعت: پل، گھڑی. آں سوئے افلاک: آسمانوں کے اس پار / دوسری طرف. قدسی: فرشتہ. مقاصد: جمع مقصد، ارادے، غرضیں. پاکیزہ تر: زیادہ صاف ستھری. محفلِ قدرت: مراد کائنات، دنیا. بیتاب: بے چین، بیقرار. مضراب: لوہے کا چھلا جس سے ساز چھیڑا جاتا ہے. کمتر: زیادہ کم یا تھوڑا. کم بہا: تھوڑی قیمت / قدر والا. تخمِ گل: پھول کا بیج. دانہ: بیج. مستور: چھپا ہوا. خود نمائی: اپنا آپ دکھانا،

مراد اپنی حقیقت ظاہر کرنا. خود فزائی: اپنے آپ کو پھیلانا. سردیِ مرقد: قبر کی ٹھنڈک. تُربت: قبر مراد زمین
میں سے. لحد: قبر یعنی مٹی. قوتِ آشفتہ: بکھری ہوئی طاقت. شیرازہ بند: جمع کرنے والی. ڈالتی ہے: یعنی یہ
طاقت. کمند: رسی کا پھندا کسی جگہ اٹکا کر اس کے ذریعہ اوپر چڑھنا. تجدیدِ مذاقِ زندگی: زندگی کی لذت کو تازہ
کرنا. خُوگر: عادی. سنجیدنِ پر: پر تولنا (اڑنے کے لیے). دردِ اجل: موت کا درد. زخمِ فرقت: جدائی کا زخم.
حلقۂ زنجیرِ صبح و شام: صبح و شام کا تسلسل مراد وقت. افسوں: جادو. نالۂ ماتم: سوگ میں آہ و زاری. زخمِ تیغِ
فرقت: جدائی کی تلوار کا زخم. ناگہاں: اچانک. اشکِ پیہم: مسلسل بہنے والے آنسو. دیدۂ انساں: انسان کی
آنکھ. رابطہ: تعلق. سرشک آباد: مراد راستہ، ذریعہ. تاب: قوت. شکیبائی: صبر. نامعلوم: جو واضح نہ ہو، جس کا
پتا نہ چلے. جوہرِ انساں: انسان کی اصل یعنی روح. عدم: فنا، نیستی. رختِ ہستی: زندگی کا ساز و سامان. شعلہ
افشانی: شعلے بکھیرنا. سرد: ٹھنڈی، بجھی ہوئی. ضبطِ فغاں: آہ و زاری پر قابو پانے / روکنے کی حالت. آگہی:
شعور، واقفیت. دل آسائی: دل کا سکون / قرار. فراموش: بھولنے کی حالت. پردۂ مشرق: مراد سورج نکلنے کی
جگہ. جلوہ گر: یعنی ظاہر. آفاق: جمع افق، دور کے آسمانی کنارے مراد آسمان. آتش قبا: آگ جیسا سُرخ
لباس، لالہ کا سُرخ رنگ مراد ہے. طائر: پرندہ. بے زباں: جس میں بولنے کی قوت نہ ہو. سرمستِ نوا:
چہچہانے میں بیحد مصروف. سرود آزاد ہے: چہچہانے کی آواز (سینے سے) باہر نکل رہی ہے. بادِ صبحدم: صبح کی
ہوا. آباد ہے: یعنی اس میں پرندوں کی آوازیں گونج رہی ہیں. خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رود بار: لالہ کے
باغ میں پہاڑ اور دریا کے کنارے پر سوئے ہوئے، مراد پھول، سبزہ وغیرہ. عروسِ زندگی: زندگی کی دلہن، مراد
تروتازگی جو صبح شبنم کے سبب پھولوں وغیرہ میں پیدا ہوتی ہے. ہمکنار: بغل گیر. آئینِ ہستی: کائنات کا نظام /
بندوبست. مرقد: قبر. انجام: اخیر. دامِ سیمینِ تخیل: چاندی کے تاروں سے بنا ہوا شاعرانہ خیالات کا جال یعنی
دل کو بھانے / موہ لینے والے. آفاق گیر: دنیا پر چھا جانے والا / والے. اسیر: قیدی، مراد (یادکو) نظم کی صورت
دے دی ہے. درد آشنا: غم سے واقف. معمور: بھرا ہوا. فرائض: جمع فریضہ، وہ کام جن کا کرنا ضروری ہو.
تسلسل: لگاتار ہونے کی کیفیت. حیات: زندگی. جلوہ گاہ: مراد ظاہر ہونے کی جگہ. جہانِ بے ثبات: فانی
دنیا. رسم و راہ: طور طریقے. آخرت: دوسری دنیا جہاں مرنے کے بعد حساب کتاب ہوگا. جولاں گاہ: دوڑنے
کی جگہ، میدان. بے حاصلی: فصل نہ ہونے کی کیفیت، بے نتیجہ ہونا. کشتِ اجل: موت کی کھیتی. تخمِ عمل: (نیکی
یا برائی) عمل کا بیج. نورِ فطرت: قدرت کا نور / روشنی. ظلمتِ پیکر: جسم کی تاریکی. زندانی: قیدی. حلقہ: دائرہ
مہتاب: چاندنی، چاند. تابندہ تر: زیادہ چمکدار. سفر: مراد زندگی. مثلِ ایوانِ سحر: صبح کے محل کی طرح، مراد صبح
کی روشنی کی طرح. فروزاں: روشن. خاکی شبستاں: مٹی کا شبستان (رات گزارنے کی جگہ) یعنی قبر. لحد: قبر.
شبنم افشانی: اوس بکھیرنا. سبزۂ نورستہ: تازہ تازہ اُگا ہوا سبزہ. اس گھر: یعنی (ماں کی) قبر.

شُعاعِ آفتاب

صبح جب میری نگہ سودائیِ نظّارہ تھی
آسماں پر اک شُعاعِ آفتاب آوارہ تھی
مَیں نے پوچھا اُس کرن سے "اے سراپا اضطراب!
تیری جانِ ناشکیبا میں ہے کیسا اضطراب
تُو کوئی چھوٹی سی بجلی ہے کہ جس کو آسماں
کر رہا ہے خرمنِ اقوام کی خاطر جواں

یہ تڑپ ہے یا ازل سے تیری خُو ہے، کیا ہے یہ
رقص ہے، آوارگی ہے، جستجو ہے، کیا ہے یہ؟"

"خفتہ ہنگامے ہیں میری ہستیِ خاموش میں
پرورش پائی ہے مَیں نے صبح کی آغوش میں
مُضطرب ہر دَم مری تقدیر رکھتی ہے مجھے
جستجو میں لذّتِ تنویر رکھتی ہے مجھے

برقِ آتش خُو نہیں، فطرت میں گو ناری ہوں مَیں
مہرِ عالم تاب کا پیغامِ بیداری ہوں مَیں
سُرمہ بن کر چشمِ انساں میں سما جاؤں گی مَیں
رات نے جو کچھ چھپا رکھا تھا، دِکھلاؤں گی مَیں

تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے
سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے؟"

شعاع: کرن. آفتاب: سورج. سَودائی: شیدائی، دیوانی. آوارہ: گھومنے پھرنے والا/والی. سراپا اضطراب: بہت بے چین. نا شکیبا: بے صبر، بیقرار. خرمنِ اقوام: قوموں کی فصل کا ڈھیر، مراد قومیں. خاطر: واسطے، لیے. خُو: عادت. رقص: ناچ. آوارگی: یونہی چلنے پھرنے کی حالت. جستجو: تلاش. خفتہ: سویا ہوا/ہوئے. ہستی: وجود، زندگی. آغوش: گود. لذتِ تنویر: روشنی پھیلانے کا مزہ. برقِ آتش خُو: آگ کا مزاج رکھنے والی بجلی. ناری: آگ سے بنی ہوئی. مہرِ عالم تاب: دنیا کو روشن کرنے والا سورج. بیداری: جاگنا، عمل اور جدوجہد کے لیے تیار رہنا. سما جانا: داخل ہو جانا، جگہ پا لینا. جویائے ہشیاری: بیدار ہونے/جاگنے کا خواہشمند. ذوق: شوق.

عُرفی

محل ایسا کیا تعمیر عُرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

فضائے عشق پر تحریر کی اُس نے نوا ایسی
میسر جس سے ہیں آنکھوں کو اب تک اشکِ عُنابی

مرے دل نے یہ اک دن اُس کی تُربت سے شکایت کی
نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامانِ بیتابی

مزاجِ اہلِ عالم میں تغیر آگیا ایسا
کہ رخصت ہو گئی دنیا سے کیفیت وہ سیمابی

فُغانِ نیم شب شاعر کی بارِ گوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشمِ محفل آشنائے لطفِ بے خوابی

کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت رُبا کیونکر
گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی

صدا تربت سے آئی "شکوۂ اہلِ جہاں کم گو
☆ نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
☆☆ حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی"

عُرفی: مشہور فارسی شاعر جمال الدین، تخلص عرفی (وفات ۹۹۹ھ)۔ ۳۶ یا ۳۷ برس کی عمر پائی۔ شیراز سے برصغیر پاک و ہند چلا آیا۔ یہاں اس کی قدر ہوئی۔ عبدالرحیم خان خاناں کے دربار میں جگہ پائی۔ تصدُّق: قربان، صدقے۔ حیرت خانہ: یعنی فلسفے کا خیالی محل۔ سینا: بوعلی سینا، مشہور فلسفی ابوعلی الحسین بن عبداللہ بن سینا۔ ولادت بمقام بخارا ۹۸۰ء۔ ۱۸ برس کی عمر میں بغداد میں شاہی طبیب بنا۔ ہمدان میں ۱۰۳۷ء میں وفات پائی۔ فارابی: محمد بن محمد طرخان ابونصر الفارابی، اسلامی دنیا کا مشہور فلسفی۔ ترکی کے شہر فاراب میں پیدا ہوا۔ وفات بمقام دمشق ۹۵۰ء۔ نوا: نغمہ، شاعری۔ اشک عنابی: سرخ آنسو (جو جذباتِ عشق کے ترجمان ہیں)۔ تُربت: قبر۔ ہنگامۂ عالم: دنیا کی رونق۔ تغیر: تبدیلی۔ کیفیت: حالت۔ سیمابی: پارے کی طرح کی یعنی بیقراری۔ فغانِ نیم شب: آدھی رات کو آہ و فریاد کرنے کی حالت۔ بارِ گوش: کانوں پر بوجھ۔ چشم: آنکھ۔ آشنائے لطفِ بیخوابی: جاگتے رہنے کے مزے سے واقف۔ شعلۂ فریاد: آہ و فغاں کو شعلہ کہا ہے۔ ظلمت رُبا: تاریکی دور کرنے والا۔ گراں: بوجھل۔ شب پرست: مراد راتوں کو گہری نیند سونے والے، غفلت کے مارے۔ آسماں تابی: آسمان کو روشن کرنے کا عمل۔ صدا: آواز۔ شکوۂ اہلِ جہاں: دنیا والوں کے بارے میں شکایت۔ کم گو: مت کہہ، مت کر۔

☆ (عرفی کا شعر ہے): جب تو لوگوں میں گیت / گانا سننے کا ذوق شوق کم دیکھے تو پھر گانا ذرا تیکھے سُروں میں گانا شروع کر دے۔

☆☆ اور جب کجاوہ بوجھل لگنے لگے تو حدی (وہ گانا جو اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے گایا جاتا ہے) زیادہ تیز آواز میں گانا شروع کر دے۔

ایک خط کے جواب میں

ہوس بھی ہو تو نہیں مجھ میں ہمتِ تگ و تاز
حصولِ جاہ ہے وابستۂ مذاقِ تلاش

ہزار شُکر، طبیعت ہے ریزہ کار مری
ہزار شُکر، نہیں ہے دماغ فتنہ تراش

مرے سخن سے دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز
جہاں میں ہوں مَیں مثالِ سحاب دریا پاش

یہ عُقدہ ہائے سیاست تجھے مبارک ہوں
کہ فیضِ عشق سے ناخن مرا ہے سینہ خراش

ہَوائے بزمِ سلاطیں دلیلِ مُردہ دِلی
کِیا ہے حافظِؔ رنگیں نوا نے راز یہ فاش

"گرت ہواست کہ با خضر ہم نشیں باشی ☆
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش"

ایک خط...... : علامہ نے خط لکھنے والے کا نام ظاہر نہیں کیا۔ اس نے علامہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حاکمانِ وقت، بالخصوص چیف جسٹس وغیرہ سے تعلقات قائم کریں، تا کہ ان (علامہ) کی وکالت خوب بڑھے۔ ہمتِ تگ و تاز: بھاگ دوڑ کی طاقت / حوصلہ۔ حصولِ جاہ: مرتبہ / عہدہ حاصل کرنے کا عمل۔ وابستہ: بندھا ہوا، متعلق۔ مذاقِ تلاش: ڈھونڈنے اور پانے کا ذوق شوق۔ ریزہ کار: مراد گہرے / عمدہ شعری مضامین باندھنے والا۔ فتنہ تراش: فتنہ کھڑا کرنے یا جوڑ توڑ کی سیاست کرنے والا۔ سخن: شاعری۔ دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز: مراد دلوں میں زندہ جذبے پیدا ہوتے ہیں۔ سحاب: بادل۔ دریا پاش: دریا بکھیرنے یعنی بہت پانی برسانے والا۔ عقدہ ہائے سیاست: سیاست کی گتھیاں / الجھنیں۔ فیضِ عشق: عشق کی بدولت۔ سینہ خراش: سینہ چھیلنے والا۔ ہوائے بزمِ سلاطیں: حاکموں کی محفل / دربار کی حرص۔ مردہ دلی: دل کا جذبوں / زندگی سے محروم ہونا۔ حافظؔ: ایران کا مشہور شاعر حافظ شیرازی۔ رنگیں نوا: دل کش شعر کہنے والا۔

☆ اگر تجھے یہ خواہش ہے کہ تو خضر کے ساتھ بیٹھے (محبوبِ حقیقی کا قرب حاصل ہو) تو سکندر (حاکمانِ دنیا) کی نظروں سے اسی طرح چھپا ہوا رہ جس طرح آبِ حیات، سکندر سے دور / چھپا ہوا رہا۔

نانک

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی

آہ! بدقسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر

آشکار اُس نے کِیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفے پر ناز تھا

شمعِ حق سے جو منوّر ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی

آہ! شُودر کے لیے ہندوستاں غم خانہ ہے
دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے

برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

بُت کدہ پھر بعد مدّت کے مگر روشن ہُوا
نورِ ابراہیمؑ سے آزر کا گھر روشن ہُوا

پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

نانک: سکھوں کے مشہور گرو، تلونڈی ضلع لاہور کے ایک کھتری خاندان میں پیدا ہوئے (۱۴۶۹ء) وفات موضع کرتار پور (۱۵۳۹ء) ساری عمر توحید اور مساوات کا درس دیا. گوتم: گوتم بدھ، بدھ مذہب کے بانی جن کے پیرو چین، جاپان، کوریا وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں (بدھ بمعنی روشن ضمیر) اصلی نام سدھارتھ، سالِ ولادت ۵۶۸ قبل مسیح کے لگ بھگ ہے یہ آٹھ باتیں ان کے مذہب کی بنیاد ہیں: صحیح ایمان، صحیح ارادہ، صحیح گفتار، صحیح عمل، صحیح پیشہ، صحیح کوشش، صحیح فکر اور صحیح توجہ. قدر پہچاننا: کسی کی اہمیت اور خوبیوں کا اعتراف کرنا. گوہرِ یک دانہ: مراد بہت قیمتی موتی. آوازِ حق: خدا کی توحید کی آواز. شیرینی: مٹھاس. شجر: درخت. آشکار: ظاہر. خیالی فلسفہ: وہ فلسفہ جس کی بنیاد صرف فرضی باتوں پر ہو. منور: روشن. بارشِ رحمت: رحمت ہونے کو یہ کہا. شودر: ہندوؤں کی سب سے گھٹیا چوتھی ذات جسے ہندو ناپاک سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کو قریب نہیں آنے دیتے. غم خانہ: دکھوں کا گھر. دردِ انسانی: انسانوں کے ساتھ ہمدردی. بستی: ملک (ہندوستان). بیگانہ: بے خبر، ناواقف. برہمن: ہندوؤں کی پہلی اور سب ذاتوں سے اعلیٰ ذات، مذہبی پیشوا. سرشار: مست، نشے میں. مئے پندار: غرور کی شراب، غرور. شمعِ گوتم: مراد گوتم کا مذہب. جل رہی ہے: مراد پھیلا ہوا ہے. محفلِ اغیار: غیروں کی بزم یعنی یہ مذہب ہندوستان سے شروع ہوا لیکن یہاں سے چین، جاپان کا رخ کر گیا. بتکدہ: بتوں کا گھر، ہندوستان. نورِ ابراہیمؑ: حضرت ابراہیمؑ کی روشنی، توحید کی تعلیم. آزر: حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا بہت بڑا بت تراش، بت پرست، بت گر (حضرت ابراہیمؑ کا والد یا چچا تھا). پنجاب: پاکستان کا موجودہ بڑا صوبہ جس کے ایک قصبے میں گورونانک پیدا ہوئے. مردِ کامل: یعنی گرونانک. خواب سے جگانا: بے خبری اور غفلت دور کرنا.

کفر و اسلام

(تضمین بر شعرِ میر رضی دانش)

ایک دن اقبالؔ نے پوچھا کلیمِ طور سے
اے کہ تیرے نقشِ پا سے وادیِ سینا چمن

آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز
ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوزِ کہن

تھا جوابِ صاحبِ سینا کہ مسلم ہے اگر
چھوڑ کر غائب کو تُو حاضر کا شیدائی نہ بن

ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر
منتظر رہ وادیِ فاراں میں ہو کر خیمہ زن

عارضی ہے شانِ حاضر، سطوتِ غائب مدام
اس صداقت کو محبت سے ہے ربطِ جان و تن

شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا
"شمع خود را می گدازد درمیانِ انجمن ☆
نورِ ما چوں آتشِ سنگ از نظر پنہاں خوش است" ☆☆

دانش: میر رضی، دانش تخلص، مشہد کا رہنے والا تھا۔ شاہ جہان بادشاہ کے دور میں ہندوستان آیا۔ دارا شکوہ کی ملازمت میں رہا۔ ایک موقع پر دارا شکوہ نے اس کے ایک شعر پر اسے ایک لاکھ روپیہ دیا۔ کلیمِ طور: مراد حضرت موسیٰؑ، کلیم اللہ۔ نقشِ پا: پاؤں کے نشان۔ وادیٔ سینا: اس پہاڑ کی وادی جہاں حضرت موسیٰؑ نے خدا کا جلوہ دیکھا۔ چمن: یعنی چمن کی طرح ہے۔ آتشِ نمرود: نمرود کی جلائی ہوئی آگ، مراد کفر و باطل۔ شعلہ ریز: شعلے گرانے والی، یعنی کفر و باطل برقرار ہیں۔ پنہاں: چھپا ہوا۔ سوزِ کہن: پرانی تپش، پرانا جلوہ۔ صاحبِ سینا: مراد حضرت موسیٰؑ۔ غائب: جو موجود نہ ہو۔ حاضر: جو موجود ہو۔ شیدائی: عاشق۔ ذوقِ حاضر: موجود کا شوق، یعنی موجودہ دنیا کے معاملات (کفر اور باطل سے متعلق)۔ ایمانِ خلیل: حضرت ابراہیمؑ کا سا ایمان، جو نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ میں بیٹھ گئے اور وہ بحکمِ خداوندی گلزار بن گئی۔ خاکستر: راکھ۔ پیرہن: لباس۔ دیوانہ: سودائی۔ وادیٔ فاراں: عرب کی وہ پہاڑی جہاں سے اسلام کا ظہور ہوا، مراد کعبہ۔ خیمہ زن: تمبو لگانے والا، مراد بیٹھنے والا۔ عارضی: وقتی، تھوڑی دیر کی۔ شانِ حاضر: آنکھوں کے سامنے موجود کی عزت و شوکت۔ سطوت: دبدبہ، شان۔ مدام: ہمیشہ ہمیشہ کی۔ محبت: عشق، جذبۂ عشق۔ ربطِ جان و تن: جسم اور جان کے تعلق جیسا (تعلق)۔

☆ شمع محفل میں خود کو پگھلاتی ہے (حاضر کی طرف اشارہ ہے)۔

☆☆ ہماری روشنی کا، پتھر کی آگ کی طرح (جو پتھر میں چھپی ہوتی ہے) نظروں سے اوجھل رہنا ہی بہت اچھا ہے۔

بلالؓ

لِکھا ہے ایک مغربیِ حق شناس نے
اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولاں گہِ سکندرِ رومی تھا ایشیا
گردُوں سے بھی بلند تر اُس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کِیا جو پورس و دارا نے، خام تھا
دنیا کے اُس شہنشہِ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فَلکِ نیل فام تھا
آج ایشیا میں اُس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اُسے پہچانتا نہیں
لیکن بلالؓ، وہ حَبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوّت سے مُستنیر
جس کا امیں ازل سے ہُوا سینۂ بلالؓ
محکوم اُس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

ہوتا ہے جس سے اسوَد و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر
اقبالؔ! کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہُوا، حبشی کو دوام ہے

بلالؓ: حضرت بلالؓ حضور اکرمؐ کے ایک خاص صحابی اور مؤذن جو حبشی غلام تھے۔ حق شناس: یعنی حقیقت بیان کرنے / سچی بات کہنے والا، اشارہ ہے لیمویل آسکر میتم ڈورچ کی طرف یہودی نسل کا جرمن فاضل (۱۸۲۹ء۔ انتقال اسکندریہ ۱۸۷۳ء)۔ جولاں گہ: جولان گاہ، دوڑنے کی جگہ میدان۔ سکندر رومی: مشہور یونانی بادشاہ سکندر اعظم (۳۵۵ ق م۔ ۳۲۳ ق م)۔ ایشیا: براعظم ایشیا جس میں چین، جاپان، عرب، پاکستان، ہندوغیرہ شامل ہیں۔ بلندتر: زیادہ اونچا۔ دعویٰ کرنا: اپنے آپ کو طاقتور ظاہر کرنا۔ پورس: ہندوستان کا مشہور راجا جسے سکندر نے وادیٔ سندھ میں شکست دی تھی۔ دارا: قدیم ایران کا مشہور بادشاہ دارایوش / دارا سوم۔ سکندر کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا اور سکندر اس کے ملک فارس پر قابض ہو گیا۔ خام: کچا، بے حقیقت۔ شہنشہ انجم سپاہ: ایسا شاہنشاہ جس کی فوج ستاروں کی طرح لاتعداد ہو۔ فلک: آسمان۔ نیلی فام: نیلے رنگ کا۔ حبشی زادہ: حبشی نسل کا، سیاہ فام نسل۔ نورِ نبوت: حضور اکرمؐ کی روشنی / اسلام کی محبت، اذان۔ مستنیر: روشن۔ سینہ: مراد دل۔ اس صدا: یعنی اذان۔ شاہنشہ و فقیر: مراد بلند مرتبہ اور حقیر بھی لوگ۔ اسود: سیاہ، کالا۔ احمر: سُرخ۔ اختلاط: ملاپ، مراد نماز میں کھڑے ہوتے وقت کسی رنگ، نسل یا مرتبے کا فرق نہیں رہتا۔ ہم پہلو: یعنی کندھے کے ساتھ کندھا ملانے والا۔ نوائے جگر گداز: دل کو جذبۂ عشق کی گرمی سے پگھلانے والی آواز۔ گوش: کان۔ چرخِ پیر: بوڑھا آسمان۔ فیضِ عام: سب کو فائدہ پہنچانے کی کیفیت۔ رومی: یعنی سکندر رومی / یونانی۔

مسلمان اور تعلیمِ جدید

تضمین بر شعرِ ملک قمیؔ

مُرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلمِ شوریدہ سر
لازم ہے رہرو کے لیے دُنیا میں سامانِ سفر

بدلی زمانے کی ہوا، ایسا تغیر آگیا
تھے جو گراں قیمت کبھی، اب ہیں متاعِ کس مخر

وہ شعلۂ روشن ترا، ظلمت گریزاں جس سے تھی
گھٹ کر ہُوا مثلِ شرر تارے سے بھی کم نُور تر

شیدائیِ غائب نہ رہ، دیوانۂ موجود ہو
غالب ہے اب اقوام پر معبودِ حاضر کا اثر

ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بار آورتری
فرسُودہ ہے پھندا ترا، زِیرک ہے مُرغِ تیز پر

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ مِلّت کی دوا
ہے خونِ فاسد کے لیے تعلیم مثلِ نیشتر

رہبر کے ایما سے ہُوا تعلیم کا سودا مجھے
واجب ہے صحرا گرد پر تعمیلِ فرمانِ خضر

لیکن نگاہِ نکتہ بیں دیکھے زبُوں بختی مری
"رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر ☆
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُور شد" ☆☆

تعلیمِ جدید: دورِ حاضر کی تعلیم جس پر مغربی قوموں کی تعلیم کا اثر ہے۔ ملک قُمی: ایران کے مشہور شہر قُم کا رہنے والا تھا۔ ۱۵۷۹ء میں دکن پہنچا جہاں ابراہیم عادل شاہ والی بیجا پور نے اسے درباری شاعر بنایا۔ وفات ۱۶۱۵ء مُرشد: رہنما، پیر۔ شوریدہ سر: دیوانہ، جس کا دماغ کام نہ کر رہا ہو۔ رہرو: راہ رو، مسافر۔ سامانِ سفر: زادِ رہ، سفر۔ تغیر: انقلاب۔ گراں قیمت: بہت مہنگی۔ متاعِ کس مخر: ایسی شے جسے کوئی نہ خریدے۔ شعلۂ روشن تر: مراد عربی، فارسی اور مشرقی علوم کی تعلیم۔ ظلمت: تاریکی، جہالت۔ گریزاں: دوڑ جانے/ دور ہونے والی۔ گھٹنا: کم ہونا۔ مثلِ شرر: چنگاری کی طرح۔ کم نُور تر: بہت کم روشنی والا۔ شیدائیِ غائب: آنکھوں سے اوجھل شے (غیروں کی تعلیم) کا دیوانہ عاشق۔ معبودِ حاضر: موجودہ دور کے معبود یعنی مال و دولت اور اہلِ حکومت جن کی اب لوگ گویا پوجا کرتے ہیں۔ بارآور: کامیاب، جس کا کوئی نتیجہ سامنے آئے۔ فرسودہ: گھسا ہوا، بہت پرانا۔ پھندا: جال۔ زیرک: چالاک، ہوشیار۔ مرغِ تیز پر: تیز اُڑنے والا پرندہ، یہاں کی دوسری قومیں جو تعلیم میں آگے تھیں۔ امراض: جمع مرض، بیماریاں۔ خونِ فاسد: گندا خون۔ نیشتر: رگ کو چھیڑ کر خون نکالنے والا اوزار۔ ایما: حکم، اشارہ۔ سودا: جنون، عشق۔ واجب: ضروری۔ صحرا گرد: ریگستانوں/ جنگلوں میں پھرنے والا۔ خضر: مراد رہنما۔ نکتہ بیں: بھیدوں کو جاننے والا، گہری باتوں سے آگاہ۔ زبوں بختی: بدنصیبی۔

☆ میں نے چاہا کہ میں پاؤں سے کانٹا نکال لوں کہ اتنے میں محبوب کا کجاوہ نظروں سے دور/ اوجھل ہو گیا۔

☆☆ میں نے ایک لحہ غفلت سے کام لیا اور اس طرح میرا راستہ سو سال دُور ہو گیا۔ (یعنی ایک پل کی غفلت انسان کو مقصد سے بہت دور پھینک دیتی ہے)

پھولوں کی شہزادی

کلی سے کہہ رہی تھی ایک دن شبنم گلستاں میں
رہی مَیں ایک مدت غنچہ ہائے باغِ رضواں میں
تمھارے گُلستاں کی کیفیت سرشار ہے ایسی
نِگہ فردوس در دامن ہے میری چشمِ حیراں میں
سُنا ہے کوئی شہزادی ہے حاکم اس گلستاں کی
کہ جس کے نقشِ پا سے پھول ہوں پیدا بیاباں میں
کبھی ساتھ اپنے اُس کے آستاں تک مجھ کو تُو لے چل
چُھپا کر اپنے دامن میں برنگِ موجِ بو لے چل

کلی بولی، سریر آرا ہماری ہے وہ شہزادی
درخشاں جس کی ٹھوکر سے ہوں پتھر بھی نگیں بن کر
مگر فطرت تری اُفتندہ اور بیگم کی شان اونچی
نہیں ممکن کہ تُو پہنچے ہماری ہم نشیں بن کر
پہنچ سکتی ہے تُو لیکن ہماری شاہزادی تک
کسی دُکھ درد کے مارے کا اشکِ آتشیں بن کر

نظر اُس کی پیامِ عید ہے اہلِ مُحرّم کو
بنا دیتی ہے گوہر غم زدوں کے اشکِ پیہم کو

غنچہ ہائے باغِ رضواں: بہشت کی کلیاں۔ کیفیت: حالت، صورت حال۔ سرشار: مست کر دینے والی۔ نگاہ: نگاہ۔ فردوس در دامن: جس کے دامن میں جنت ہو۔ چشمِ حیراں: حیرت اور تعجب میں ڈوبی ہوئی آنکھ/ آنکھیں۔ نقشِ پا: پاؤں کے نشان۔ آستاں: دہلیز، دربار۔ بہ رنگِ موجِ بو: خوشبو کی لہر کی طرح۔ سریر آرا: یعنی تخت نشین۔ درخشاں: چمکدار، روشن۔ ٹھوکر: پاؤں کی ضرب۔ نگیں: ترشا ہوا ہیرا جو انگوٹھی میں لگایا جاتا ہے۔ افتندہ: گرنے والی۔ شان اونچی ہونا: بلند مرتبہ/بڑی عزت والا ہونا۔ ہم نشیں: ساتھ بیٹھنے والی، ساتھی۔ دکھ درد کا مارا: غموں دکھوں کا شکار۔ اشکِ آتشیں: آگ کی طرح گرم آنسو، پُرسوز آنسو۔ پیامِ عید: مراد خوشیوں کا پیغام۔ اہلِ محرم: یعنی غموں دکھوں کے ستائے ہوئے لوگ۔ غم زدہ: غموں کا مارا ہوا۔ اشکِ پیہم: لگاتار بہتے ہوئے آنسو۔

تضمین بر شعرِ صائبؔ

کہاں اقبالؔ تُو نے آ بنایا آشیاں اپنا
نوا اس باغ میں بُلبل کو ہے سامانِ رُسوائی

شرارے وادیِ ایمن کے تُو بوتا تو ہے لیکن
نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں سے تُخمِ سِینائی

کلی زورِ نفَس سے بھی وہاں گُل ہو نہیں سکتی
جہاں ہر شے ہو محرومِ تقاضائے خود افزائی

قیامت ہے کہ فطرت سو گئی اہلِ گلستاں کی
نہ ہے بیدار دل پیری، نہ ہمّت خواہ برنائی

دلِ آگاہ جب خوابیدہ ہو جاتے ہیں سینوں میں
نوا گر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکَر خائی

نہیں ضبطِ نوا ممکن تو اُڑ جا اس گلستاں سے
کہ اس محفل سے خوشتر ہے کسی صحرا کی تنہائی

"ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تابِ حُسنِ صحرائی" ☆

صائب: فارسی کا مشہور شاعر مرزا محمد علی، تخلص صائب۔ تبریز میں پیدا ہوا۔ آخر میں اصفہان چلا گیا جہاں ۱۶۶۹ء میں فوت ہوا۔ ضخیم کلیات اس سے یادگار ہے۔ سامانِ رسوائی: ذلت کا باعث۔ شرارے وادیِ ایمن کے: مراد ایسے اشعار جو دلوں میں اسلام سے محبت، حرارت اور جوش وولولہ پیدا کرتے ہیں۔ پھوٹنا: بیج کا اُگ کر زمین سے باہر آنا۔ تخمِ سینائی: مراد اسلام کی اشاعت بڑھنے کا عمل۔ زورِ نفس: بہت تیز پھونک۔ گُل ہونا: کھل کر پھول بننا۔ تقاضائے خود افزائی: خود کو آگے بڑھانے (ترقی) کی خواہش۔ قیامت ہے: بہت دکھ کی بات ہے۔ فطرت سو جانا: انسان کا بالکل بے حس ہو جانا۔ اہلِ گلستاں: ملت کے لوگ۔ بیدار دل: جہد وعمل کے جذبوں سے پُر دل۔ پیری: بڑھاپا، مراد بوڑھی نسل کے لوگ۔ ہمت خواہ: ہمت چاہنے والی۔ برنائی: جوانی، جوان نسل۔ دلِ آگاہ: باخبر دل، قومی و مذہبی تقاضوں سے باخبر۔ خوابیدہ: سویا ہوا۔ نوا گر: نغمہ گانے والا یعنی شاعر۔ زہراب: زہر ملا پانی، زہر۔ شکرخائی: شکر چبانا، دل کش اور شیریں اشعار کہنا۔ ضبطِ نوا: آواز/نغمے یا چہچہانے کو روکنے کا عمل۔ ممکن: جو ہو سکے، ہو سکنے والی بات۔ محفل: بزم، انجمن، قوم۔ خوشتر: زیادہ اچھی۔ تنہائی: اکیلا پن۔

☆ بہتر تو یہی ہے کہ لیلیٰ بیابان میں اپنا جلوہ دکھائے کیونکہ شہر کی تنگ جگہ (یعنی تنگ دل لوگ) صحرائی حسن کو برداشت نہیں کر سکتی (لوگ قدر نہیں کر سکتے)۔

فردوس میں ایک مکالمہ

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز
حالؔی سے مخاطب ہوئے یوں سعدیِؔ شیراز

اے آنکہ ز نورِ گُہرِ نظمِ فلک تاب
دامن بہ چراغِ مہ و اختر زدہ ای باز!

کچھ کیفیتِ مسلمِ ہندی تو بیاں کر
واماندۂ منزل ہے کہ مصروفِ تگ و تاز

مذہب کی حرارت بھی ہے کچھ اس کی رگوں میں؟
تھی جس کی فلک سوز کبھی گرمیِ آواز

باتوں سے ہُوا شیخ کی حالؔی مُتاثّر
رو رو کے لگا کہنے کہ "اے صاحبِ اعجاز

جب پیرِ فلک نے ورَق ایّام کا اُلٹا
آئی یہ صدا، پاؤ گے تعلیم سے اعزاز

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو مِلی، طائرِ دِیں کر گیا پرواز

دِیں ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی
فطرت ہے جوانوں کی زمیں گیر، زمیں تاز

مذہب سے ہم آہنگیِ افراد ہے باقی
دِیں زخمہ ہے، جمعیّتِ مِلّت ہے اگر ساز

بنیاد لرز جائے جو دیوارِ چمن کی
ظاہر ہے کہ انجامِ گلستاں کا ہے آغاز

پانی نہ مِلا زمزمِ ملّت سے جو اس کو
پیدا ہیں نئی پود میں اِلحاد کے انداز

یہ ذکر حضورِ شہِ یثربؐ میں نہ کرنا
سمجھیں نہ کہیں ہند کے مسلم مجھے غمّاز

''خُرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں بافت ازاں پشم کہ رشتیم'' ☆☆
(سعدی)

مکالمہ: باہم گفتگو/بات چیت کرنا۔ ہاتف: غیب کا فرشتہ، غیبی آواز حالیؔ: اردو کے مشہور شاعر اور غالبؔ کے

شاگرد خاص مخاطب ہونا: بات کرتے وقت دوسرے کو متوجہ کرنا۔ سعدیِ شیراز: فارسی کے مشہور شاعر، گلستان اور بوستان جیسی بین الاقوامی شہرت کی مالک کتابوں کے مصنف کا نام شرف الدین، لقب مصلح تخلص سعدی، شیراز میں ولادت ۱۱۹۳ء میں ہوئی۔ مدرسۂ نظامیہ بغداد میں تعلیم پائی۔ ۳۰ برس سے زیادہ کا عرصہ سفر و سیاحت میں گزارا۔ وفات ۱۲۹۱ء بمقام شیراز۔ آپ کا مدفن "سعدیہ" کہلاتا ہے۔ کیفیت: حالت، صورتِ حال۔ مسلمِ ہندی: ہندوستان کے مسلمان۔ بیاں کر: بتا۔ واماندۂ منزل: منزل سے پیچھے رہا ہوا۔ مصروف تگ و تاز: بھاگ دوڑ یعنی جدوجہد میں لگا ہوا۔ مذہب کی حرارت: اسلام کا پرجوش جذبہ۔ فلک سوز: آسمان کو جلانے والی۔ گرمیِ آواز: آواز میں ایسی حرارت جو دلوں کو پگھلا دے۔ شیخ: مراد شیخ سعدی۔ صاحبِ اعجاز: معجزہ دکھانے والا، ایسا شاعر جس کا کلام کرامت کی طرح ہے۔ پیرِ فلک: آسمان کا بوڑھا، یعنی آسمان (جو بہت قدیم ہے)۔ ورقِ ایام کا الٹنا: زمانے کے ورق بدلے یعنی انقلاب آیا۔ اس دور کے ہندستان کے حالات۔ صدا: آواز۔ اعزاز: عزت، شان۔ عقیدہ: مذہبی خیال/ اعتقاد۔ تزلزل: مراد تبدیلی، انقلاب۔ طائرِ دیں کرگیا پرواز: یعنی دین سے محبت ختم ہوگئی۔ زمیں گیر: زمین پکڑنے والی، پست۔ زمیں تاز: یعنی صرف دنیا کے مادی فائدے حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے والے۔ ہم آہنگیِ افراد: اہلِ قوم کا آپس میں خیالات کا اتفاق۔ زخمہ: مضراب، لوہے کا چھلا جس سے ساز بجایا جاتا ہے۔ جمعیتِ ملت: قوم کا جماعت کی صورت میں ہونا۔ لرزنا: ہلنا۔ انجام: اخیر۔ زمزم: کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان واقع چشمہ جو حضرت اسمٰعیلؑ کی شیرخوارگی کے زمانے میں، پیاس کے مارے ان کے ایڑیاں رگڑنے سے زمین سے جاری ہوا تھا اور آج بھی اس کا پانی حاجی اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ زمزمِ ملت: مراد قوم کی طرف سے تلقین و تعلیم۔ الحاد: اللہ کے وجود سے انکار۔ ذکر: بات۔ حضور: خدمت میں۔ شہِ یثربؐ: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ غمّاز: چغلی کھانے والا۔

☆ اے وہ شخص (حالیؔ) تو نے آسمان کو چمکانے والی اپنی شاعری کے موتی کی روشنی سے چاند اور ستاروں کا چراغ بجھا دیا ہے۔

☆☆ جو کانٹا ہم نے بویا ہے اس سے کھجور کا پھل حاصل نہیں کیا جا سکتا، اس اون سے، جو ہم نے کاتی ہے ریشم نہیں بنا جا سکتا۔

مذہب

تضمین بر شعرِ میرزا بیدلؔ

تعلیم پیرِ فلسفۂ مغربی ہے یہ
ناداں ہیں جن کو ہستیِ غائب کی ہے تلاش

پیکر اگر نظر سے نہ ہو آشنا تو کیا
ہے شیخ بھی مثالِ برہمن صنم تراش

محسوس پر بنا ہے علومِ جدید کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش

مذہب ہے جس کا نام، وہ ہے اک جنونِ خام
ہے جس سے آدمی کے تخیل کو انتعاش

کہتا مگر ہے فلسفۂ زندگی کچھ اور
مجھ پر کیا یہ مرشدِ کامل نے راز فاش

''با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش است
ہر چند عقلِ کُل شدہ ای بے جنوں مباش'' ☆

میرزا بیدل: میرزا عبدالقادر، تخلص بیدل۔ عظیم آباد میں ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ برصغیر کے مشہور فارسی شاعروں میں سے ہیں۔ ۱۱۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ پیرِ فلسفۂ مغربی: یورپ کا سب سے بڑا فلسفی/فلسفہ دان۔ ہستیِ غائب: مراد خدا کا وجود۔ پیکر: جسم، وجود۔ نظر سے آشنا ہونا: سامنے نظر آنا۔ شیخ: مسلمانوں کا مذہبی رہنما/پیشوا۔ برہمن: ہندوؤں کا مذہبی پیشوا۔ صنم تراش: بت گھڑنے والا۔ محسوس: جو نظر آئے یا انسانی حواس اسے پالیں۔ بِنا: بنیاد۔ عقائد: جمع عقیدہ، مذہبی اعتقادات/خیالات۔ پاش پاش: ٹکڑے ٹکڑے۔ جنونِ خام: کچی دیوانگی، یعنی عقل کے خلاف، حماقت۔ تخیل: ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات جنھیں لفظوں میں بیان کیا جائے۔ انتعاش: بلند ہونے کی کیفیت۔ مرشدِ کامل: یعنی میرزا بیدل۔ فاش کرنا: کھولنا، ظاہر کرنا۔

☆ جو بھی کمال حاصل ہو اس کے ساتھ کسی قدر دیوانگی/ ذہنی انتشار رہنا اچھا ہے۔ اگرچہ تو عقلِ کل (پورے طور پر عقل) ہی کیوں نہ بن گیا ہو پھر بھی دیوانگی کے بغیر مت رہ۔

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

اِک نوجوان صورتِ سیماب مُضطرب
آکر ہُوا امیرِ عساکر سے ہم کلام

اے بُو عبیدہ رُخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکُوں کا جام

بے تاب ہو رہا ہُوں فراقِ رسُولؐ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

جاتا ہُوں مَیں حضورِ رسالت پناہؐ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفَتِ تیغِ بے نیام

بولا امیرِ فوج کہ "وہ نوجواں ہے تُو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام

پُوری کرے خدائے محمدؐ تری مُراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام!

پہنچے جو بارگاہِ رسُولِ امیںؐ میں تُو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پُورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے"

جنگ یرموک: یرموک دمشق کے قریب ایک میدان کا نام ہے جس میں ۱۳ھ میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ اسلامی فوج تیس ہزار، سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ جب کہ رومی فوج دو لاکھ تھی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ **صف بستہ**: قطار باندھے ہوئے۔ **جوانانِ تیغ بند**: تلواروں سے مسلح فوجی۔ **عروس**: دلہن۔ **زمینِ شام**: مملک شام کی سرزمین (شام ایک عرب ملک)۔ **صورتِ سیماب مضطرب**: پارے کی طرح بے قرار۔ **امیر**: سردار، سالار۔ **عساکر**: جمع عسکر، فوجیں۔ **ہم کلام**: کسی دوسرے کے ساتھ بات کرنے والا۔ **بوعبیدہؓ**: اسلامی فوج کے سپہ سالار۔ عامر نام ابوعبیدہ کنیت، امین الامت لقب۔ حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا، صحابی تھے، مختلف جنگوں میں شریک ہوئے اور فتح پائی۔ ۱۸ھ میں ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی جس میں بعمر ۵۸ برس، بمقام جابیہ فوت ہوئے۔ **رخصتِ پیکار**: لڑنے کی اجازت۔ **لبریز ہونا**: بھر جانا۔ **جام**: پیالہ۔ **فراق**: دوری۔ **دَم**: پل، گھڑی، لمحہ۔ **حرام**: مراد بے مزہ۔ **حضورِ رسالت پناہؐ میں**: حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں۔ **ذوق وشوق**: جذبۂ جہاد۔ **پُرنم ہونا**: آنسو آنا۔ **تیغ بے نیام**: ننگی تلوار، کاٹ ڈالنے والی تلوار۔ **پیروں**: جمع پیر، بوڑھے، بڑی عمر کے، بزرگوں۔ **عشق**: حضور اکرمؐ سے محبت اور جہاد کا جذبہ۔ **خدائے محمدؐ**: یعنی خدا تعالیٰ۔ **مُراد**: آرزو، خواہش۔ **بارگاہ**: دربار۔ **رسولِ امیںؐ**: حضور اکرمؐ جنھیں امین کہا جاتا ہے۔ **پس از سلام**: سلام کے بعد۔ **غیور**: غیرت مند۔

مذہب

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسُولِ ہاشمی

اُن کی جمعیّت کا ہے مُلک و نسب پر انحصار
قُوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیّت تری

دامنِ دیں ہاتھ سے چھُوٹا تو جمعیّت کہاں
اور جمعیّت ہوئی رُخصت تو مِلّت بھی گئی

قیاس کرنا: دو چیزوں کو ایک جیسا سمجھنا۔ اقوامِ مغرب: یورپ کی قومیں۔ خاص: خاصیت کی۔ ترکیب: بناوٹ۔ رسولِ ہاشمیؐ: حضرت محمدؐ جو حضرت ہاشم کی اولاد سے تھے۔ جمعیّت: جماعت کی صورت۔ مُلک: جغرافیائی حدود پر مشتمل خطۂ زمین۔ انحصار: دارومدار۔ مستحکم: مضبوط، محکم۔ جمعیّت کہاں: یعنی جمعیت ختم۔ رخصت ہونا: مراد ختم ہونا۔ مِلّت بھی گئی: قوم کا وجود بھی مٹ گیا۔

پیوستہ رہ شجر سے، اُمیدِ بہار رکھ

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹُوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے

ہے لازوال عہدِ خزاں اُس کے واسطے
کچھ واسطہ نہیں ہے اُسے برگ و بار سے

ہے تیرے گلِستاں میں بھی فصلِ خزاں کا دَور
خالی ہے جَیبِ گُل زرِ کامل عیار سے

جو نغمہ زن تھے خَلوَتِ اوراق میں طیُور
رُخصت ہوئے ترے شجرِ سایہ دار سے

شاخِ بُریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تُو
ناآشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

ملّت کے ساتھ رابطۂ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے، اُمیدِ بہار رکھ!

پیوستہ رہنا: وابستہ یا ساتھ ملے رہنا۔شجر: درخت، قوم۔ڈالی: ٹہنی۔فصل: موسم۔ہری ہونا: تروتازہ/سرسبز ہونا۔ سحاب: بادل۔بہار: موسمِ بہار۔لازوال: ختم نہ ہونے والا۔عہد: زمانہ، موسم۔برگ و بار: پتے اور پھل سرسبزی۔جیبِ گُل: پھول کی تھیلی، مراد مسلمان۔زرِ کامل عیار: کسوٹی پر پورا اترنے والا، خالص سونا، مراد ایمان۔نغمہ زن: چہچہانے والے۔خلوتِ اوراق: پتوں کی تنہائی۔طیور: جمع طائر، پرندے یعنی وہ پرانے مسلمان جو اپنے جذبوں اور عمل سے باغِ اسلام کی رونق کا باعث تھے۔شجرِ سایہ دار: گھنے پتوں کے سبب سایہ رکھنے والا درخت، مراد ملت، قوم۔شاخِ بریدہ: درخت کی کٹی ہوئی ٹہنی، مراد قوم سے کٹا ہوا فرد۔سبق اندوز: سبق/عبرت حاصل کرنے والا۔نا آشنا: بے خبر، ناواقف۔قاعدۂ روزگار: زمانے کا دستور/طور طریقہ۔رابطۂ استوار: مضبوط تعلق۔شجر: مراد قوم۔

شبِ معراج

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو، وہ ہے آج کی رات

رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

شبِ معراج: ۲۶ اور ۲۷ ویں رجب کی درمیانی رات جس میں حضور اکرمؐ حضرت جبرئیل کی معیت میں براق پر سوار ہو کر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اخترِ شام: شام/ رات کا ستارہ۔ سحر کا رات کو سجدہ کرنا: مراد وہ رات اتنی منور تھی کہ صبح کی روشنی اس کے سامنے ہیچ تھی۔ رہِ یک گام: ایک قدم کا راستہ، بہت تھوڑا فاصلہ۔ عرشِ بریں: خدا تعالیٰ کا عرش/ تخت۔

پھول

تجھے کیوں فکر ہے اے گُل دلِ صد چاکِ بُلبل کی
تُو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفُو کر لے

تمنّا آبرو کی ہو اگر گُلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بہ گِل بھی ہے
اِنھی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تُو کر لے

تنک بخشی کو اِستغنا سے پیغامِ خجالت دے
نہ رہ منّت کشِ شبنم، نِگُوں جام و سبو کر لے

نہیں یہ شانِ خود داری، چمن سے توڑ کر تجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے، کوئی زیبِ گلو کر لے

چمن میں غنچۂ گُل سے یہ کہہ کر اُڑ گئی شبنم
مذاقِ جورِ گُل چیں ہو تو پیدا رنگ و بو کر لے

اگر منظور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا
جہانِ رنگ و بو سے، پہلے قطعِ آرزو کر لے

اسی میں دیکھ، مُضمَر ہے کمالِ زندگی تیرا
جو تجھ کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رُو کر لے

دلِ صد چاک: سیکڑوں، بہت سے سوراخوں والا یا زخمی دل. رفو کرنا: ٹانکا لگانا. گلزارِ ہستی: وجود کا باغ، دنیا. کانٹوں میں اُلجھنا: مراد مشکلات کا مقابلہ کرنا. خُو: عادت. زندگی کرنا: زندگی گزارنا. صنوبر: سرو کی ایک قسم، یہ درخت بہار اور خزاں میں آزادی کی نوید ہے. پا بہ گِل: جس کے پاؤں / جڑیں مٹی میں دھنسے ہوں. تنگ بخشی: تھوڑا یا ضرورت سے کم دینے کی کیفیت. استغنا: بے نیازی، بے پروائی. خجالت: شرمندگی. منت کش: احسان اُٹھانے والا. نگوں: اُلٹا. سبو: پیالہ. خودداری: غیرت، دوسروں کا احسان نہ اُٹھانے کا عمل. دستار: پگڑی. زیبِ گلو کرنا: گلے کا ہار بنا لینا. غنچۂ گل: پھول کی کلی. مذاق: ذوق شوق. جورِ گل چیں: پھول توڑنے والے کا ظلم / سختی. رنگ و بو: رنگ اور خوشبو. خزاں نا آشنا: جس پر خزاں نہ آئے، جو کبھی نہ مُرجھائے. جہانِ رنگ و بو: یہ مادی دنیا، کائنات. قطعِ آرزو: خواہش ختم کر لینا. مضمر: چھپا ہوا. کمال: ترقی، خوبی. زینتِ دامن: پلّو کی سجاوٹ، گلے کا ہار. آئینہ رُو: مراد حسین عورت.

شیکسپیر

شفقِ صبح کو دریا کا خرام آئینہ
نغمۂ شام کو خاموشیِ شام آئینہ

برگِ گُل آئنۂ عارضِ زیبائے بہار
شاہدِ مے کے لیے حجلۂ جام آئینہ

حُسن آئینۂ حق اور دل آئینۂ حُسن
دلِ انساں کو ترا حُسنِ کلام آئینہ

ہے ترے فکرِ فلک رس سے کمالِ ہستی
کیا تری فطرتِ روشن تھی مآلِ ہستی

تجھ کو جب دیدۂ دیدار طلب نے ڈھونڈا
تابِ خورشید میں خورشید کو پنہاں دیکھا

چشمِ عالم سے تو ہستی رہی مستور تری
اور عالم کو تری آنکھ نے عُریاں دیکھا

حفظِ اَسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
رازداں پھر نہ کرے گی کوئی پیدا ایسا

شیکسپیر: ولیم شیکسپیر، انگریزی زبان کا مشہور ترین ڈرامہ نگار اور شاعر (۲۶ اپریل ۱۵۶۴ء۔ ۱۶۱۶ء) مشہور ڈرامے: ہیملٹ، رومیو جولیٹ، میکبتھ...... شفق: سرخی. خرام: چلنا، بہنا. آئینہ: یعنی پانی میں آسمانی سرخی نظر آتی ہے. نغمۂ شام: شام کا ترانہ یعنی شام / رات. برگ گل: پھول کی پتی. عارضِ زیبا: خوبصورت گال. شاہد: حسین، محبوب. مجلہ: سجا ہوا چھپر کھٹ (دلہن کے لیے) جام کے لیے تشبیہ. آئینۂ حق: یعنی حسن کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا پتا چلتا ہے. حسنِ کلام: دل کش شاعری. فکرِ فلک رس: آسمان تک پہنچنے والا یعنی بلند تخیل. کمالِ ہستی: زندگی / وجود کی تکمیل یا ہنر. فطرتِ روشن: ایسا مزاج / تخلیقی قوت جس کی روشنی میں انسانی جذبوں کا پتا چلے. مآل: انجام، اخیر. دیدۂ دیدار طلب: دیکھنے کی خواہشمند نگاہیں. تابِ خورشید: سورج کی روشنی. پنہاں: چھپا ہوا. مستور: چھپی ہوئی. عریاں: ظاہر. حفظِ اسرار: بھیدوں کی حفاظت یعنی بھید ظاہر نہ ہونے دینا. سوا: ڈشمن. راز داں...... ایسا: یعنی شیکسپیر جس نے قدرت (Nature) کے مظاہر کا گہرا مشاہدہ کیا.

میں اور تُو

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری، تُو قتیلِ شیوۂ آزری

میں نوائے سوختہ در گلُو، تو پریدہ رنگ، رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو، تُو حدیثِ ماتمِ دلبری

مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفَسِ عدم
ترا دل حرم، گرَوِ عجم، ترا دیں خریدۂ کافری

دَمِ زندگی رَمِ زندگی، غمِ زندگی سَمِ زندگی
غمِ رم نہ کر، سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قُوّتِ حیدری

کوئی ایسی طرزِ طواف تُو مجھے اے چراغِ حرم بتا!
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بُت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی 'ہَری، ہَری'

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسدُ اللّٰہی، وہی مرحبی، وہی عنتری

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تُو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

کلیم کا: یعنی حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ جیسا. قرینہ: ڈھنگ، شعور. خلیل: حضرت ابراہیم خلیل اللہ. جادوئے سامری: سامری کا جادو/ فریب، حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر اس پر کچھ جادو کیا، جس سے وہ بولنے لگا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے یہ کہہ کر اس کی پوجا کروائی کہ یہ خدا ہے. قتیل: مارا ہوا، ہلاک. شیوہ: طریقہ، انداز، عادت. آزری: آزر ہونا، یعنی بت تراش، مراد فرقوں کے بت. نوائے سوختہ در گلو: جس کے گلے میں (سوزِ دل کے سبب) آواز جل کر رہ گئی ہو. پریدہ رنگ: جس کے چہرے کا رنگ (غم سے) اُڑا ہوا ہو. رمیدہ بو: اُڑی ہوئی خوشبو والا، دکھوں کا مارا. حکایتِ غمِ آرزو: تمنا کے غم کی داستان/ کا بیان. حدیثِ ماتمِ دلبری: محبوب کی جدائی کے دکھ کا بیان. مرا عیش غم: میری خوشی بھی غم ہی ہے. مرا شہد سم: میرا شہد زہر کی صورت ہے. مری بود: میرا وجود، میری ہستی. ہم نفسِ عدم: فنا کی ساتھی، یعنی فنا، نیستی. حرم: کعبہ، اسلامی تہذیب. گروِ عجم: یعنی غیر اسلامی تہذیب کا شیدائی. خریدۂ کافری: کفر کا خریدا ہوا، جسے کفر نے خرید لیا ہو. دمِ زندگی رمِ زندگی: زندگی کا ہر سانس زندگی کی دوڑ، یعنی ختم ہوتا ہے. غمِ زندگی سمِ زندگی: زندگی کا دکھ زندگی کے لیے زہر ہے. غمِ رم: زندگی کی دوڑ کا دکھ. شانِ قلندری: بے نیازی کی شان/ آبرو. شرر: مراد عشقِ حقیقی کی چنگاری. فقر و غنا: غریبی اور امیری. قوتِ حیدریؓ: حضرت علیؓ کی سی کفر و باطل کو فنا کرنے والی طاقت (آپ فقر و مفلسی کی بنا پر جو کی روٹی کھایا کرتے تھے). طوف: طواف، کسی چیز کے اردگرد چکر لگانا. پتنگ: پتنگا، عاشق. سرشتِ سمندری: سمندر کی سی فطرت (سمندر: چوہے کی قسم کا ایک جانور جو آگ میں رہتا ہے) مراد عشق کی گرمی. جفائے وفا نما: ایسی سختی جو بظاہر وفا/ رفاقت معلوم ہو. حرم: مراد اسلام، اہلِ حرم: مسلمان. بری بری: توبہ ہے توبہ، توبہ توبہ. ستیزہ گاہ: میدانِ جنگ. پنجہ فگن: پنجے میں پنجہ ڈال کر لڑنے والا. اسد اللّٰہی: خدا کے شیر (حضرت علیؓ کا لقب) کی سی. مرحبی: مرحب (ایک یہودی پہلوان) سے تعلق رکھنے والی۔ یہ جنگِ خیبر (۶۲۸ء) میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا. عنتری: عنتر جیسی (مرحب کا بھائی، یہ یہودی پہلوان بھی حضرت علیؓ کے ہاتھوں مذکورہ جنگ میں مارا گیا). شہِ عرب و عجم: عرب اور عجم کے بادشاہ، حضور نبی کریمؐ. گدا: فقیر، بھیک منگا، منگتے، مراد مسلمان. دماغِ سکندری: سکندر رومی/ اعظم جیسا دماغ، مراد فتح مندی کے جذبے

اَسیری

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدَف سے ارجمند

مُشکِ اَذفر چیز کیا ہے، اک لہو کی بوند ہے
مُشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قُدرت، مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

''شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند'' ☆

اعتبار افزا: عزت / ساکھ بڑھانے والی. فطرت بلند ہونا: انسانی سرشت کا پاک نفس اور اعلیٰ سوچ رکھنے والی ہونا. قطرۂ نیساں: موسم بہار کی بارش کا قطرہ جو سیپی کے منہ میں پڑ کر موتی بنتا ہے. صدف: سیپی. ارجمند: قیمت / قدر والا. مشک اذفر: خالص اور تیز خوشبو والی مشک. اک لہو کی بوند: ہرن کی ناف سے نکلے ہوئے خون کی جمی ہوئی خوشبودار بوند. نافۂ آہو: ہرن کی ناف. تربیت: زندگی گزارنے کے طور طریقے سکھانے کا عمل. طائر: پرندہ / پرندے. دام: جال. قفس: پنجرہ. بہرہ مند: حصہ پانے والا / والے.

☆ (یہ شعر حافظ کا ہے): کوّے اور چیل کے بازو و پر پنجرے میں بند کرنے اور شکار کرنے کے لائق نہیں ہیں یہ خوش بختی تو شہباز اور شاہین جیسے پرندوں کے لیے لکھی گئی ہے

دریُوزۂ خلافت

اگر مُلک ہاتھوں سے جاتا ہے، جائے
تُو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی

خریدیں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی

''مرا از شکستن چناں عار ناید ☆
کہ از دیگراں خواستن مومیائی''

دریوزۂ خلافت: خلافت کی بھیک، اشارہ ہے خلافت کمیٹی کی طرف جس کا اجلاس دسمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک وفد انگلستان بھیج کر حکومت برطانیہ سے کہا جائے کہ وہ ''خلافت'' کو ختم نہ کرے۔ مولانا شوکت اور ان کے بھائی مولانا محمد علی جوہر اس تحریک کے نگران تھے۔ ہاتھوں سے جانا: اپنے قبضے سے نکل کر دوسروں کے قبضے میں جانا۔ احکامِ حق: خدا نے جو حکم دیے ہیں۔ بے وفائی: یعنی عمل نہ کرنے کی حالت۔ آگہی: آگاہی، واقفیت، باخبری۔ خلافت: مسلمانوں کا طرزِ حکومت، جس کا سربراہ خلیفہ کہلاتا ہے۔ گدائی: بھیک مانگنا۔ لہو سے خریدنا: یعنی باقاعدہ جہاد کر کے حاصل کرنا۔ ننگ: ذلت کا باعث، رسوائی۔ پادشائی: بادشاہت، حکمرانی، حکومت۔

☆ (یہ شعر عمادی کا ہے۔ اصل شعر میں ''عار'' کی بجائے ''درد'' اور ''دیگراں'' کی بجائے ''ناکساں'' ہے)
مجھے ہڈی ٹوٹنے پر اتنی شرم نہیں آتی (اتنی تکلیف نہیں ہوتی) جتنی دوسروں (یا گھٹیا لوگوں) سے مومیائی مانگنے پر آتی ہے/ہوتی ہے۔

ہمایوں

(مسٹر جسٹس شاہ دین مرحوم)

اے ہمایوں! زندگی تیری سراپا سوز تھی
تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی

گرچہ تھا تیرا تنِ خاکی نزار و دردمند
تھی ستارے کی طرح روشن تری طبعِ بلند

کس قدر بے باک دل اس ناتواں پیکر میں تھا
شعلۂ گردوں نورد اِک مُشتِ خاکستر میں تھا

موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پروا نہیں
شب کی خاموشی میں جُز ہنگامۂ فردا نہیں

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

ہمایوں: میاں محمد شاہ دین، ہمایوں تخلص (۱۲ اپریل ۱۸۶۸ء۔۲ جولائی ۱۹۱۸ء) پنجاب کے میاں خاندان سے

تعلق تھا۔ شاعری کرتے تھے۔ مجموعۂ کلام ''جذباتِ ہمایوں'' ہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے بشیر احمد نے رسالہ ''ہمایوں'' نکالا۔ اُس کے لیے علامہ نے یہ نظم لکھی. سراپا سوز: پورے طور پر/ مجسم جذبوں کی گرمی والی. چنگاری: شرارہ، ہمایوں کی طرف اشارہ ہے جن کی زندگی قومی خدمات کے حوالے سے مشعلِ راہ ہے. چراغِ انجمن افروز: محفل کو روشن کرنے والا دیا، مراد بیحد مفید. تنِ خاکی: جسم بزار: کمزور، دبلا پتلا. طبعِ بلند: یعنی بلند ارادوں والی طبیعت. ناتواں پیکر: پتلا دبلا/ کمزور بدن. شعلۂ گردوں نورد: آسمان طے کرنے/ آسمان پر پھرنے والا شعلہ. مشتِ خاکستر: مٹھی بھر راکھ/ مٹی یعنی جسم. شب کی خاموشی میں جز ہنگامۂ فردا نہیں: رات کی خاموشی میں آنے والے کل کی رونق اور چہل پہل کے سوا کچھ نہیں، یعنی موت کے بعد ایک نئی زندگی ہے. یہ شامِ زندگی: یعنی موت. صبحِ دوامِ زندگی: زندگی ہمیشہ رہنے کی صبح.
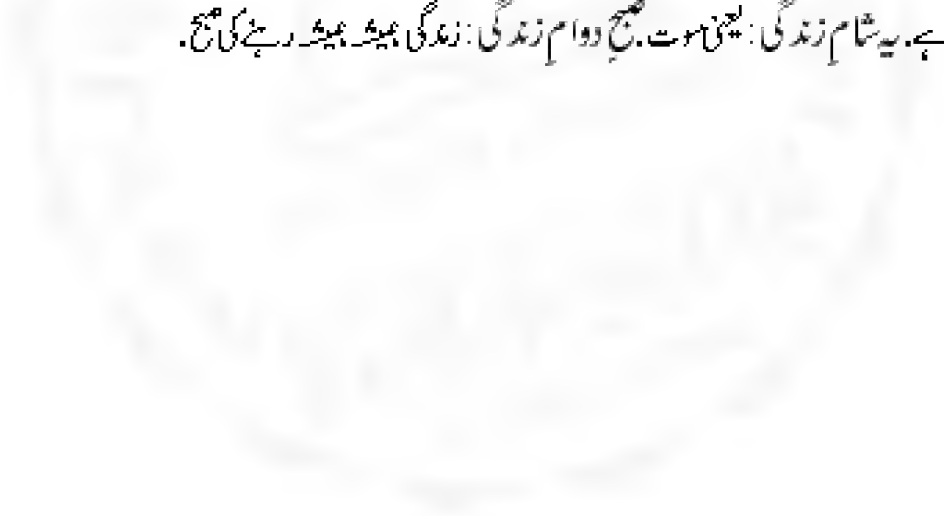
خضرِ راہ

شاعر

ساحلِ دریا پہ مَیں اک رات تھا محوِ نظر
گوشۂ دل میں چھُپائے اک جہانِ اضطراب

شب سکُوت افزا، ہَوا آسودہ، دریا نرم سَیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب

جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفلِ شِیر خوار
موجِ مُضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مستِ خواب

رات کے افسُوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجُمِ کم ضَو گرفتارِ طلسمِ ماہتاب

دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضر
جس کی پیری میں ہے مانندِ سحر رنگِ شباب

کہہ رہا ہے مجھ سے، اے جویائے اسرارِ ازل!
چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب

دل میں یہ سُن کر بپا ہنگامۂ محشر ہُوا
مَیں شہیدِ جستجو تھا، یوں سخن گستر ہُوا

اے تری چشمِ جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش

'کشتیِ مسکین' و 'جانِ پاک' و 'دیوارِ یتیم'
علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تُو صحرا نوَرد
زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش

زندگی کا راز کیا ہے، سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش

ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک
نوجواں اقوامِ نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش

گرچہ اسکندر رہا محرومِ آبِ زندگی
فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرمِ ناوٗ نوش

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ[۳]
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

آگ ہے، اولادِ ابراہیم[۴] ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے!

جوابِ خضر

صحرانوردی

کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے
یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل

اے رہینِ خانہ تُو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل

ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل

وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح
یا نمایاں بامِ گردُوں سے جبینِ جبرئیلؑ

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہُوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ

اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں
اہلِ ایماں جس طرح جنت میں گردِ سلسبیل

تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
اور آبادی میں تُو زنجیریِ کشت و نخیل

پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی

زندگی

برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

تُو اسے پیمانۂ اِمروز و فردا سے نہ ناپ
جاوِداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زِندوں میں ہے
سِرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شِیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قُوّتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

قُلزمِ ہستی سے تُو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

خام ہے جب تک تو ہے مٹّی کا اک انبار تُو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تُو

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

زندگی کی قُوّتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فُروغِ جاوِداں پیدا کرے

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے

سُوئے گردُوں نالۂ شب گیر کا بھیجے سفیر
رات کے تاروں میں اپنے رازداں پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے، تُو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

سلطنت

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ 'اِنَّ المُلُوکَ'
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادُوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

خونِ اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آزری

از غلامی فطرتِ آزاد را رُسوا مکُن
تا تراشی خواجہ ے از برہمن کافر تری

ہے وہی سازِ کُہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تُو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طِبِّ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بو کو گُلِستاں سمجھا ہے تُو
آہ اے ناداں! قفَس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

سرمایہ و محنت

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا، ہے یہ پیامِ کائنات

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دستِ دولت آفریں کو مُزد یوں مِلتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تُو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات

نسل، قومیّت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چُن چُن کے بنائے مُسکرات

کٹ مَرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
سُکر کی لذّت میں تُو لُٹوا گیا نقدِ حیات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا آغاز ہے

ہمّتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

نغمۂ بیداریِ جمہور ہے سامانِ عیش
قصۂ خواب آورِ اسکندر و جم کب تلک

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہُوا
آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام
دُوریِ جنت سے روتی چشمِ آدم کب تلک

باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے بہار
زخمِ گُل کے واسطے تدبیرِ مرہم کب تلک!

کِرمکِ ناداں! طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلّی زار میں آباد ہو

دُنیائے اِسلام

کیا سُناتا ہے مجھے تُرک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مِینا گداز

حکمتِ مغرب سے مِلّت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو
مُضطرب ہے تُو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

گُفت رومی "ہر بِنائے کُہنہ کآباداں کنند"
می ندانی "اوّل آں بنیاد را ویراں کنند" ۲

"مُلک ہاتھوں سے گیا مِلّت کی آنکھیں کُھل گئیں"
حق تُرا چشمے عطا کردست غافل در نگر ۳

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مُورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر ۴

ربط و ضبطِ ملّتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
مُلک و دولت ہے فقط حِفظِ حرم کا اک ثمر

ایک ہوں مُسلم حرَم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں، مِٹ جائے گا
تُرکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گُہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدّم ہو گئی
اُڑ گیا دُنیا سے تُو مانندِ خاکِ رہ گزر

تا خلافت کی بِنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہُشیار باش
اے گرفتارِ ابُوبکرؓ و علیؓ ہُشیار باش

۵

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تُو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عُروج
موجِ مُضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حُرّیّت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تُو اُس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر، دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دَور کی دُھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردُوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رُسوائیِ تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر 'لَا یُخلِفُ المِیعَاد' دار ۶

خضرِ راہ...شاعر

خضرِ راہ: اس نظم میں اُس دَور کے مسلمانوں کی زبوں حالی کو بذریعہ سوالات پیش کیا ہے۔ خلافت کا خاتمہ اور عربوں کی ترکوں سے غداری وغیرہ اس نظم کا پس منظر ہیں۔ یہ نظم ۱۹۲۱ء میں انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ نظم پڑھتے وقت علامہ اور سامعین پر گریہ طاری رہا۔ ساحلِ دریا: سمندر یا دریا کنارہ۔ محوِ نظر: دیکھنے/نظارہ کرنے میں مصروف۔ گوشہ: کونا۔ جہانِ اضطراب: بے چینی کی دنیا یعنی بے حد بے چینی۔ سکوت افزا: خاموشی بڑھانے والی۔ آسودہ: آرام کرنے والی، یعنی بند۔ نرم سیر: آہستہ آہستہ بہنے والا۔ تصویرِ آب: پانی کا عکس/تصویر۔ گہوارہ: پنگوڑا، جھولا۔ طفلِ شیر خوار: دودھ پینے والا بچہ۔ موجِ مضطر: بے

قرار لیہر۔ مستِ خواب: نیند میں ڈوبی ہوئی۔ افسوں: جادو۔ طائر: پرندہ/ پرندے۔ آشیانوں: گھونسلوں۔ اسیر: قیدی، یعنی بند۔ انجمِ کم ضو: تھوڑی روشنی والے ستارے۔ گرفتارِ طلسمِ ماہتاب: چاندنی/ چاند کے جادو میں بندھے ہوئے، چاندنی میں ان کی روشنی ماند پڑی تھی۔ پیکِ جہاں پیما: دنیا بھر میں گھومنے پھرنے والا قاصد، نامہ بر۔ رنگِ شباب: جوانی کی سی تازگی۔ جویا: تلاش کرنے والا، جاننے کا خواہشمند۔ اسرارِ ازل: قدرت کے بھید (یہ کائنات وغیرہ کیا ہے)۔ چشمِ دل: مراد بصیرت کی آنکھ، بصیرت۔ تقدیرِ عالم: دنیا/ کائنات کی حقیقتیں۔ ہنگامۂ محشر بپا ہونا: قیامت کا سا شور اُٹھنا/ پیدا ہونا۔ شہیدِ جستجو: تلاش کا مارا ہوا، حقیقت جاننے کا بیحد خواہشمند۔ سخن گستر: بات کرنے والا۔ چشمِ جہاں بیں: ایسی آنکھ/ نگاہ جس نے دنیا کو خوب دیکھا ہو۔ سوتے ہیں خموش: یعنی ابھی بیدار نہیں ہوئے۔ کشتیِ مسکین: ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت خضر اور حضرت موسیٰؑ ایک غریب کی کشتی میں سوار ہوئے تو خضرؑ نے اس کشتی میں سوراخ کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ بادشاہ کے آدمی بیگار میں کشتیاں پکڑ رہے تھے، سوراخ اس لیے کیا تاکہ اس غریب کی کشتی بچ جائے۔ جانِ پاک: اسی مذکورہ سفر میں خضرؑ نے ایک نوجوان کو قتل کر دیا، جس پر حضرت موسیٰؑ معترض ہوئے، خضرؑ نے جواب دیا کہ یہ نوجوان ملحد تھا اور ماں باپ مومن، اس کی کوشش تھی کہ والدین بھی ملحد ہوں، اس لیے اسے قتل کر دیا۔ دیوارِ یتیم: اسی طرح ایک بستی سے گزرتے ہوئے لوگوں سے کھانا مانگا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ کچھ آگے بڑھے تو ایک مکان جس کی دیوار گرنے والی تھی حضرت خضر نے اس کی مرمت کر دی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کے باپ کا خزانہ دفن ہے اگر دیوار گر جاتی تو لوگ یہ خزانہ اٹھا لے جاتے، اس کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ دیوار بنائی۔ علمِ موسیٰؑ: حضرت موسیٰؑ کی بصیرت اور تجربے۔ حیرت فروش: بیحد حیران (تینوں واقعات کے پیشِ نظر)۔ صحرا نورد: جنگلوں/ ریگستانوں میں گھومنے پھرنے والا۔ بے روز و شب و فردا و دوش: دن، رات، آنے والے کل اور گزرے ہوئے کل کے بغیر، یعنی وقت کی قید سے آزاد۔ زندگی کا راز: زندگی کی حقیقت/ اصلیت۔ خروش: شور، فکر۔ خرقۂ دیرینہ چاک ہونا: پرانی گدڑی کا پھٹ جانا، مراد اپنے پرانے طور طریقے اور خصوصیات چھوڑ دینا۔ نوجواں: یعنی نئی نسل کے لوگ۔ اقوامِ نو دولت: وہ قومیں جنھیں نئی دولت ہاتھ لگی ہو۔ پیرایہ پوش: یعنی نقالی/ پیروی کرنے والا/ والے۔ اسکندر: سکندر رومی۔ آبِ زندگی: آبِ حیات جسے پینے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ فطرتِ اسکندری: سکندر کا سا مزاج، فتوحات، بادشاہت۔ گرمِ ناؤ نوش: پینے پلانے میں مصروف۔ ہاشمی: مراد عرب حکمران جنھوں نے ۱۹۱۶ء میں ترکوں کے ساتھ غداری کی جس سے ترکی خلافت ختم ہو گئی۔ بیچتا ہے: اشارہ ہے عربوں کی اسی غداری کی طرف۔ ناموسِ دینِ مصطفیٰ: حضور اکرمؐ کے دین/ اسلام کی عزت۔ خاک و خون میں ملنا: بری طرح تباہ ہونا۔ سخت کوش: بیحد

مختلق جفاکش۔ آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے نمرود ہے: اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کی آگ کی طرف اولادِ ابراہیم یعنی مسلمان اور نمرود یعنی یہ جنگ چھیڑنے والی یورپی قومیں۔ مقصود ہے: ارادہ/ خواہش ہے۔

جوابِ خضر... صحرا نوردی

صحرا نوردی: جنگلوں/ بیابانوں میں چلنے پھرنے کی حالت۔ تگاپوئے دمادم: لگاتار بھاگ دوڑ۔ رہینِ خانہ: گھر میں پڑا رہنے والا، جدوجہد نہ کرنے والا۔ سماں: منظر۔ فضائے دشت: جنگل کا ماحول۔ بانگِ رحیل: کوچ کرنے/ روانہ ہونے کی آواز/ کا اعلان۔ آہو: ہرن۔ بے پروا خرام: بے خوفی اور مزے سے چلنا۔ حضر: موجود رہنا، سفر کی ضد۔ بے برگ و ساماں: ساز و اسباب کے بغیر۔ بے سنگ و میل: مسافت کے تعین کے بغیر۔ نمود: ظاہر۔ اخترِ سیماب پا: پارے کے سے پاؤں والا یا ہلتے رہنے والا ستارہ۔ بامِ گردوں: آسمان کی چھت۔ جبیں: پیشانی۔ سکوتِ شامِ صحرا: ریگستان میں شام کے وقت کی خاموشی۔ خلیل: حضرت ابراہیمؑ، جنھوں نے سورج، چاند وغیرہ کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ میرے خدا ہیں لیکن جب وہ غروب ہو گئے تو آپ نے فرمایا: غروب ہونے والے میرے خدا نہیں ہو سکتے اور یوں خدائے واحد پر ان کا ایمان پکا ہوا۔ مقامِ کارواں: قافلے کا پڑاؤ ڈالنا۔ سلسبیل: بہشت کا ایک چشمہ/ نہر۔ تازہ ویرانہ: نئی غیر آباد جگہ۔ سودائے محبت: محبت کا مارا ہوا، دیوانہ عاشق۔ زنجیری کشت و نخیل: کھیتی اور کھجور کے درختوں سے دلچسپی میں پھنسا ہوا۔ پختہ تر: زیادہ پکا۔

زندگی

برتر از سود و زیاں: فائدے اور نقصان سے بالاتر۔ تسلیمِ جاں: جان/ زندگی خدا کی راہ میں قربان کرنا۔ پیمانۂ امروز و فردا: مراد وقت/ زماں کا پیمانہ۔ پیمانہ: ناپنے کا آلہ۔ پیہم دواں: مسلسل/ لگاتار حرکت میں رہنے والی۔ ہر دم جواں: ہمیشہ تر و تازہ رہنے والی۔ آپ پیدا کر: یعنی جدوجہد اور عمل سے خود بنا۔ زندوں میں ہونا: جوش و جذبہ اور ولولہ والا ہونا۔ سرِ آدم: انسان کی حقیقت/ بھید۔ ضمیر: باطن، بھید، باطنی قوت۔ ''کن فکاں'': قرآنی حوالہ، کائنات پیدا کرتے وقت خدا نے فرمایا ''ہو جا اور وہ ہو گئی'' یعنی کائنات وجود میں آ گئی۔ کوہ کن: پہاڑ کھودنے والا، فرہاد، شیریں کا عاشق۔ جوئے شیر: دودھ کی ندی۔ تیشہ: پتھر کاٹنے والا لوہے کا اوزار۔ سنگِ گراں: بھاری پتھر مراد پہاڑ جسے فرہاد نے کاٹا۔ جوئے کم آب: تھوڑے پانی والی ندی۔ بحرِ بیکراں: وسیع سمندر جس کا کوئی کنارہ نہ ہو۔ قوتِ تسخیر: فتح کرنے یا اپنا تابع بنانے کی طاقت۔ مٹی کا پیکر: انسانی جسم۔ نہاں: چھپی ہوئی۔ قلزمِ ہستی: وجود کا سمندر، کائنات۔ اُبھرنا: اونچا آنا۔ مانندِ حباب: بلبلے کی طرح۔ زیاں خانہ: نقصان کا گھر۔ خام: کچا، جذبۂ عمل سے خالی۔ پختہ: پکا ہوا، عمل اور جدوجہد کرنے والا۔ شمشیرِ بے زنہار: ایسی تلوار جس سے بچنا ممکن نہ ہو۔ مرنے کی تڑپ: جہاد میں شہید ہونے کی خواہش۔ پیکرِ خاکی: مٹی کا ڈھانچا،

انسانی جسم. جاں: روح، جذبۂ عشق. پھونک ڈالنا: جلا ڈالنا، مٹا ڈالنا. مستعار: دوسروں سے اُدھار مانگے ہوئے. خاکستر: راکھ. قوتِ پنہاں: چھپی ہوئی طاقت. یہ چنگاری: یعنی زندگی کی قوت. فروغِ جاوداں: ہمیشہ ہمیشہ کی روشنی جو کبھی ختم نہ ہو. خاکِ مشرق: مراد مشرق میں واقع ممالک، ایشیا. بدخشاں: افغانستان کا ایک شہر جہاں کے لعل مشہور ہیں. لعلِ گراں: قیمتی لعل (ایک قیمتی پتھر). سوئے گردوں: آسمان کی طرف. نالۂ شب گیر: رات کے وقت بلند ہونے والی گریہ وزاری. سفیر: ایلچی. راز داں: واقفِ حال. یہ گھڑی: یہ دَور. محشر: قیامت. عرصۂ محشر: قیامت کا میدان. پیش کر: سامنے لا. عمل: اچھے/ نیک کام. دفتر: کتاب، مراد نامۂ اعمال.

سلطنت

رمز: اشارہ، بھید، حقیقت. ''اِنَّ الملوکَ'': سورۃ النمل، آیت ۳۴: جب بادشاہ کسی گاؤں/ قصبے میں داخل ہوتے ہیں (یعنی فتح کرنے کے بعد) تو اسے تباہ کر دیتے ہیں. اقوامِ غالب: غلبے والی/ حکمران قومیں. جادوگری: جادو/ دھوکے فریب کا انداز. خواب: یعنی غفلت. سُلا دینا: ایسا چکر دینا کہ وہ جدوجہد نہ کر سکے. ساحری: جادوگری. محمود: مراد، سلطان محمود غزنوی جسے اپنے غلام ایاز سے بہت محبت تھی. ایاز: محمود غزنوی کا غلام خاص. حلقۂ گردن: گردن میں ڈالا ہوا لوہے کا حلقہ جو غلاموں کی پہچان تھا. سازِ دلبری: محبوب یا پیارا ہونے کا باجا. اسرائیل: حضرت موسیٰ کی قوم. خون جوش میں آ جانا: غیرت کے سبب طیش میں آنا. سامری: جس نے حضرت موسیٰ کی غیر موجودگی میں سونے کا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل سے اس کی پوجا کروائی تھی. زیبا: لائق، موزوں. ذاتِ بے ہمتا: یعنی خدا تعالیٰ جس کا کوئی شریک نہیں. بتانِ آزری: آزر کے تراشے ہوئے بت، باطل چیزیں. سازِ کہن: پرانا باجا، مراد پرانا بادشاہت کا نظام. مغرب: یورپ. جمہوری نظام: عوام کی حکومت. غیر از: سوائے. نوائے قیصری: قیصر ہونے کی لے/ سُر، یعنی بادشاہت. دیوِ استبداد: ایک آدمی کی حکومت کا جن/ شیطان. جمہوری قبا: مراد عوام کی حکومت کا پردہ/ لباس. پائے کوب: ناچنے والا. نیلم پری: ہندوستان کے ایک قدیم راجا اندر کے دربار کی خوبصورت نیلی پری. مجلسِ آئین: قانون ساز اسمبلی. اصلاح و رعایات و حقوق: مراد ملک/ عوام کی بہتری کے لیے اصلاحات (Reforms)، دوسری قوموں کے لیے مختلف رعایتیں، عوام کے حقوق سے متعلق کمیٹیاں، انجمنیں. طبِ مغرب: یورپ کا طریقِ علاج/ دوائی. مزے میٹھے: بظاہر بڑی مزیدار دوائی یعنی دیکھنے میں جمہوری نظام بہت عمدہ ہے. خواب آوری: نیند لانا، غافل کر دینے کا عمل. گرمیِ گفتار: پُر جوش باتیں/ تقریریں. اعضا: جمع عضو، رکن، ممبر. مجالس: جمع مجلس، پارلیمنٹ، اسمبلیاں. سرمایہ دار: بہت دولت والے. جنگِ زرگری: یعنی مزید دولت حاصل کرنے کے لیے

بھاگ دوڑ۔سرابِ رنگ و بو: یعنی نظروں اور دل و دماغ کو فریب دینے والی سیاسی چالیں (جو جمہوری نظام کا حصہ ہیں)۔قفس: پنجرہ۔آشیاں: گھونسلا۔

سرمایہ و محنت

بندۂ مزدور: کارخانوں وغیرہ میں اُجرت پر کام کرنے والا۔ پیامِ کائنات: یعنی عالمی پیغام۔شاخِ آہو پر برات ہونا: کچھ حاصل حصول نہ ہونا (یعنی سرمایہ دار کا مختلف بہانوں سے مزدور کو اس کا حق نہ دینا)۔دست: ہاتھ۔دولت آفریں: دولت پیدا کرنے والا۔مُزد: مزدوری، اُجرت۔ساحرِ الموط: الموط کا جادوگر، حسن بن صباح، اسماعیلی فرقہ کا داعی، قلعہ الموط پر ۴۸۳ھ میں اس نے ایک جنت بنائی جس میں خوبصورت عورتیں رکھیں۔ جو لوگ مرید بنتے انھیں بھنگ پلا کر مدہوش کر کے جنت میں لے جاتے۔ چند روز وہاں رکھنے کے بعد انھیں پھر بھنگ کے نشے میں کویا دنیا میں واپس لایا جاتا اور وہ دوبارہ جنت کے لالچ میں ان کے مخصوص مقاصد کے لیے کام کرتے۔ ہلاکو خان تاتاری نے قلعہ فتح کر کے اس سلسلہ کو ختم کیا۔ حسن ۱۱۲۴ء میں فوت ہوا۔برگِ حشیش: بھنگ کا پتا۔ بھنگ پلانے کی طرف اشارہ ہے۔شاخِ نبات: مصری کی ڈلی۔نسل: خاندان، قبیلہ۔ قومیت: یعنی ایک وطن کے لوگ ایک الگ قوم۔کلیسا: گرجا، مراد مذہبی نظریات، پوپ کی عوام پر حکومت۔ سلطنت: آمریت۔تہذیب: زندگی گزارنے کے طریقے، روایات اور ثقافت۔رنگ: انسانی رنگ جو ملکوں کے موسم کے مطابق، کالا، زرد اور سرخ وغیرہ ہوتا ہے ان کی بنا پر تعصب پیدا کیا جاتا ہے۔''خواجگی'': آقائی، حکمرانی۔مُسکرات: جمع مُسکر، نشہ لانے والی چیزیں۔کٹ مرا: لڑ لڑ کر جان دے دی۔خیالی دیوتا: مراد مذکورہ نسلی اور قومی تعصبات۔شکر کی لذت: نشے کا مزہ۔نقدِ حیات: زندگی کی نقدی/ دولت، زندگی۔چال: طریقہ، رویہ۔بازی لے جانا: جیت جانا۔انتہائے سادگی: بیحد بھولا پن، کم سمجھی۔مات: شکست۔اُٹھ: ہوش کر، بیدار ہو جا۔بزمِ جہاں: مراد دنیا۔انداز: طور طریقہ۔مشرق و مغرب: پوری دنیا۔تیرے دور کا: مسلمانوں/ اسلام کی ترقی کے زمانے کا۔ہمت عالی: بلند حوصلہ/ ارادہ۔غنچہ ساں: کلی کی طرح۔دامن: پلو۔نغمۂ بیداریِ جمہور: عوام کی بیداری کا نعرہ (جمہوری نظام کے حوالے سے)۔سامانِ عیش: آرام اور راحت کی زندگی کا باعث۔ قصۂ خواب آور: نیند لانے والی کہانی۔اسکندر: سکندر رومی۔جم: جمشید، ایران کا قدیم بادشاہ۔آفتاب تازہ: نیا سورج (اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد زارِ روس کے خاتمے اور مزدور حکومت کے آغاز کی طرف جس کا سربراہ لینن بنا۔ بطنِ گیتی: زمانے کا پیٹ، زمانے میں۔ڈوبے ہوئے تارے: مراد بادشاہتیں، آمرانہ حکومتیں۔زنجیریں: رکاوٹیں۔دُوری: دور ہونے کی حالت۔باغبانِ چارہ فرما: علاج کرنے والا/ طبیب مالی، چارہ گر۔زخمِ گُل: پھول یعنی مزدور کا زخم۔کرمک: چھوٹا سا کیڑا، پتنگا، مزدوری۔طواف: کسی شے

کے گرد چکر لگانے کا عمل. شمع: مراد سرمایہ دار. تجلی زار: روشنیوں کی کثرت کی جگہ. مستقبل آباد ہونا: مراد مستقبل شاندار بنانا.

دنیائے اسلام

ترک و عرب کی داستاں: ترکوں کے ساتھ عربوں کی غداری کا ماجرا. اسلامیوں: یعنی مسلمانوں. تثلیث کے فرزند: عیسائی، یعنی انگریز حکمران (عیسائیوں کے نزدیک توحید خداوندی کی تین شاخیں ہیں۔ باپ: خدا، بیٹا: حضرت عیسیٰ اور روح القدس: جبرئیل). میراث خلیل: حضرت ابراہیمؑ کی خوبیاں یعنی اخلاق حسنہ. خشت: اینٹ. بنیاد کلیسا: گرجے/عیسائیت کی بنیاد. خاک حجاز: حجاز کی مٹی. کلاہ لالہ رنگ: سرخ رنگ کی ٹوپی، مراد پھندنے والی سرخ ٹوپی جو ترک پہنا کرتے تھے، قومی لباس چھوڑنے کی تحریک میں اسے بھی پہننا چھوڑ دیا تھا. سراپا ناز: پورے طور پر فخر والے، مسلمان. مے فروشاں: جمع مے فروش، شراب بیچنے والے. فرنگستان: یورپ. پارس: فارس یعنی ایران. مے سرکش: نافرمانی کی شراب، مراد غیر اسلامی تصورات. مینا گداز: صراحی کو پگھلا دینے والی، یعنی ایسا تمدن/تہذیب جو ایران کی اسلامی روایات کو ختم کر دے. حکمت مغرب: یورپ کی سیاسی چالبازی اور سیاست. کیفیت: حالت. گاز: گیس، تیزاب. مانند آب: پانی کی طرح. دانائے راز: صحیح صورت حال یا حقیقت سے باخبر. ملک ہاتھوں سے گیا: اشارہ ہے مسلمانوں کے قبضے سے دہلی، بغداد اور دمشق کے نکل جانے کی طرف. آنکھیں کھلنا: ہوش آ جانا، سبق حاصل ہونا. مومیائی کی گدائی: ہڈی جوڑنے کی دوا کی بھیک، مراد مسلمانوں کا اپنی بری حالت سنوارنے کے لیے دوسرے ملکوں سے مدد مانگنا. شکست: ٹوٹنے/ہڈی ٹوٹنے کا عمل. ربط و ضبط: آپس میں اتفاق، اتحاد اور میل ملاپ. ملت بیضا: روشن قوم، ملت اسلامیہ. مشرق کی نجات: یعنی اسلامی ملکوں کی آزادی. ایشیا والے: ایشیا کے لوگ/قومیں. نکتہ: گہری اور اہم بات. حصار دیں: دین کا قلعہ، مراد اسلام کی طرف متوجہ ہو. ملک و دولت: ملک اور حکومت. حفظ حرم: کعبہ کی حفاظت، مذہبی شعائر کی پابندی. حرم: اسلام. نیل: دریائے نیل، مصر کا مشہور دریا. خاک کاشغر: کاشغر کی سرزمین، ترکستان کا ایک شہر. رنگ و خوں: نسل، قبیلہ، علاقائی تعصب. ترک خرگاہی: شاہی خیمے والا ترک، ترک قوم. اعرابی: عربوں کی بدو قوم. والا گہر: اعلیٰ خاندان/نسل والا. مقدم: افضل، بڑھ کر، بالاتر. خلافت کی بنا: صحیح اسلامی حکومت کی بنیاد. اسلاف کا قلب و جگر: پرانے مسلمانوں کا سا دل و دماغ، یعنی توحید اور اسلام سے محبت کا جوش و جذبہ. فریاد: احتجاج، شکایت. دل تھام کر: ذرا حوصلے اور صبر کے ساتھ. تاثیر: اثر کی کیفیت. سطوت رفتار دریا: دریا کے بہاؤ کی شان و شوکت، یعنی اسلام، دشمنوں کی سازشیں وغیرہ. عروج: بلندی، ترقی. موج مضطر: بے چین لہر، یعنی غیر مسلمانوں کی شورشیں. زنجیر: بیڑی،

یعنی ان کے لیے وبالِ جان۔ عام حریت: سب انسانوں کے لیے آزادی۔ تعبیر: خواب کی وضاحت، خواب کا نتیجہ۔ خاکستر: راکھ۔ سمندر: چوہے کی قسم کا ایک جانور جو آگ میں رہتا ہے اور جلتا نہیں، بعض کے نزدیک اگر وہ آگ سے باہر نکلے تو فوراً مر جاتا ہے۔ جہانِ پیر: بوڑھی دنیا۔ کھول کر آنکھیں: پوری توجہ اور غور کے ساتھ۔ آئینۂ گفتار: باتوں کا آئینہ، مراد بصیرت سے بھری باتیں۔ دھندلی سی: جو پوری طرح صاف نہ ہو۔ آنے والے دور کی تصویر: مستقبل میں پیش آنے والے حالات و واقعات کا نقشہ / خاکہ۔ آزمودہ: آزمایا ہوا۔ گردوں: آسمان، تقدیر۔ تدبیر: انسانی کوششیں، غور و فکر۔ رسوائی: ذلت، بے بسی۔

---

۱ کسی کا غلام بن کر یا بنے رہنے سے اپنی آزاد فطرت کو ذلیل نہ کر، اگر تو اپنا کوئی آقا بناتا ہے تو تو برہمن سے بھی بڑا کافر ہے۔

۲۔ مولانا رومیؔ نے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب کسی پرانی عمارت کو رہنے کے لائق بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اس کی بنیادوں کو توڑا پھوڑا جاتا ہے۔ (رومی کا شعر دیوان میں ہے)

۳۔ خدا نے تجھے آنکھیں عطا کی ہیں، اے بے خبر ذرا دیکھ، توجہ کر۔

۴۔ اے پروں کے بغیر یعنی مجبور چیونٹی اپنی کوئی ضرورت کسی سلیمان (حاکمِ وقت) کے پاس مت لے کر جا۔

۵۔ اے (موجودہ دور کے مسلمان) تو جو چھپے ہوئے اور نمایاں / روشن میں فرق سے بے خبر ہے ذرا چوکنا ہو جا، اے کہ اس بحث میں الجھا ہوا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ تھے یا حضرت علیؓ تھے، چوکنا ہو جا یعنی بے جا قسم کی اور فرقہ پرستی کی بحثوں سے بچ کہ یہ تیری تباہی کا باعث ہوں گی۔

۶۔ تو اگر مسلمان ہے تو اپنے دل میں (عظمتِ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی ترقی و سربلندی کی) آرزو زندہ رکھ اور اس قرآنی آیت کو ہر وقت اپنے سامنے رکھ کہ خدا تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (وعدہ یہ ہے کہ حق کا بول بالا ہوگا اور باطل مٹ جائے گا)

طلوعِ اِسلام

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تُنک تابی
اُفُق سے آفتاب اُبھرا، گیا دورِ گراں خوابی

عُروقِ مُردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سِینا و فارابی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نُطقِ اعرابی

اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بُلبل!
''نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی''

1

تڑپ صحنِ چمن میں، آشیاں میں، شاخساروں میں
جُدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیرِ سیمابی

وہ چشمِ پاک بیں کیوں زینتِ برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے

سرِشکِ چشمِ مُسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہؑ کے دریا میں ہوں گے پھر گُہر پیدا

کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

ربود آں تُرکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را ۲
صبا کرتی ہے بُوئے گُل سے اپنا ہم سفر پیدا

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحَر پیدا

جہاں بانی سے ہے دُشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنّم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

خدائے لم یزل کا دستِ قُدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گُماں تُو ہے

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تُو ہے

مکاں فانی، مکیں آنی، ازَل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوِداں تُو ہے

حنا بندِ عُروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تُو ہے

تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مُضمَر کا گویا امتحاں تُو ہے

جہانِ آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوّت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تُو ہے

یہ نکتہ سرگزشتِ ملّتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تُو ہے

سبَق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اُخوّت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملّت میں گُم ہو جا
نہ تُورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی

میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک!
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

گماں آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زورِ حیدرؓ، فقرِ بُوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

ہُوئے احرارِ ملّت جادہ پیما کس تجمّل سے
تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زِندانی

ثباتِ زندگی ایمانِ مُحکم سے ہے دُنیا میں
کہ اَلمانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تُورانی

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوحُ الامیں پیدا

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا!
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں، فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھُپ چھُپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیّت ہے
حذَر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نُوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مَردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبعِ بلندے، مشربِ نابے
دلِ گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو، بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفَق میں ڈوب کر نکلے

ہُوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گُہر نکلے

غبارِ رہ گزر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اِکسیر گر نکلے

ہمارا نرم رَو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

حرم رُسوا ہُوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

زمیں سے نُوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈُوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈُوبے اِدھر نکلے

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے
یہی قُوّت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ مِلّت ہے

تُو رازِ کُن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہوجا
خودی کا رازداں ہوجا، خدا کا ترجماں ہوجا

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اُخُوّت کا بیاں ہوجا، محبت کی زباں ہوجا

یہ ہندی، وہ خُراسانی، یہ افغانی، وہ تُورانی
تُو اے شرمندۂ ساحل! اُچھل کر بے کراں ہوجا

غبار آلودۂ رنگ و نَسب ہیں بال و پر تیرے
تُو اے مُرغِ حرم! اُڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سِرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحَر سے جاوِداں ہوجا

مَصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

گزر جا بن کے سیلِ تُند رَو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

وہ حکمت ناز تھا جس پر خرَدمندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے

تدبّر کی فُسوں کاری سے مُحکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدّن کی بِنا سرمایہ داری ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نُوری ہے نہ ناری ہے

خروش آموزِ بُلبل ہو، گرہ غنچے کی وا کر دے
کہ تُو اس گلِستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے

پھر اُٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولاں گہِ اَطلس قبایانِ تتاری ہے

۴
بیا پیدا خریدار ست جانِ ناتوانے را
''پس از مدّت گذار افتاد بر ما کاروانے را''

۵
بیا ساقی نواے مرغِ زار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد، نگار آمد قرار آمد

۶
کشید ابرِ بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا
صداے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد

۷
سرت گردم تو ہم قانونِ پیشیں ساز دہ ساقی
کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد

۸
کنار از زاہداں برگیر و بے باکانہ ساغر کش
پس از مدت ازیں شاخِ کُہن بانگِ ہزار آمد

۹
بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور
تصرّف ہاے پنہانش بچشمم آشکار آمد

دگر شاخِ خلیلؑ از خونِ ما نم ناک می گردد
ببازارِ محبت نقدِ ما کامل عیار آمد ۱۰

سرِ خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملّتِ ما سازگار آمد ۱۱

"بیا تا گُل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم" ۱۲

طلوع: سورج کا نکلنا، مراد (اسلام کی) اشاعت۔ تنک تابی: ہلکی روشنی، ٹمٹماہٹ۔ اُفق: آسمان کا کنارہ۔ آفتاب اُبھرا: سورج نکلا ہے۔ اشارہ ہے اس دَور کی طرف جب مسلمان غفلت کا شکار تھے کہ اچانک مصطفیٰ کمال اتاترک اُٹھے اور کفار کے بڑھتے قدم رک گئے۔ اس واقعے نے مسلمانوں میں ہمت پیدا کر دی۔ دَورِ گراں خوابی: گہری نیند سونے یعنی غفلت کا زمانہ۔ عروقِ مردہ: بے جان رگیں۔ مشرق: مشرق بالخصوص مسلم ممالک۔ خونِ زندگی دوڑا: بیداری کی لہر پیدا ہو گئی۔ سینا و فارابی: بوعلی سینا اور محمد بن طرخان ابونصر فارابی، دونوں مشہور فلسفی، مراد تمام فلسفی۔ مسلماں کر دیا: صحیح معنوں میں اسلام کا شیدائی بنا دیا۔ طوفانِ مغرب: یورپ کا ہنگامہ، اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کی طرف جس نے مسلمانوں کو اپنا وجود برقرار رکھنے پر چوکنا کر دیا۔ تلاطم ہا: تلاطم کی جمع، تھپیڑے، پانی کی طغیانی۔ گوہر: موتی مراد مسلمان۔ سیرابی: تازگی، چمک دمک۔ درگاہِ حق: خدا کی بارگاہ/دربار۔ شکوہِ ترکمانی: ترکوں کا سا دبدبہ اور شوکت۔ ذہنِ ہندی: ہندوستان کے لوگوں کی سی دانائی اور بصیرت۔ نطقِ اعرابی: عربوں کی زبان یعنی عربوں کی سی فصاحت۔ غنچوں: کلیوں یعنی مسلمانوں۔ بلبل: مراد شاعر، خود علامہ اقبال۔ شاخسار: درخت کا اوپر کا حصہ جو بہت ٹہنیوں والا ہوتا ہے۔ تڑپ: بے چینی، جذبۂ عشق کے سبب بیقراری۔ تقدیرِ سیمابی: پارے کی طرح ہلتے رہنے کی حالت۔ چشمِ پاک بیں: صاف یا واضح دیکھنے والی آنکھ۔ برگستواں: گھوڑے کا ساز اور زین، مراد ظاہری سجاوٹ۔ جگر تابی: دل کی تڑپ، باطن کی بیقراری۔ ضمیر لالہ: یعنی مسلمان کا باطن/دل۔ آرزو: عظمتِ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کی خواہش۔ چمن

کا ذرہ ذرہ: یعنی ملت کا ہر ہر فرد۔ شہید: مارا ہوا یعنی شیدائی۔ سرشک: آنسو۔ نیساں: بارش کا وہ قطرہ جو سیپی کے منہ میں پڑ کر موتی بنتا ہے۔ خلیل اللہ: خدا کا دوست، حضرت ابراہیمؑ کا لقب۔ دریا: یعنی مسلمان، ملت اسلامیہ۔ ملتِ بیضا: روشن قوم ملتِ اسلامیہ۔ شیرازہ بندی: یعنی اتفاق، تنظیم اور اتحاد۔ شاخِ ہاشمی: یعنی مسلمان قوم، دنیائے اسلام۔ برگ و بر: پتے اور پھل، شادابی، یعنی پرانی عظمت اور دبدبہ۔ صبا: صبح کی نرم خوشگوار ہوا۔ بوئے گل: پھول کی خوشبو۔ ہم سفر: سفر کا ساتھی۔ عثمانیوں: ترک، جن کے جدِ بزرگ کا نام عثمان تھا۔ کوہِ غم ٹوٹا: اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کی طرف جس میں بیشمار ترک مارے گئے تھے۔ خونِ صد ہزار انجم: لاکھوں ستاروں کا خون یعنی ان کا ڈوبنا، غروب ہونا۔ جہانبانی: دنیا پر حکومت کرنے کا طور طریقہ۔ جہاں بینی: دُنیا کے حالات و واقعات اور تقاضوں پر گہری نظر ہونا۔ دشوارتر: زیادہ مشکل۔ کار: کام۔ جگر خون ہونا: بیحد جد وجہد، تکالیف برداشت کرنا۔ چشمِ دل: بصیرت۔ ہزاروں سال: ایک طویل مدت تک۔ بے نوری: آنکھوں کا روشن نہ ہونا۔ نرگس: وہ پھول جسے اس کی شکل کی بنا پر آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ دیدہ ور: آنکھوں والا، صاحبِ نظر۔ نوا پیرا ہونا: چہچہانا، مراد جوش و جذبہ ابھارنے والے شعر کہنا۔ بلبل: شاعر۔ کبوتر: مشہور پرندہ، مراد کمزور اور محکوم مسلمان۔ شاہیں کا جگر: مراد شاہین کی سی جرات، دلیری اور بے خوفی۔ حدیث: بات۔ سوز و ساز: جلنے اور بنانے کی حالت۔ لم یزل: ہمیشہ باقی رہنے والا۔ دست: ہاتھ۔ قدرت: قوت، طاقت، اقتدار۔ یقیں پیدا کر: اپنی صلاحیتوں پر اعتماد پیدا کر۔ مغلوبِ گماں: شک اور بے اعتباری کا شکار۔ پرے ہے: یعنی بلندتر ہے۔ چرخ: آسمان۔ گردِ راہ: مسافر کے پاؤں کے پیچھے اُڑنے والی مٹی۔ مکیں: رہنے والا۔ آنی: وقتی، فانی۔ ازل تیرا ابد تیرا: یعنی وقت تیرے قبضے میں ہے۔ خدا کا آخری پیغام: قرآن مجید کو ماننے والا۔ حنا بندِ عروسِ لالہ: دُنیا کے باغ کی دلہن کو مہندی لگانے والا۔ خونِ جگر تیرا: تیری توحید پرستی اور حسنِ عمل یا جذبۂ جہاد۔ معمارِ جہاں: دنیا کی تعمیر کرنے والا، توحید پرستی کے سبب اسے امن و سکون کی دنیا بنانے والا۔ ممکناتِ زندگانی: انسانی زندگی کی فلاح و بہبود اور ترقی سے متعلق / ممکن ہو سکنے والی باتیں۔ جوہر مضمر: (دنیا میں) خدا تعالیٰ کی چھپی ہوئی نعمتیں۔ جہانِ آب و گل: پانی اور مٹی کی دنیا، یہ کائنات۔ عالمِ جاوید: ایسی دنیا جسے کبھی فنا نہیں، ابدی دنیا۔ نبوت: نبی ہونے کا مرتبہ۔ ارمغان: تحفہ۔ سرگزشت: ماجرا، واقعہ۔ پیدا: ظاہر۔ زمینِ ایشیا: براعظم ایشیا (چین، جاپان، عرب اور برصغیر)۔ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا: یعنی پھر سے سچائی، عدل و انصاف اور دلیری جیسی خوبیاں اپنا لے۔ امامت: پیشوائی، رہبری۔ مقصودِ فطرت: قدرت کی اصل غرض۔ رمزِ مسلمانی: مسلمان ہونے کی حقیقت / بھید۔ اخوت کی جہانگیری: دنیا میں انسانی بھائی چارے کا پھیلاؤ۔ بتانِ رنگ و خوں: رنگ، نسل، قبیلے وغیرہ کا تعصب۔ ملت میں گم ہو جا: اتحاد و اتفاق سے ایک قوم بن جا۔ نہ تُورانی نہ افغانی: یعنی علاقائی قومیتیں ختم ہو جائیں۔ میانِ شاخساراں: ٹہنیوں کے درمیان، یعنی

ایک ملت کی بجائے قبیلوں، خاندانوں کی باتیں۔ صحبت: باہم مل بیٹھنے کی حالت، حضوری۔ پرواز: اُڑنے کی قوت، بلندی کی طرف بڑھنے کی طاقت۔ شاہین قہستانی: پہاڑی علاقے کا شاہین، عقاب کی قسم کا ایک پرندہ جو تیز اور بلندی کی طرف اُڑتا ہے۔ گمان آبادِ ہستی: یہ دنیا جس میں رہنے والے وہم وگمان اور شک وشبہ کا شکار رہتے ہیں۔ شبِ تاریک: اندھیری رات۔ قندیلِ رہبانی: ترکِ دنیا کرنے والے (راہبوں) کا چراغ۔ قیصر و کسریٰ کا استبداد: مراد شخصی حکومتوں کا ظلم وستم۔ زورِ حیدرؓ: حضرت علیؓ کی قوت بازو۔ فقرِ بوذرؓ: حضرت ابوذر غفاریؓ کی صبر وقناعت جو مشہور ہے۔ صدقِ سلمانیؓ: حضرت سلمان فارسیؓ کی سچائی، حضور اکرمؐ کو آپؓ کی سچائی پر پورا بھروسا تھا۔ احرارِ ملت: قوم کے آزاد لوگ، یعنی مسلمان جو نسلی، قبائلی تعصبات سے آزاد ہیں۔ جادہ پیما: راستہ طے کرنے والا/والے، یعنی عمل میں سرگرم۔ تجمل: شان وشوکت۔ تماشائی: دیکھنے والا/والے۔ شگافِ در: دروازے کسی پٹ کا چھوٹا سا سوراخ، رخنہ۔ صدیوں: بہت عرصے سے، سیکڑوں برسوں سے۔ زندانی: قیدی۔ ثباتِ زندگی: وجود یا زندگی کا پائیدار ہونا، ہمیشہ قائم رہنا۔ محکم: مضبوط، پختہ، پکا۔ المانی: المان یعنی جرمنی کا رہنے والا۔ پائندہ تر: زیادہ قائم رہنے والا، زیادہ مضبوط۔ تورانی: توران/ترکی کا باشندہ۔ انگارۂ خاکی: انسان (اس کے دل کے سوز کی بنا پر انگارہ کہا)۔ بال وپرِ روح الامیں: حضرت جبرئیل کی سی قوتِ پرواز، محبوبِ حقیقی تک پہنچنے کی قوت۔ شمشیریں: تلواریں۔ تدبیریں: کوششیں، منصوبے۔ ذوقِ یقیں: پختہ پکا ایمان۔ زنجیریں کٹ جانا: ہر طرح کی رکاوٹیں/پابندیاں ختم ہوجانا، آزادی حاصل کرنا۔ مردِ مومن: پکے ایمان والا مسلمان۔ ولایت: مراد کسی بادشاہ کا ملک، حکومت، سلطنت۔ علمِ اشیا: کائنات کی اشیا کی حقیقت جاننے کا علم۔ نکتہ ایماں: ایمان کی گہری بات/حقیقت۔ تفسیریں: وضاحتیں، تشریحات۔ براہیمی نظر: حضرت ابراہیمؑ کی سی بصیرت۔ تصویریں بنانا: خاکہ/نقش بنانا۔ تمیزِ بندہ وآقا: غلام اور آقا میں فرق کرنا۔ فسادِ آدمیت: انسانیت کا بگاڑ/تباہی۔ حذر: بچو، ڈرو۔ چیرہ دست: زور/زبردستی سے کام نکالنے والا۔ فطرت کی تعزیریں: قدرت کی سزائیں۔ خاکی: مٹی کا بنا ہوا، انسان۔ نوری: فرشتہ۔ لہو ٹپکنا: قطرہ قطرہ خون گرنا۔ یقیں محکم: پکا ایمان۔ عمل پیہم: مسلسل اور لگاتار جدوجہد۔ فاتحِ عالم: دنیا کو فتح کرنے والی، انسانی دلوں پر قبضہ کرنے والی۔ جہادِ زندگانی: مراد زندگی کی کشاکش۔ مردوں: دلیروں، مجاہدوں۔ شمشیریں: تلواریں، شمشیر کی جمع۔ عقابی شان سے: مراد رعب ودبدبے سے، اشارہ ہے یونانیوں کے ترکوں پر حملے کی طرف۔ بے بال وپر نکلے: یعنی یونانی اس حملے میں شکست کھا گئے/مار کھا گئے۔ ستارے شام کے، خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے: یعنی جس طرح آسمانی سرخی میں ستاروں کی روشنی ہلکی پڑ جاتی ہے اور سرخی ہٹتے ہی وہ چمکنے لگتے ہیں، اسی طرح ترک، یونانی لشکر کے اس حملے میں جوابی کارروائی کر کے سرخرو ٹھہرے۔ زیرِ دریا تیرنے والے: یونانیوں کی آبدوز کشتیاں جنھیں ترکوں نے ڈبو دیا تھا۔ طمانچے: تھپیڑے۔ غبارِ رہ گزر: راستے کی مٹی/خاک (یعنی یونانی)۔ کیمیا: زرسازی، خاص دوا

جو دھات کی ہیئت بدل دیتی ہے۔ جبینیں خاک پر رکھنے والے: اللہ کے حضور سجدے کرنے والے (ترک مسلمان)۔ اکسیر گر: کیمیا بنانے والے۔ بزم ترو قاصد: آہستہ چلنے والا پیادہ، یعنی پیدل ترکوں کے مقابلہ میں یونانی فوج جدید ساز و سامان سے مسلح تھی۔ پیامِ زندگی لایا: مسلمانوں کی بیداری کا باعث بنا۔ خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں: مراد یونانی فوج جو فون اور ٹیلیگراف سے لیس تھی۔ وہ بے خبر نکلے: یعنی وہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے شکست کھا گئے۔ حرم رسوا ہوا: عربوں کی غداری کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے ترکوں سے کی۔ پیرِ حرم: یعنی حجاز کا گورنر شریف مکہ جس نے غداری کی۔ کم نگاہی: انجام کا خیال نہ کرنے کی حرکت۔ جوانانِ تتاری: ترکی فوج کے جوان۔ صاحب نظر: اہلِ نظر، بصیرت والے۔ زمیں سے: زمین کو خطاب کرتے ہوئے۔ نوریانِ آسماں پرواز: آسمانوں پر اڑنے والے فرشتے۔ یہ خاکی: یہ مٹی کے بنے ہوئے، انسان یعنی ترک۔ زندہ تر: زیادہ جاندار، قوی، جذبوں والے۔ پائندہ تر: زیادہ بقا والے، زیادہ ثابت قدم۔ تابندہ تر: زیادہ روشن۔ صورتِ خورشید: سورج کی طرح۔ سرمایۂ تعمیرِ ملت: پوری قوم کی سربلندی اور ترقی کا باعث۔ یہی قوت: یعنی ہر فرد کا یقینِ محکم۔ صورت گر: یعنی بنانے والی۔ رازِ کن فکاں: ''کن فکاں'' یعنی اس کائنات کا بھید/ حقیقت۔ خودی: اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں اور شخصیت کا احساس۔ ترجماں: توحیدِ خداوندی سے آگاہ ہو کر دوسروں کو بتانے والا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا: قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دینا۔ نوعِ انساں: مراد تمام انسان، انسانوں کی جماعت۔ اخوت کا بیاں ہو جا: بھائی چارے کا درس دینے والا بن جا۔ محبت کی زباں: باہمی اتفاق اور محبت کا پیغام۔ یہ ہندی...... تورانی: مراد مختلف تعصبات میں بٹے ہوئے۔ شرمندۂ ساحل: مراد خاص علاقے تک خود کو محدود کرنے والا۔ اچھل کر: یعنی اس علاقائی نظریے سے ہٹ کر۔ بے کراں ہو جا: وسیع یعنی علاقائی حدود سے آزاد ہو کر پوری ملت اور انسانیت کی بات کرنے والا بن جا۔ غبار آلودۂ رنگ و نسب: تنگ نظری کی مٹی میں اٹا ہوا۔ بال و پر تیرے: تیری قوتیں اور صلاحیتیں۔ مرغِ حرم: یعنی مسلمان۔ اڑنا: یعنی ارتقا کی فضا میں اڑنے کا عمل۔ پرفشاں ہونا: پر پھڑپھڑانا تاکہ مٹی اور گرد جھڑ جائے۔ حلقۂ شام و سحر: مراد ہر قسم کے تعصبات وغیرہ۔ جاوداں: ہمیشہ کی زندگی پانے والا، بقا کا مالک۔ مصافِ زندگی: زندگی کا میدانِ جنگ، یعنی زندگی کی تگ و دو اور کشمکش۔ سیرتِ فولاد: فولاد کی سی خصلت/ خوبی، مصیبتوں میں بھی ثابت قدم رہنے کی عادت۔ شبستانِ محبت: مراد دنیا بھر کے مسلمانوں کی بزمِ محبت۔ حریر و پرنیاں: ریشم کی دو قسمیں، مراد نرم۔ سیلِ تندرو: پانی کا تیز چلنے والا طوفان۔ کوہ و بیاباں سے: پہاڑ اور اجاڑ، یعنی مصیبتوں، تکلیفوں اور اسلام کے دشمنوں سے ٹکراتے ہوئے۔ گلستاں: باغ، یعنی مسلمانوں کی محفل/ جماعت۔ جوئے نغمہ خواں: گاتی ہوئی ندی، مراد فائدہ پہنچانے والا۔ سازِ فطرت: قدرت کا باجا/ سارنگی۔ نوا: لے، نغمہ۔ صیدِ زبوں: برے حالوں والا شکار۔ شہریاری: بادشاہت، ایک فرد کی حکومت۔ قیامت ہے: کتنے دکھ کی بات ہے۔ شکاری: ظلم و ستم کرنے والا۔ خیرہ کرنا:

چندھیا دینا۔ چمک: ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ تہذیبِ حاضر: موجودہ دور کا تمدن (رسم و رواج، اخلاقیات وغیرہ) جس پر یورپی تہذیب کی چھاپ ہے۔ صناعی: کاریگری۔ جھوٹے نگ: وہ نگینے جو اصلی نہ ہوں۔ ریزہ کاری: چھوٹے ریزوں کو جوڑ کر نگینہ بنانے کا کام۔ خردمندان: جمع خردمند، دانا، فلسفی۔ پنجۂ خونیں: خون سے لتھڑا ہوا ہاتھ۔ تیغِ کارزاری: جنگ کی تلوار۔ تدبر: غور و فکر، سوچ بچار کرنے کی حالت۔ فسوں کاری: جادوگری۔ بنا: بنیاد۔ سرمایہ داری: بہت زیادہ مالدار/ دولتمند ہونا۔ عمل: جدوجہد، انسانیت کی خیر خواہی کے لیے کام کرنا۔ نوری: نور سے بنا ہوا، فرشتہ یعنی نیک۔ ناری: آگ سے بنا ہوا، شیطان یعنی برا۔ خروش آموز بلبل: بلبل یعنی مسلمانوں کو باہمی اتفاق و محبت کی باتیں سکھانے والا۔ گرہ غنچے کی وا کر دے: کلی کی گانٹھ کھول دے یعنی مسلمانوں کا باہمی نفاق/ چپقلش دور کر دے۔ اس گلستاں: ملت اسلامیہ۔ جولانگہ: میدان جہاں گھوڑا/ گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ اطلس قبایانِ تتاری: چمکیلا لباس پہننے والے ترک، مراد ترک جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

ا۔ جب تو اپنے سننے والوں میں گیت سننے کا ذوق شوق نہ دیکھے تو پھر اپنی لے کو تیز اور مزید تیکھا کر دے۔

۲۔ اس شیرازی محبوب نے تبریز اور کابل کا دل اڑا لیا ہے (مصطفیٰ اتاترک نے اپنی جدوجہد اور سرگرمیوں سے اسلامی دنیا کے دل موہ لیے ہیں)

۳۔ ایک انسان کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ (آگے جواب ہے کہ یہ باتیں ہونی چاہئیں) بلند فطرتی اور وسیع النظری، خالص مسلک یعنی محبوب حقیقی کی محبت، جذبوں سے پُر دل/ پُر جوش دل، دنیوی حرص و ہوس سے پاک نگاہ اور جذبۂ عشق کے سبب بے چین روح۔

۴۔ (دوسرا مصرع نظیری نیشاپوری کا ہے جس میں ''مدت'' کی بجائے ''عمرے'' ہے) آ کر کمزور جان کا خریدار پیدا ہو گیا ہے ایک مدت کے بعد ایک قافلہ ہماری طرف سے گزرا ہے۔ (ترکوں کی طرف اشارہ ہے جن کے جہاد نے مسلمانوں کو بیدار کر دیا)

۵۔ اے ساقی آ جا کہ شاخوں پر سے پریشان حال پرندے کی چہکار سنائی دی ہے یعنی بہار آ گئی ہے، محبوب آ گیا اور جب محبوب آ گیا تو دل کو قرار آ گیا۔

۶۔ موسم بہار کے بادل نے وادی اور صحرا میں خیمے لگا لیے ہیں اور پہاڑ پر سے آبشاروں کے گرنے کی آواز آنے لگی ہے۔

۷۔ اے ساقی! تیرے قربان جاؤں تو بھی ذرا پہلے والا ساز چھیڑ دے کہ گیت گانے/ چہچہانے والے قطار در

نظار آگئے ہیں۔ (قانون: باجے کی ایک قسم)

۸۔ زاہدوں/پرہیزگاروں سے کنارہ کشی کرلے اور بے خوف ہو کر جام چڑھا کیونکہ ایک مدت کے بعد اس پرانی ٹہنی (یعنی ملتِ اسلامیہ سے بلبل کی آواز (ترکوں کا جہاد وغیرہ) سنائی دی ہے۔

۹۔ عاشقوں کو جنگ بدر (۲ھ/ ۶۲۳ء میں لڑی گئی) اور جنگ حنین (۸ھ/ ۶۲۹ء) کے سردار یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کی باتیں سنا جن کے باطنی تصرف میری آنکھوں کو صاف دکھائی دے رہے ہیں۔

۱۰۔ اب پھر شاخ خلیل (حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ملتِ اسلامیہ) ہمارے خون سے تر و تازہ/سرسبز ہو رہی ہے یعنی محبت کی منڈی میں ہماری نقدی خالص اور کھری قرار پائی ہے۔

۱۱۔ میں اس شہید کی قبر پر لالہ کی پتیاں بکھیرتا ہوں جس کا خون ہماری ملت کے پودے کے لیے مفید/بہت ہوا۔

۱۲۔ (یہ حافظ شیرازی کا شعر ہے) آ کہ ہم پھول بکھیریں اور شراب جام میں انڈیلیں، اس طرح آسمان کی چھت پھاڑ ڈالیں اور ایک نئی زندگی کی بنیاد رکھیں (اس شعر سے گویا مسلمانوں کو محبت و اتفاق کا درس دیا ہے)

غزلیات

(۱)

اے بادِ صبا! کملی والےؐ سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا، دُنیا بھی گئی

یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دُور وصالِ بحر ابھی، تُو دریا میں گھبرا بھی گئی!

عزّت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجابِ محمل سے
محمل جو گیا عزّت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلا بھی گئی

کی ترکِ تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگیِ فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی

نکلی تو لبِ اقبالؔ سے ہے، کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی، دل محفل کا تڑپا بھی گئی

غزلیات: جمع غزل، شاعری کی ایک صنف/ہیئت۔ کملی والا: حضور اکرمؐ (حضورؐ اکثر ایک کملی لپیٹے رکھتے تھے)۔ دیں قبضے سے جانا: یعنی مسلمانوں کا مذہب سے دُور ہو جانا۔ دنیا قبضے سے جانا: آزادی سے محروم ہو جانا۔ موج: لہر۔ پریشاں خاطر: جس کا دل بے چینی کا شکار ہو۔ وصال: ملاپ۔ بحر: سمندر۔ قیس: مجنوں۔ حجابِ محمل: کجاوے کا پردہ (لیلیٰ کا پردے میں بیٹھنا)۔ ترک کرنا: چھوڑ دینا۔ تگ و دو: بھاگ دوڑ، جدوجہد۔ آبروئے گوہر: موتی کی عزت، شان (قطرہ موتی بنا)۔ آوارگی: بے مقصد اِدھر اُدھر گھومنا پھرنا۔ کشمکش: کھینچاتانی۔ صدا: آواز، شاعری۔

(۲)

یہ سرودِ قُمری و بُلبل فریبِ گوش ہے
باطنِ ہنگامہ آبادِ چمن خاموش ہے

تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے، ساری انجمن بے ہوش ہے

دہر کے غم خانے میں تیرا پتا ملتا نہیں
جُرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو رُوپوش ہے

آہ! دُنیا دل سمجھتی ہے جسے، وہ دل نہیں
پہلوئے انساں میں اک ہنگامۂ خاموش ہے

زندگی کی رہ میں چل، لیکن ذرا بچ بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی مِینا خانہ بارِ دوش ہے

جس کے دم سے دِلّی و لاہور ہم پہلو ہوئے
آہ، اے اقبالؔ! وہ بُلبل بھی اب خاموش ہے

سرود: گانا، چہچہاہٹ۔ قُمری: فاختہ کی قسم کا ایک پرندہ جس کی گردن میں ایک حلقہ بنا ہوتا ہے۔ فریبِ گوش: کانوں کے لیے دھوکا۔ باطن: ضمیر، اندر۔ ہنگامہ آبادِ چمن: باغ میں رونق / چہل پہل برپا کرنے والا۔ پیمانہ:

شراب کا پیالہ۔ مئے مغرب: یورپ کی شراب، یورپ کی تہذیب وتمدن جو مسلمانوں نے اختیار کی۔ خندہ زن: ہنسنے والا۔ ساقی: مراد انگریز حکمران۔ ساری انجمن بیہوش ہے: مراد انگریز کی سیاست نے پوری ملتِ اسلامیہ کو غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ دہر: زمانہ، دنیا۔ غم خانہ: دکھوں کا گھر۔ تیرا: یعنی خدا کا۔ جُرم: خطا، غلطی۔ آفرینش: مراد کائنات کا پیدا کرنا۔ رُوپوش: منہ چُھپانے والا، غائب، سامنے نظر نہ آنے والا۔ پہلو: بغل۔ ہنگامۂ خاموش: ایسا شور وغل جس کی آواز نہ ہو۔ بچ بچ کے چل: ہر معاملے میں پوری احتیاط سے کام لے۔ مینا خانہ: شراب کی بوتلوں کا ڈھیر۔ بارِ دوش: کندھے کا بوجھ، ذمہ داری۔ ہم پہلو ہونا: ساتھی ہونا۔ جس کے دَم سے: جس کے سبب سے، اشارہ ہے میرزا ارشد گورگانی دہلوی کی طرف جن کی وجہ سے لاہور میں شعروشاعری کا چرچا رہا۔ یہ شعر ان کی وفات پر کہا گیا۔

(۳)

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زُنّاریِ بُت خانۂ ایام ابھی

عذرِ پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی
ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی

سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات
تیری میزاں ہے شمارِ سحر و شام ابھی

ابرِ نیساں! یہ تنک بخشیِ شبنم کب تک
مرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

بادہ گردانِ عجم وہ، عربی میری شراب
مرے ساغر سے جھجکتے ہیں مے آشام ابھی

خبر اقبالؔ کی لائی ہے گلستاں سے نسیم
نو گرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی

شوریدہ: دیوانی۔خام: کچا، بے اثر۔تھامنا: روکے رکھنا۔مصلحت اندیش: بھلائی/ اپنی بھلائی کا سوچنے والی۔ بےخطر: بےخوف ہوکر۔آتشِ نمرود: حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے بادشاہ نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ جس میں آپ کو ڈالا گیا اور جو خدا کے حکم سے گلزار بن گئی۔عشق: اشارہ ہے حضرت ابراہیمؑ کی طرف جو محبوبِ حقیقی کے عشق سے سرشار تھے۔محو: مصروف، ڈوبی ہوئی۔تماشائے لبِ بام: چھت پر سے نظارہ کرنے کا عالم۔ فرمودۂ قاصد: یعنی حضور اکرمؐ نے جو کچھ فرمایا/ حکم دیا۔سبک گامِ عمل: (اس پر) تیزی سے عمل کرنے والا۔ معنیِ پیغام: (اس) حکم کی حقیقت/ مطلب۔دہر آشوبی: دنیا میں ہنگامے پیدا کرنا/ انقلاب لانا۔زناری: گلے میں دھاگا ڈالنے والا، مراد پوجا کرنے والا۔بت خانۂ ایام: مراد زمانے/ وقت کی گردش۔عذرِ پرہیز: (شراب وغیرہ سے) بچنے کی معذرت/ بہانہ۔کاوش: فکر، خلش۔سعیِ پیہم: لگاتار کوشش/ جدوجہد۔کم و کیف: کتنا اور کیسا۔ترازو: یعنی کسوٹی، پیمانہ، میزان۔شارِ سحر و شام: یعنی گردشِ وقت میں الجھے رہنا۔ابرِ نیساں: موسمِ بہار کا بادل۔تنک بخشی: بہت کم دینا۔کہسار: جہاں بہت سی پہاڑیاں ہوں، پہاڑ۔تہی جام: خالی پیالے والے۔ بادہ گردانِ عجم: یعنی غیر اسلامی شرب پینے والے، مراد غیر اسلامی درس گاہوں میں تعلیم پانے والے۔عربی میری شراب: یعنی اسلامی خیالات کی حامل شاعری۔ساغر: شراب کا پیالہ۔مے آشام: شراب پینے والے (یعنی مغربی درسگاہوں کا مسلمان طالب علم)۔نسیم: صبح کی ہوا۔نوگرفتار: مراد بری عادتیں چھوڑ کر نیا یا صحیح راستے پر چلنے والا۔تہِ دام: جال کے نیچے۔

---

(۴)

پردہ چہرے سے اُٹھا، انجمن آرائی کر
چشمِ مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر

تُو جو بجلی ہے تو یہ چشمکِ پنہاں کب تک
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر

نفَسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر

کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم
اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر

ہو تری خاک کے ہر ذرّے سے تعمیرِ حرم
دل کو بیگانۂ اندازِ کلیسائی کر

اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا
ناز بھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر

پہلے خوددار تو مانندِ سکندر ہو لے
پھر جہاں میں ہوسِ شوکتِ دارائی کر

مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلٰی اقبالؔ!
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

پردہ چہرے سے اُٹھا: اے محبوبِ حقیقی کھل کر سامنے آ/ اپنا دیدار کرا۔ انجمن آرائی کر: پردے سے باہر نکل کر سامنے آ۔ مہر و مہ و انجم: سورج اور چاند اور ستارے مراد کائنات۔ تماشائی کر: دیکھنے والے بنا۔ چشمکِ پنہاں: انکھیوں سے (نظر چرا کر) دیکھنا۔ بے حجابانہ: کھلے طور پر۔ شناسائی: واقفیت، دوستی۔ نفسِ گرم: گرم سانس، عشق کی تپش۔ اعجازِ حیات: زندگی/ زندہ کرنے کا معجزہ/ کرامت۔ مسیحائی: مردوں کو زندہ کرنے کا عمل۔ طور: وادیٔ ایمن کا پہاڑ، کوہِ طور۔ دریوزہ گری: بھیک مانگنے کی کیفیت۔ مثلِ کلیم: حضرت موسیٰؑ کی طرح ہستی: وجود۔ شعلۂ سینائی: وہ روشنی (جلوہ) جو حضرت موسیٰؑ کو طورِ سینا پر نظر آئی۔ خاک کا ہر ذرہ: یعنی جسم کا رُواں رُواں/ بال بال۔ تعمیرِ حرم: اسلامی شعائر پر پورا عمل یا اسلام کی اشاعت و ترقی کے لیے جدوجہد۔ بیگانہ: اجنبی۔ اندازِ کلیسائی: غیر اسلامی/ مغربی طور طریقے۔ حد سے گزرنا: اعتدال سے بڑھ جانا۔ ناز: ادا، غمزہ بانداز۔ رعنائی: خوبصورتی/ حسن و جمال جتنا۔ سکندر: سکندرِ رومی/ یونانی (۳۵۵ ق م۔ ۳۲۳ ق م)۔ شوکتِ دارائی: ایران کے قدیم بادشاہ دارا کی سی شان۔ منزلِ لیلیٰ: محبوب کا ٹھکانا۔ بادیہ پیمائی: محبوب کی تلاش میں جنگلوں بیابانوں میں پھرنا۔

(۵)

پھر بادِ بہار آئی، اقبالؔ غزل خواں ہو
غنچہ ہے اگر گل ہو، گل ہے تو گلستاں ہو

تُو خاک کی مُٹھی ہے، اجزا کی حرارت سے
برہم ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بیاباں ہو

تُو جنسِ محبت ہے، قیمت ہے گراں تیری
کم مایہ ہیں سوداگر، اس دیس میں ارزاں ہو

کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لے تیری
تُو نغمۂ رنگیں ہے، ہر گوش پہ عُریاں ہو

اے رہروِ فرزانہ! رستے میں اگر تیرے
گلشن ہے تو شبنم ہو، صحرا ہے تو طوفاں ہو

ساماں کی محبت میں مُضمَر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

غزل خواں: غزل پڑھنے والا، شعر کہنے والا۔ برہم ہو: بکھر جا۔ پریشاں ہو: پھیل جا۔ جنس: سودا۔ گراں: بھاری، زیادہ۔ کم مایہ: تھوڑی پونجی والا/والے۔ سوداگر: تاجر، سودا خریدنے، بیچنے والا۔ ارزاں: سستا یعنی تاکہ ہر ایک کے لیے قابلِ قبول ہو۔ مستور: چھپی ہوئی۔ لے: سُر۔ نغمۂ رنگیں: یعنی دل کش شعر کہنے والا۔ گوش: کان، مراد سننے والے۔ عُریاں: ظاہر، یعنی جسے سب سنیں اور سمجھیں۔ فرزانہ: دانا، عقل مند۔ تن آسانی: آرام طلبی۔ غارت گر: تباہ کرنے والا، مراد دلچسپی نہ لینے والا۔

(۶)

کبھی اے حقیقتِ مُنتظَر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

طرَب آشنائے خروش ہو، تُو نوَا ہے محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چُھپا ہوا ہو سکُوتِ پردۂ ساز میں

تُو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں

دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کُہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

نہ کہیں جہاں میں اَماں مِلی، جو اَماں مِلی تو کہاں مِلی
مرے جُرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حُسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زُلفِ ایاز میں

جو میں سربسجدہ ہُوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صَنَم آشنا، تجھے کیا مِلے گا نماز میں

حقیقتِ منتظر : جس حقیقت کا انتظار ہو، محبوبِ حقیقی۔لباسِ مجاز: یعنی جسم والا وجود۔تڑپ رہے ہیں: بے چین ہیں۔جبینِ نیاز: عاجزی اور انکسار والی پیشانی۔طرب آشنائے خروش: یعنی جذبۂ عشق کی دھوم مچادینے کے لطف سے آگاہ/واقف۔نوا: گیت، نغمہ۔محرمِ گوش: کانوں سے واقف، یعنی سنا جانے والا۔سرود: گیت، گانا، نغمہ۔سکوت: خاموشی۔پردۂ ساز: ساز/باجے کی لے۔آئنہ: مراد دل۔شکستہ ہونا: عشق کی چوٹ کھانے کی حالت۔عزیز تر: زیادہ پیارا/پسندیدہ۔آئنہ ساز: خدا۔دم: وقت۔طوف: طواف، اردگرد چکر کا ٹنا/ لگانا۔کرمک: چھوٹا کیڑا یعنی پتنگا۔اثرِ کہن: پرانی تاثیر۔حکایتِ سوز: جلنے کی داستان، جلنے کی کیفیت۔حدیثِ گداز: پگھلنے کی بات۔جرمِ خانہ خراب: گھر کو اُجاڑ دینے والا گناہ/ خطا۔تِرے: خدا کا۔عفوِ بندہ نواز: ایسی معافی جو بندوں پر مہربانی کرنے والی ہے۔گرمیاں: جذبۂ محبت کی تپش/ حرارت۔شوخیاں: ادائیں، دل موہ لینے والے ناز و ادا۔غزنوی: مشہور بادشاہ محمود غزنوی جو اپنے غلام ایاز سے بہت محبت کرتا تھا، مراد عاشق۔خم: زلفوں کا بل۔ایاز: محمود غزنوی کا غلامِ خاص، مراد محبوب ہونا۔سربسجدہ: سجدے کی حالت۔صدا: یعنی غیبی آواز/ ضمیر کی آواز۔صنم آشنا: بتوں کا عاشق، دنیاوی علائق کی محبت میں گرفتار۔کیا ملے گا؟: یعنی اس حالت میں یہ بے فائدہ عمل ہے۔

(۷)

تہِ دام بھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی، نوائے زیرِ لبی رہی

ترا جلوہ کچھ بھی تسلّیِ دلِ ناصبور نہ کر سکا
وہی گریۂ سحری رہا، وہی آہِ نیم شبی رہی

نہ خدا رہا نہ صنم رہے، نہ رقیبِ دَیر و حرم رہے
نہ رہی کہیں اسد اللّہی، نہ کہیں ابولہبی رہی

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں مَیں کہ نوا مری عربی رہی

تہِ دام: جال کے نیچے جال میں پھنسے ہوئے. غزل آشنا: مراد چہچہانے والے. طائران: جمع طائر، پرندے. فغاں: فریاد، نالہ. نوائے زیرِ لبی: ہونٹوں میں دبی ہوئی آواز جسے سنا نہ جا سکے. جلوہ: تجلّی، دیدار، روشنی. تسلّی: اطمینان، سکون. دلِ ناصبور: بے صبرا بے قرار دل. گریۂ سحری: صبح سویرے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے اور رونے کی حالت. آہِ نیم شبی: آدھی رات کے وقت کی آہیں. نہ خدا رہا نہ صنم رہے: یعنی مذہب سے دُوری کا زمانہ ہے خدا اور بُت دونوں کی عبادت ختم ہو گئی. رقیبِ دَیر و حرم: مندر اور کعبہ کے مخالف. اسد اللّہی: خدا کا شیر ہونے کی کیفیت، اسد اللہ، حضرت علیؓ کا لقب جو اُن کی شجاعت اور دلیری کے سبب انھیں دیا گیا. ابولہبی: ابولہب کا سا انداز، ابولہب، حضورِ اکرمؐ کا چچا جو اسلام کا شدید دشمن تھا. ساز: باجا، مراد طبیعت. ستم رسیدہ: جس پر ظلم ہوا ہو. زخمہ ہائے عجم: غیر عربی مضرابیں یعنی غیر اسلامی خیالات. شہیدِ ذوقِ وفا: ساتھ نبھانے کے ذوق شوق کا مارا ہوا. نوا: آواز، شاعری. عربی: یعنی اسلام اور ملتِ اسلامیہ سے متعلق.

(۸)

گرچہ تُو زندانیِ اسباب ہے
قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ

عقل کو تنقید سے فُرصت نہیں
عشق پر اَعمال کی بنیاد رکھ

اے مسلماں! ہر گھڑی پیشِ نظر
آیۂ 'لَا یُخلِفُ المِیعَاد' رکھ

یہ 'لسان العصر' کا پیغام ہے
''اِنَّ وَعدَ اللّٰہِ حَقٌّ یاد رکھ''

زندانیِ اسباب: وسیلوں اور ذریعوں کا قیدی۔ قلب: دل۔ آزاد رکھ: مادہ پرستی سے دُور رکھ۔ تنقید: کھوٹا کھرا پرکھنے کا انداز، نکتہ چینی۔ اعمال: جمع عمل، اچھے / نیک کام۔ پیشِ نظر: آنکھوں کے سامنے۔ آیہ: آیت، قرآنی فقرہ۔ لَا یُخلِفُ المِیعَاد: اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (اچھے عملوں پر بخشش کا وعدہ)۔ لسان العصر: زمانے کی زبان، یعنی اکبر الہ آبادی۔ خان بہادر سید اکبر حسین اکبر، مقام ولادت الہ آباد (۱۸۴۶ء انتقال ۱۹۲۱ء) اپنے دور میں جج رہے۔ ان کی مزاحیہ شاعری کو بہت شہرت حاصل ہے۔ اِنَّ وَعدَ اللّٰہِ حَقٌّ: بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

ظریفانہ

مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں
مغرب میں مگر مشین بن جاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلّے
واں ایک کے تین تین بن جاتے ہیں

◉◉

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِ نظر
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گُناہ
یہ ڈراما دِکھائے گا کیا سین
پردہ اُٹھنے کی مُنتظر ہے نگاہ

ظریفانہ: یعنی مزاحیہ کلام جس میں ہنسی مذاق کی باتیں ہوں. مشرق: مشرقی ممالک، پاکستان، ہند اور عرب ممالک. مغرب: یورپ، یورپی ممالک. اصول: جمع اصل، مراد قاعدے ضابطے. دین بننا: دین کی سی حیثیت اختیار کر لینا. واں: وہاں، یورپ میں.

فلاح: نجات، بہتری. روشِ مغربی: انگریزوں کے سے طور طریقے. مدِ نظر: نگاہوں کے سامنے. وضعِ مشرق: مشرقی ملکوں کے طور طریقے. گناہ جاننا: بُرا جاننا. یہ ڈراما: لڑکیوں کا انگریزی پڑھنا اور مغربی روش اختیار کرنا. سین: منظر، مراد انجام/نتیجہ. پردہ اُٹھنا: دو معنی بنتے ہیں (۱) سٹیج کا پردہ جس کے ہٹنے پر ڈراما شروع ہوتا ہے اور (۲) لڑکیوں کا نقاب اُٹھا دینا.

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
''پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے''

◉◉

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مردِ ہوش مند!
غیرت نہ تجھ میں ہوگی، نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دَور کہ اولاد کے عوض
کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہے گی

شیخ صاحب: مُلّا، مذہبی پیشوا۔ پردہ: عورتوں کا نقاب (نقاب اوڑھنے کی حالت)۔ حامی: طرف دار۔ جب مرد ہی زن ہو گئے: آدمیوں نے عورتوں کے سے طور طریقے اختیار کر لیے۔

کوئی دن کی: چند دنوں تک کی۔ مردِ ہوشمند: دانا۔ زن: عورت۔ اوٹ: پردہ، نقاب۔ عوض: بدلہ، بدلے میں۔
کونسل: مرکزی یا صوبائی قانون ساز ادارہ۔ ممبری: رکنیت، رکن ہونے کی کیفیت۔

تعلیمِ مغربی ہے بہت جُرأت آفریں
پہلا سبق ہے، بیٹھ کے کالج میں مار ڈینگ
بستے ہیں ہند میں جو خریدار ہی فقط
آغا بھی لے کے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینگ
میرا یہ حال، بُوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں
اُن کا یہ حکم، دیکھ! مرے فرش پر نہ رینگ
کہنے لگے کہ اُونٹ ہے بھدّا سا جانور
اچھی ہے گائے، رکھتی ہے کیا نوک دار سینگ

◉◉

کچھ غم نہیں جو حضرتِ واعظ ہیں تنگ دست
تہذیبِ نو کے سامنے سر اپنا خم کریں
ردِّ جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا
تردیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

بستے ہیں: رہتے ہیں۔ آغا: مراد افغانی باشندہ، پٹھان۔ ہینگ: ایک درخت کا گوند جو کئی بیماریوں کے لیے مفید ہے اور دال وغیرہ میں ڈال کر پکایا جاتا ہے۔ بوٹ کی ٹو: جوتے کا اگلا حصہ۔ بوٹ کی ٹو چاٹنا: معشوق/حکمرانوں وغیرہ کی خوشامد کرنا۔ دیکھ: خبردار۔ رینگنا: فرش پر کیڑے کی طرح آہستہ آہستہ چلنا۔ بھدّا: بدصورت۔

حضرتِ واعظ: منبر پر چڑھ کر وعظ کرنے والا (''حضرت'' بطور تکلف کہا)۔ تنگ دست: مفلس و غریب۔ تہذیبِ نو: جدید معاشرہ جس پر انگریزی تہذیب کا اثر ہے۔ سر خم کرنا: سر جھکانا، دوسروں کی رضا پر راضی ہو جانا۔ ردِّ جہاد: جہاد کے خلاف، ایک مرزائی رہنما نے فتویٰ دیا تھا کہ اس دور میں جہاد کی ضرورت نہیں رہی۔ تردیدِ حج میں: یعنی حج کی بھی ضرورت نہ رہنے کے متعلق۔ رقم کرنا: لکھنا۔

تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ!

دفعِ مرَض کے واسطے پِل پیش کیجیے
تھے وہ بھی دن کہ خدمتِ استاد کے عوض
دل چاہتا تھا ہدیۂ دِل پیش کیجیے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبَق
کہتا ہے ماسٹر سے کہ ''بِل پیش کیجیے!''

◉◉

انتہا بھی اس کی ہے؟ آخر خریدیں کب تلک
چھتریاں، رُومال، مفلر، پیرہن جاپان سے
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسّال کابل سے، کفن جاپان سے

تہذیب کا مریض: برصغیر کا وہ شخص جس کے سر پر مغربی یعنی انگریزی تہذیب کا بھوت سوار ہو، مغرب زدہ۔
گولی: اُردو میں دوائی کی چھوٹی سی ٹکیا۔ دفعِ مرض: بیماری دور کرنا۔ پِل: (Pill) انگریزی میں بمعنی دوائی کی ٹکیا۔ خدمت استاد: یعنی اُستاد کا شاگردوں کو فائدہ پہنچانا۔ پس از سبق: سبق پڑھنے کے بعد۔ بل: (Bill) وہ چھوٹی پرچی جس پر کسی کام کی اُجرت یا چیز کی قیمت لکھی ہوتی ہے۔
پیرہن: قمیص، لباس۔ جاپان: مشہور ملک جہاں بدھ مذہب سرکاری مذہب ہے۔ غسّال: مُردے کو نہلانے والا۔ کفن: سفید لٹھے کا ٹکڑا جس میں لاش لپیٹی جاتی ہے۔

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
واں کنٹر سب بلّوری ہیں یاں ایک پُرانا مٹکا ہے

اس دَور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں! باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکّا اپنی ہٹ کا ہے

اے شیخ و برہمن، سنتے ہو! کیا اہلِ بصیرت کہتے ہیں
گردُوں نے کتنی بلندی سے ان قوموں کو دے پٹکا ہے

یا باہم پیار کے جلسے تھے، دستورِ محبت قائم تھا
یا بحث میں اُردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا ہے

مسکین: بے کس، محتاج، غریب۔ دل اٹکنا: محبت ہو جانا۔ کنٹر: ڈبا، ڈبے۔ بلوری: شیشے کا/کے۔ مٹکا: مٹی کا گھڑا۔ اپنی راہ پر قائم: اپنے مقصد/بات پر ڈٹا ہوا۔ ہٹ کا پکا: ضد یا اصرار پر اَڑا رہنے والا۔ اہلِ بصیرت: دانا/عقلمند لوگ۔ گردُوں: آسمان۔ دے پٹکنا: اوپر سے نیچے گرا دینا، زوال کا شکار کرنا۔ باہم پیار کے جلسے: آپس میں پیار محبت کے ساتھ محفلیں جمانے کا عمل۔ اُردو ہندی: مسلمان اُردو کو اور ہندو ہندی زبان کو ہندوستان کی قومی زبان کہتے تھے (یہی تکرار کا باعث تھا) قربانی: عیدِ قرباں پر مسلمانوں کا بکرے کو ایک مخصوص طریقے سے ذبح کرنا۔ جھٹکا: سکھ، جانور/بکرے کی گردن پر ایک ہی ضرب لگا کر اسے جسم سے الگ کر دیتے ہیں۔

"اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے"
غالبؔ کا قول سچ ہے تو پھر ذکرِ غیر کیا
کیوں اے جنابِ شیخؒ! سُنا آپ نے بھی کچھ
کہتے تھے کعبے والوں سے کل اہلِ دَیر کیا
ہم پوچھتے ہیں مسلمِ عاشق مزاج سے
اُلفت بُتوں سے ہے تو برَہمن سے بَیر کیا!

◉◉

ہاتھوں سے اپنے دامنِ دُنیا نکل گیا
رُخصت ہُوا دِلوں سے خیالِ معاد بھی
قانونِ وقف کے لیے لڑتے تھے شیخؒ جی
پوچھو تو، وقف کے لیے ہے جائداد بھی!

"اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے": یعنی کائنات میں جو کچھ نظر آ رہا ہے "دیکھنے والا" اور "دیکھا گیا" سب ایک ہے (وحدت الوجود کا نظریہ)۔ غالبؔ: اُردو اور فارسی کا مشہور شاعر اسد اللہ خان غالبؔ (ولادت ۱۷۹۷ء، بمقام آگرہ، وفات ۱۸۶۹ء دہلی)۔ قول: بات۔ جنابِ شیخؒ: مُلا صاحب، مولوی صاحب۔ کعبے والے: مراد مسلمان۔ اہلِ دَیر: مندر والے، ہندو۔ عاشق مزاج: ہر کسی کو دل دے بیٹھنے والا، دل پھینک۔ بُت: پتھر کی مُورت، یہاں مراد حسین عورت / عورتیں۔ بَیر: دشمنی۔

ہاتھ سے دامنِ دُنیا نکل جانا: مراد دنیاوی خواہشات اور ضرورتیں پوری نہ ہونا۔ رخصت ہونا: نکل جانا، ختم ہو جانا۔ معاد: آخرت، عُقبیٰ۔ قانونِ وقف: ۱۹۱۲ء میں حکومت ہند کا منظور کردہ اولاد کے لیے جائداد وقف کرنے کا قانون۔

وہ مِس بولی ارادہ خودکُشی کا جب کِیا میں نے
مہذّب ہے تو اے عاشق! قدم باہر نہ دھر حد سے
نہ جُرأت ہے، نہ خنجر ہے تو قصدِ خودکُشی کیسا
یہ مانا دردِ ناکامی گیا تیرا گزر حد سے
کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد دِلوا دو
کرائے پر منگالوں گا کوئی افغان سرحد سے

⦿⦿

ناداں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر
حاصل ہُوا یہی، نہ بچے مار پِیٹ سے
مغرب میں ہے جہازِ بیاباں شُتر کا نام
تُرکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلِیٹ سے

مہذّب: تہذیب یافتہ، سلیقے اور سمجھ بوجھ والا۔ قدم باہر نہ دھر حد سے: یعنی اعتدال / میانہ روی نہ چھوڑ۔ قصد: ارادہ۔ دردِ ناکامی: محبت میں کامیاب نہ ہونے کا دکھ۔ جانِ جہاں: دُنیا کی جان، دُنیا کی رونق، حسینۂ عالم۔ سرحد: یعنی صوبۂ سرحد جس کا صدر مقام پشاور ہے

قدر جاننا: کسی کی خوبیوں کو پوری طرح سمجھنا۔ اس قدر: اس حد تک، اتنا، اتنے۔ حاصل ہوا یہی: آخر یہی نتیجہ نکلا۔ جہازِ بیاباں: Ship of the desert ریگستان کا جہاز۔ شُتر: اونٹ۔ تُرکوں: یعنی تُرک حکومت، تُرکی۔ فلیٹ: (Fleet) جنگی جہازوں کا بیڑا۔

ہندوستاں میں جُزوِ حکومت ہیں کونسلیں
آغاز ہے ہمارے سیاسی کمال کا
ہم تو فقیر تھے ہی، ہمارا تو کام تھا
سیکھیں سلیقہ اب اُمَرا بھی 'سوال' کا

⦿⦿

ممبری اِمپیریل کونسل کی کچھ مشکل نہیں
ووٹ تو مِل جائیں گے، پیسے بھی دِلوائیں گے کیا؟
میرزا غالبؔ، خدا بخشے، بجا فرما گئے
''ہم نے یہ مانا کہ دِلّی میں رہیں، کھائیں گے کیا؟''

جُزو: حصہ. کونسلیں: جمع کونسل، صوبائی یا مرکزی قانون ساز ادارے. کمال: ترقی. فقیر: بھیک مانگنے والا، مفلس. سلیقہ: تمیز. سوال: کسی سے کچھ مانگنا، کونسل کا حکومت سے کسی بات کا جواب مانگنا.

اِمپیریل کونسل: برصغیر میں انگریزی حکومت کے دوران بنائی جانے والی حکومت جسے وائسرائے کی کونسل کہا جاتا تھا. میرزا غالبؔ: اُردو، فارسی کے مشہور شاعر اسد اللہ خان غالب. کھائیں گے کیا: یعنی مفلسی کے سبب کھانے کو کچھ نہیں.

دلیلِ مہر و وفا اس سے بڑھ کے کیا ہوگی
نہ ہو حضور سے اُلفت تو یہ ستم نہ سہیں

مُصِر ہے حلقہ، کمیٹی میں کچھ کہیں ہم بھی
مگر رضائے کلکٹر کو بھانپ لیں تو کہیں

سَنَد تو لیجیے، لڑکوں کے کام آئے گی
وہ مہربان ہیں اب، پھر رہیں رہیں نہ رہیں

زمین پر تو نہیں ہندیوں کو جا ملتی
مگر جہاں میں ہیں خالی سمندروں کی تہیں

مثالِ کشتیِ بے حس مطیعِ فرماں ہیں
کہو تو بستۂ ساحل رہیں، کہو تو بہیں

مہر و وفا: محبت اور ساتھ نبھانا۔ حضور: مراد حاکم۔ مُصِر: اصرار کرنے والا، اپنی بات پر زور دینے والا۔ حلقہ کمیٹی: اپنے قریبی علاقے کے مختلف انتظامات کرنے کے لیے بنائی گئی سرکاری انجمن / ادارہ۔ کلکٹر: ضلع کا مال افسر۔ ہندیوں: ہندوستان کے رہنے والے۔ جا: جگہ۔ کشتیِ بے حس: ایک جگہ کھڑی ہوئی کشتی۔ مطیعِ فرماں: حکم ماننے والا۔ بستۂ ساحل: کنارے سے بندھی ہوئی (کشتی)۔ بہیں: ہم روانہ ہوں یعنی کشتی چلے۔

فرما رہے تھے شیخ طریقِ عمل پہ وعظ
کُفّار ہند کے ہیں تجارت میں سخت کوش

مُشرک ہیں وہ جو رکھتے ہیں مُشرک سے لین دین
لیکن ہماری قوم ہے محرومِ عقل و ہوش

ناپاک چیز ہوتی ہے کافر کے ہاتھ کی
سُن لے، اگر ہے گوشِ مسلماں کا حق نیوش

اک بادہ کش بھی وعظ کی محفل میں تھا شریک
جس کے لیے نصیحتِ واعظ تھی بارِ گوش

کہنے لگا ستم ہے کہ ایسے قیود کی
پابند ہو تجارتِ سامانِ خُورد و نوش

میں نے کہا کہ آپ کو مشکل نہیں کوئی
ہندوستاں میں ہیں کلمہ گو بھی مے فروش

طریقِ عمل: عمل کرنے کا طریقہ / انداز۔ وعظ: نصیحت کی بات۔ کفّار: جمع کافر، خدا کو نہ ماننے والے۔ سخت کوش: بہت محنت کرنے والے۔ محرومِ عقل وہوش: جسے کوئی شعور اور سمجھ بوجھ نہ ہو۔ گوش: کان۔ حق نیوش: سچی بات سننے والا / والے۔ بادہ کش: شراب پینے والا۔ بارِ گوش: کانوں کے لیے بوجھل یعنی ناپسند، ناگوار۔ سامانِ خورد ونوش: کھانے پینے کی چیزیں۔ کلمہ گو: کلمہ پڑھنے والے، مسلمان۔ مے فروش: شراب بیچنے والا / والے۔

دیکھیے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب تک
شیشۂ دِیں کے عوض جام و سبو لیتا ہے

ہے مداوائے جنوں نشترِ تعلیمِ جدید
میرا سرجن رگِ ملت سے لہو لیتا ہے

سبو: مٹکا، شراب کی صُراحی، مراد شراب۔ مداوا: علاج۔ نشتر: زخم چھیلنے یا رگ سے خون نکالنے کا اوزار۔ تعلیمِ جدید: موجودہ دَور کی تعلیم جو دین سے دُور کرتی ہے۔ سرجن: چیر پھاڑ کرنے والا ڈاکٹر، جراح۔ رگِ ملت سے لہو لینا: قوم کی شہ رگ (نئی نسل) سے خون لینا یعنی اس کے اسلامی جذبوں کو ختم کرنا۔

گائے اک روز ہوئی اُونٹ سے یوں گرمِ سخن
نہیں اک حال پہ دُنیا میں کسی شے کو قرار

مَیں تو بدنام ہُوئی توڑ کے رسّی اپنی
سُنتی ہوں آپ نے بھی توڑ کے رکھ دی ہے مُہار

ہند میں آپ تو از رُوئے سیاست ہیں اہم
ریل چلنے سے مگر دشتِ عرب میں بیکار

کل تلک آپ کو تھا گائے کی محفل سے حذر
تھی لٹکتے ہُوئے ہونٹوں پہ صدائے زنہار

آج یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی
نہ رہا آئنۂ دِل میں وہ دیرینہ غبار

جب یہ تقریر سُنی اونٹ نے، شرما کے کہا
ہے ترے چاہنے والوں میں ہمارا بھی شمار

رشکِ صد غمزۂ اُشتر ہے تری ایک کُلیل
ہم تو ہیں ایسی کُلیلوں کے پُرانے بیمار

ترے ہنگاموں کی تاثیر یہ پھیلی بَن میں
بے زبانوں میں بھی پیدا ہے مذاقِ گفتار

ایک ہی بن میں ہے مدّت سے بسیرا اپنا
گرچہ کچھ پاس نہیں، چارا بھی کھاتے ہیں اُدھار

گوسفند و اُشتر و گاو و پلنگ و خرِ لنگ
ایک ہی رنگ میں رنگیں ہوں تو ہے اپنا وقار
باغباں ہو سبق آموز جو یک رنگی کا
ہمزباں ہو کے رہیں کیوں نہ طیورِ گلزار
دے وہی جام ہمیں بھی کہ مناسب ہے یہی
تُو بھی سرشار ہو، تیرے رُفقا بھی سرشار
''دلقِ حافظؔ بچہ ارزد بہ مَیَش رنگیں کُن
وانگہش مست و خراب از رہِ بازار بیار'' ☆

گائے: اشارہ ہے برصغیر کے ہندوؤں کی طرف۔ اونٹ: یعنی مسلمان۔ گرمِ سخن ہوئی: خوب باتیں کرنے لگی۔ مُہار: اونٹ کی ناک میں ڈالی ہوئی رسی، نکیل۔ از روئے سیاست: ملکی انتظام میں سوچ بچار کے لحاظ سے۔ حذر: کسی چیز سے بچنے کا عمل، خوف۔ صدائے زنہار: یعنی (بات چیت کرنے سے) انکار کی آواز۔ غبار: کدورت، رنج۔ رشکِ صد غمزۂ اشتر: اونٹ کے سیکڑوں ناز سے بڑھ کر۔ کلیل: اُچھل کود۔ بیار: عاشق۔ بن: جنگل، بیابان۔ مذاقِ گفتار: بات چیت کرنے کا ذوق شوق۔ گوسفند: بھیڑ۔ گاو: گائے۔ پلنگ: چیتا۔ خرِ لنگ: لنگڑا گدھا (سب سے مراد ہند کی مختلف قومیں)۔ ایک ہی رنگ میں رنگیں ہونا: ایک جیسا ہونا، برابر کے حقوق ہونا، باہمی اتحاد ہونا۔ وقار: ساکھ بھرم۔ باغباں: مالی، رکھوالا، رہنما۔ سبق آموز: سبق سکھانے والا۔ ہمزبان: آواز میں آواز ملانے والا، ساتھی۔ طیور: جمع طائر، پرندے۔ سرشار: مست۔

☆ حافظؔ کی گُدڑی کی کیا قیمت پڑے گی یعنی کوئی قدر و قیمت نہیں، تو اسے شراب میں رنگ دے اس کے بعد اسے (حافظ کو) بازار سے مست اور دُھت پڑا ہوا لے آ۔ (حافظؔ شیرازی کا شعر ہے) دیوانِ حافظ کے تمام ایرانی، نولکشوری اور لاہوری ایڈیشنوں میں ''از سرِ بازار'' ہے۔

رات مچھر نے کہہ دیا مجھ سے
ماجرا اپنی ناتمامی کا
مجھ کو دیتے ہیں ایک بُوند لہو
صِلہ شب بھر کی تِشنہ کامی کا
اور یہ بِسوہ دار، بے زحمت
پی گیا سب لہو اسامی کا

⦿⦿

یہ آیۂ نو، جیل سے نازل ہُوئی مجھ پر
گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا
کیا خوب ہُوئی آشتیِ شیخ و برہمن
اس جنگ میں آخر نہ یہ ہارا نہ وہ جیتا
مندر سے تو بیزار تھا پہلے ہی سے 'بدری'
مسجد سے نکلتا نہیں، ضدی ہے 'مسیتا'

ناتمامی: پوری نہ ہونے والی کوشش. شب بھر کی: پوری رات کی. تشنہ کامی: پیاس. بسوہ دار: کسی بڑے زمیندار کے ماتحت چھوٹا زمیندار. بے زحمت: کوئی تکلیف اٹھائے بغیر. اسامی: کسان، کھیتی باڑی کرنے والا.

آیۂ نو: نئی آیت. جیل: قیدخانہ، مراد یہ کہ کانگرس کے لیڈر مہاتما گاندھی نے جیل سے ایک بیان شائع کروایا کہ گیتا اور قرآن کی تعلیمات ایک جیسی ہیں. نازل ہونا: یہاں مراد وحی سے معلوم ہونا (طنزاً کہا ہے). گیتا میں ...... گیتا: یعنی دونوں کتابوں میں فرق نہیں ہے. آشتی: ملاپ، صلح صفائی. بدری: ایک فرضی نام، ہندو. مسیتا: پنجابی لفظ مسیت بمعنی مسجد سے بنا ہے مسجدی، مسلمان.

جان جائے ہاتھ سے جائے نہ سَت
ہے یہی اک بات ہر مذہب کا تَت
چٹے بٹے ایک ہی تھیلی کے ہیں
ساہو کاری، بِسوہ داری، سلطنت

⊙⊙

محنت و سرمایہ دُنیا میں صف آرا ہو گئے
دیکھیے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون
حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا 'وَقَد کُنتُم بِہٖ تَستَعجِلُون'
کُھل گئے' یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ 'یَنسِلُون'

سَت: سچائی۔تَت: خلاصہ، نچوڑ۔ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہونا: اصلیت میں ایک جیسے ہونا۔ساہو کاری: ہندو بنیے کی تجارت/بیوپار۔بسوہ داری: زمینداری۔

محنت: مراد مزدور طبقہ۔صف آرا ہونا: لڑنے/جنگ کرنے کے لیے تیار ہونا۔تمناؤں کا خون ہونا: شکست کھانا، یا خواہشیں پوری نہ ہونا۔حکمت: دانائی، عقلمندی۔تدبیر: کوشش، سوچ بچار۔فتنہ: ہنگامہ، فساد۔آشوب خیز: خرابی اور بگاڑ پیدا کرنے والا۔"وَقَد کُنتُم بِہٖ تَستَعجِلُون": (قرآنی آیت) اور بے شک تم بڑی تیزی سے اس (عذاب) کی طرف بڑھ رہے ہو۔یاجوج اور ماجوج: دو ایسی قومیں جو پرانے زمانے میں فارس میں گھس کر تباہی مچایا کرتی تھیں۔قرآن کریم میں ان کی بربادی سے متعلق پیش گوئی ہے۔یہاں مراد فسادی قومیں۔"یَنسِلُون": سورہ الانبیا ۲۱ آیت ۹۶ ترجمہ: یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ (اپنی کثرت کی وجہ سے) ہر بلندی (جیسے پہاڑ اور ٹیلا) سے تیزی سے نکلتے معلوم ہوں گے۔

شام کی سرحد سے رُخصت ہے وہ رِندِ لم یزل
رکھ کے میخانے کے سارے قاعدے بالائے طاق

یہ اگر سچ ہے تو ہے کس درجہ عبرت کا مقام
رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رِواق

حضرتِ کرزن کو اب فکرِ مداوا ہے ضرور
حکم بر داری کے معدے میں ہے دردِ لا یُطاق

وفد ہندُستاں سے کرتے ہیں سر آغا خاں طلب
کیا یہ چورن ہے پئے ہضمِ فلسطین و عراق؟

شام: ملک شام۔ رخصت ہوا: چلا گیا۔ رندِ لم یزل: ہمیشہ شراب پینے والا، مراد فرانس۔ انگریزوں نے ۱۹۱۹ء میں ترکوں کو شکست دے کر شریف مکہ کے بیٹے کو شام کا بادشاہ بنا دیا، عراق و فلسطین فرانس کے سپرد کیے، شامیوں نے ۱۹۲۵ء میں فرانس سے یہ علاقے آزاد کرا لیے۔ بالائے طاق رکھنا: نظر انداز کر دینا۔ کس درجہ: کس حد تک، مراد بہت۔ عبرت کا مقام: نصیحت اور تنبیہ حاصل کرنے کا موقع۔ نیلی رواق: نیلا آسمان۔ حضرتِ کرزن: لارڈ کرزن جو ہندوستان کا وائسرائے رہا اور اس موقع پر وہ برطانیہ کا وزیر خارجہ تھا۔ مداوا: علاج، چارہ۔ حکم برداری: سیاسی اصطلاح، مراد اقوام متحدہ کی طرف سے کسی یورپی ملک کو کسی ایشیائی ملک پر قبضہ کا اختیار دینا۔ دردِ لایطاق: بہت شدید درد۔ وفد: کسی قوم کی نمائندگی کرنے والے چند لوگوں کی جماعت۔ سر آغا خان: فرقہ اسماعیلیہ کے مشہور لیڈر۔ چورن: ہاضمے کی دوا۔ پئے ہضمِ فلسطین و عراق: یعنی فلسطین اور عراق پر قبضہ کرنے کے لیے۔

تکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز
دونوں یہ کہہ رہے تھے، مرا مال ہے زمیں

کہتا تھا وہ، کرے جو زراعت اُسی کا کھیت
کہتا تھا یہ کہ عقل ٹھکانے تری نہیں

پوچھا زمیں سے مَیں نے کہ ہے کس کا مال تُو
بولی مجھے تو ہے فقط اس بات کا یقیں

مالک ہے یا مزارع شوریدہ حال ہے
جو زیرِ آسماں ہے، وہ دھرتی کا مال ہے

مزارع: کھیتی باڑی کرنے والا۔ مالک: زمیندار۔ زراعت: کھیتی باڑی کا کام۔ عقل ٹھکانے نہ ہونا: بیوقوف/ ناسمجھ ہونا۔ شوریدہ حال: مراد مفلس، جس کی مالی حالت پتلی ہو۔ زیرِ آسماں: یعنی دنیا میں۔

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے
میاں نجّار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

◉◉

کارخانے کا ہے مالک مُردکِ ناکردہ کار
عیش کا پُتلا ہے، محنت ہے اسے ناسازگار
حکمِ حق ہے لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار

نئی تہذیب: مغربی تہذیب سے متاثر موجودہ طرزِ زندگی۔ الکشن: (Election) الیکشن، انتخابات۔ ممبری: (Membership) رکن ہونا۔ کونسل: قانون بنانے کا مرکزی یا صوبائی ادارہ۔ صدارت: کسی انجمن وغیرہ کا صدر ہونا۔ میاں نجار: جناب بڑھئی (میاں بطور طنز) مراد انگریز حکمران۔ رندے: جمع رندہ، لکڑی چھیلنے / ہموار کرنے کا ایک اوزار۔

مردک: گھٹیا آدمی۔ ناکردہ کار: کوئی کام نہ کرنے والا، بیکار بیٹھا رہنے والا۔ حکمِ حق: خدا کا فرمان۔ ''لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ'': (سورہ النجم، آیت ۳۹) بے شک انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ محنت کا پھل: محنت مزدوری کے نتیجے میں جو آمدنی ہو۔

سُنا ہے مَیں نے، کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں

پُرانے جھونپڑوں میں ہے ٹھکانا دست کاروں کا

مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہال بنوایا

کوئی اس شہر میں تکیہ نہ تھا سرمایہ داروں کا

دستکاری: ہاتھ کا صنعتی کام کرنے والا۔ کونسل ہال: بڑا کمرہ جس میں کونسل کا اجلاس ہوتا ہے۔ تکیہ: کسی قبرستان میں فقیر یا صوفی کی آرام کرنے کی جگہ۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
مَن اپنا پُرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

کیا خوب امیرِ فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تُو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں، پر کیا لذت اس رونے میں
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا

اقبالؔ بڑا اُپدیشک ہے مَن باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

مسجد تو بنا دی: اشارہ ہے لاہور میں شاہ عالمی چوک کے قریب واقع ایک چھوٹی مسجد کی طرف۔ متعلقہ زمین کے بارے میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں جھگڑا تھا۔ مسلمانوں نے راتوں رات وہاں مسجد بنا دی، یہ مسجد آج بھی موجود ہے۔ شب بھر میں: راتوں رات۔ مَن: دل۔ پاپی: گنہگار۔ برسوں میں: بہت مدت گزرنے پر بھی۔ نمازی بن نہ سکا: نماز ادا کرنے کی عادت نہ پڑی۔ امیرِ فیصل: شریفِ مکہ جس نے انگریزوں کے دمشق پر قابض ہونے کی خوشی میں چراغاں کیا۔ سَنُوسی: سید محمد ادریس السنوسی، سنوسیہ تنظیم کے ایک بزرگ جنھوں نے اٹلی کا مقابلہ کرنے کے لیے ترکوں کے ساتھ مل کر ۱۹۱۱ء میں اپنے مریدوں کی ایک فوج تیار کی تھی۔ نام و نسب کا: اپنے نام اور خاندان کے لحاظ سے۔ حجازی: حجاز کا رہنے والا، مراد مسلمان۔ دل کا حجازی: دلی طور پر یعنی صحیح مسلمان۔ خونِ جگر: دل کا خون۔ آمیزش: ملاوٹ، مراد شامل ہونا۔ اشک: آنسو۔ پیازی: پیاز کا سا یعنی سرخ۔ اُپدیشک: نصیحتیں کرنے والا۔ موہ لینا: لبھا لینا، مائل کر لینا۔ گفتار: محض باتیں کرنے کا عمل۔